DUE DATE

Cl. No .... *Acc. No.* ....

Late Fine Ordinary Books 25 Paise per day. Text Book Re. 1/- per day. Over Night Book Re. 1/- per day.

اردوئے معلی

کانپور

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی بی۔ اے
(علیگ)

جلد ۲۱ | بابت مئی سنہ ۲۳ء | نمبر ۵

فہرست مضامین

جسکو منشی احمد علی نے اپنے
احمد المطابع واقع کانپور میں چھاپا
اور حسرت موہانی نے دفتر اردوئے معلی کانپور سے شائع کیا

تنقید رسائل و کتب

(۱) تذکرہ علمائے فرنگی محل | مؤلفہ مولانا مولوی محمد عنایت اللہ صاحب فرنگی محلی مہتمم مطبع مدرسہ نظامیہ لکھنؤ۔ ضخامت ۲۰۰ صفحات قیمت عہ ۔ فرنگی محل ہندوستان کا مشہور دار العلم ہے لیکن اب تک علما و فضلائے فرنگی محل کے تفصیلی حالات یکجا کہیں دستیاب نہ ہوتے تھے۔ مسرت ہے کہ محترم مولانا عنایت اللہ صاحب نے اس مفید کتاب کو قلم بند فرما کر ارباب علم و اہل تصوف کی ایک بہت بڑی ضرورت کو رفع فرما دیا۔ کتاب مذکور میں تقریباً تین سو علمائے فرنگی محل کا بصیرت افروز تذکرہ ہے جس میں حضرت ملا نظام الدین۔ بحر العلوم مولانا عبد العلی۔ مولانا احمد عبد الحق۔ مولانا انوار الحق۔ مولانا عبد الوالی۔ مولانا عبد الرزاق۔ مولانا عبد الوہاب و مولانا عبد الباری کے حالات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ لکھائی چھپائی صاف اور کاغذ عمدہ ہے۔

(۲) حسرت الآفاق بوفاۃ مجمع الاخلاق | مؤلفہ مولانا مولوی محمد عنایت فرنگی محلی ضخامت ۳ جز قیمت ۴ر ۔ امام الوقت حضرت مولانا قیام الدین عبد الباری فرنگی محلی ؒ کے حالات میں نہایت دلچسپ سبق آموز اور قابل دید کتاب ہے۔ اس میں حضرت مولانا کی پیدائش سے وقت وصال تک کے تمام خاص خاص واقعات درج ہیں۔ کاغذ [illegible] لکھائی چھپائی صاف دونوں کتابیں اشاعۃ العلوم برقی پریس فرنگی محل سے دستیاب ہو سکتی ہیں۔

(۳) پیمانۂ محبت | اس نام سے منشی مولا بخش صاحب قلق ایڈیٹر روزنامہ "ملت" کراچی نے بعض غزلیات غالب کی تضمینیں اور خود اپنی غزلیات و قطعات کا ایک دلچسپ مجموعہ شائع کیا ہے کتاب کی طباعت و کتابت کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے اور اسمیں مولف کا فوٹو بھی شامل ہے شائقین دفتر اخبار "ملت" کراچی کے پتہ سے کتاب طلب کر سکتے ہیں۔ قیمت درج کتاب نہیں ہے۔

(۴) کلیات برہمن | یعنی عہد شاہجہان کے مشہور فارسی شاعر رائے رایان منشی چندر بھان برہمن کا کلیات مرتبہ حضرت بہارستانی قابل دید و خریدنی ہے کلیات کے چار حصے ہیں پہلا "مقدمہ" دوسرا "زندگی رائے رایان" تیسرا "برہمن کی شاعری" چوتھا "تصنیفات برہمن"۔ پہلا ایڈیشن صرف ایک ہزار چھپا ہے اوروں سے زیادہ درخواستیں آچکی ہیں اسلئے درخواست خریداری فوراً بھیجئے۔

جرأت سے کب بیٹھتے ہیں چین سے ایذا اٹھائے بن ۔ لگتا نہیں ہے جی کہیں لپکا لگا ہے بن

جبتلک نہ بیقرار ہوں پڑتا نہیں قرار　　آتا نہیں ہے چین ہمیں تلملائے بن

ہے آہ و نالہ منہ سے نکلتی نہیں ہے بات　　حیران بیٹھے رہتے ہیں آنسو بہائے بن

ولہ ۔ نہ صبر جی کو نہ تاب دلکو نہ خواب چشم پر آب میں ہے ۔ غم جدائی سے جان میری عجب طرح کے عذاب میں ہے

آتش ۔ رہا کرتا ہے دھڑکا رات دن بے یار پہلو میں ۔ دل نالاں ہوا ہے خانۂ بیمار پہلو میں

عیشی ۔ رو دیا میں یاد کرکے بہت ماجرائے دل　　پروانہ جلکے رات جو محفل میں رہ گیا

شہیدی ۔ ناکامی جاوید کی ہم مانتے سنت　　افسوس شہیدی تری تربت نہیں ملتی

مومن ۔ وہ جو زندگی میں نصیب تھا وہی بعد مرگ ہا قلق ۔ یہ قلق ہے کیسا کہ ہے ستم کہ گئی جان پر نہ گیا قلق

یہ کہانی مجکو بلا لگی مری ہائے کیونکہ ہو زندگی　　کوئی کیا جیے جو ہو ایک سا شب و روز صبح و مسا قلق

غم ہجر یار کے ہاتھ سے شب و روز ہوں میں عذاب میں　　ہے ہمیشہ ایک نئی تپش ہے مدام ایک نیا قلق

ولہ ۔ چین آتا ہی نہیں سوتے ہیں جس پہلو میں　　اضطراب دل غرض جینے نہ دیگا تو ہمیں

نسیم دہلوی ۔ خوشا قسمت قفس میں ہم قفس پر سیکڑوں پردے ۔ نظر بھی اب تو جا سکتی نہیں دیوار گلشن تک

غالب ۔ کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے ۔ ہمنے چاہا تھا کہ مر جائیں سو وہ بھی نہ ہوا

۔ آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب　　کسکے گھر جائیگا سیلاب بلا میرے بعد

۔ آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک　　کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

تسلیم لکھنوی ۔ یاد سفر ملک عدم دل سے لگی ہے ۔ ہر دم مجھے تو گور کی منزل سے لگی ہے

گر نقش قدم ہوں تو ہے مٹنے کی تمنا　　ہوں خاک تو اڑنے کی مجھے دل سے لگی ہے

مٹ جائے کہیں زندگی و مرگ کا جھگڑا　　اے تیغ جفا اب تو یہی دل سے لگی ہے

کیا کہتے ہو کیا بھول گیا میں دم رخصت　　اک یاد تمھاری سو مرے دل سے لگی ہے

سویا ہوں شب وصل میں یا مر کے لحد میں　　جب بیٹھ لگی ہے مری مشکل سے لگی ہے

ولہ ۔ چارہ ساز زخم دل وقت رفو رونے لگا　　جی بھر آیا دیدۂ سوزن لہو رونے لگا

تھا مصیبت آشنا بے عرض مطلب حشر میں　　جانتے ہی فریاد کرکے روبرو رونے لگا

ولہ ۔ چھوڑ دنیا کو سوئے ملک عدم چل تسلیم　　راستہ دیکھتی ہے گور غریباں تیرا ؞

؎ یاد میری آ گئی منہ پھیر کر رونے لگے — انجمن میں انکی جب ذکر وفا ہونے لگا
خوب رویا چھپکر وہ اس زندگی کی جان کو — جب مری نظروں سے پنہاں قافلا ہونے لگا

جلال ؎ یہ کہکر اُٹھے ہیں شب کو ترے ناکام سینے سے — وہ دل کیا ہو گیا رہ رہ کے جسکو تھام لیتے تھو

مضطر ؎ ستم کی خو نہ رہی شیوۂ جفا نہ رہا — مجھے مٹا کے نہیں کوئی حوصلا نہ رہا

اثر مارہروی ؎ ائے ہائے جائے خزاں یا ہے بہار — کنج قفس میں جی کی طبیعت بہل گئی

قمر بدایونی ؎ اب کیا پلٹ کے آئینگے آسودگان خاک — بچھڑے جو دوستوں سے تو مل کے طبیعت بہل گئی

حسن بریلوی ؎ ڈھونڈھتی تھی ہر طرف تجکو نگاہ منتظر — کچھ تو سمجھ سیاہ وقت واپسیں کہنے کو تھے

اکبر الہ آبادی ؎ دن رات تک یہ چپکی ہے یہ آٹھ پہر کا رونا ہے — آثار یہ ہیں فرصت میں معلوم نہیں کیا ہوتا

رسوا ؎ زخمی ہوا تحامل الہ سینے میں کھٹک تو نرالی تھی — پہلے بھی ہوئے تھے کچھ صدمے تو تھے مگر ایسا تھی

چکبست لکھنوی ؎ گنہگار رہے لکھنؤ میں لاکے مجھے — خموش بیٹھے ہیں اب خاک میں ملاکے مجھے

ایضاً ؎ اے جوانی کے مسافر اے اجل کے میہمان — سو گیا تو سنتے سنتے زندگی کی داستان

چکبست کا پہلا شعر مرثیہ آغا اور دوسرا مرثیہ تیج نرائن چکبست سے لیا گیا ہے۔

داغ دہلوی ؎ نہ جانا کہ دنیا سے جاتا ہے کوئی — بہت دیر کی مہربان آتے آتے

(۱۱) مصرعوں کا تقابل اور الفاظ کا الٹ پھیر

اشعار میں محض مصرعوں کے تقابل یا الفاظ کے الٹ پھیر سے بھی ایک قسم کا حسن پیدا ہو جاتا ہے جس کی مثالیں قصائد میں اکثر اور غزلوں میں کمتر ملتی ہیں۔ مثال کیلئے متاخرین میں مرزا داغ اور ان کے متبعین کا کلام یا مضطر خیر آبادی کی غزلیں ملاحظہ طلب ہیں۔

داغ ؎ شکایت دوست کر سکتے ہیں تیری کر نہیں سکتے — کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے ایسا ہو نہیں سکتا

مضطر ؎ کچھ سنا اس نے حال کچھ نہ سنا — کچھ کیا اعتبار کچھ نہ کیا

؎ میں پھر کہوں کہ پاس آئے کوئی کیوں نہ آئے — تم پھر کہو کہ کوئی کریگا ایسا کیا

؎ دعا سے کچھ نہوا التجا سے کچھ نہوا — بتوں کے عشق میں یا خدا سے کچھ نہوا
پھری تو تھی مگر اپنے اثر کو لا نہ سکی — گئی تو تھی مگر آہ رسا سے کچھ نہوا
خدا نے کچھ تو کیا ان بتوں نے کچھ نہ کیا — دعا سے کچھ تو ہوا التجا سے کچھ نہوا

وہ ایک ہم کہ جو چاہا کیا وصال کی رات — وہ ایک تم کہ تمھاری دعا سے کچھ نہ ہوا

نوح ناروی — غبار سے بھی پرسش جرم و قصور ہے۔ ایسا ضرور کیجیے ایسا ضرور ہو

بیخود بدایونی — پہلے تری دزدیدہ نظر کوئی دیکھے۔ پھر دیکھنے والے کے جگر کو کوئی دیکھے

مدہوشی اصحاب خبر کو کوئی سمجھے — خاموشی ارباب نظر کو کوئی دیکھے

حسن بریلوی — دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے تمھیں کیسا چاہا۔ پوچھنا یہ ہے کہ تم نے ہمیں کیسا دیکھا

دلیر مارہروی — تم رشک آفتاب ہو تم رشک حور ہو۔ تمھیں تو غرور تو کس کو غرور ہو

ہجر شاہجہانپوری — مدت کے بعد آئی ہے آنکھ کی طرح نیند۔ دیکھا ہے دیکھنے کی طرح انکو خواب میں

— محبت اور دشمن تم بھی کتنے بھولے بھالے ہو۔ یہ پوچھو تو ذرا دل میں یہ سمجھو تو ذرا دل میں

ستمگر تم کو کہتا ہے زمانہ فرق ہے اتنا — کسی نے کہدیا منہ پر کسی نے کہہ لیا دل میں

— ادھر یہ ہے کہ میں کہتا ہوں میری آرزو سن لو۔ ادھر یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں سن لینگے سنا دینا

جوانی میں یہ طرز جلوہ آرائی قیامت ہے — کبھی چلمن اٹھا دینا کبھی چلمن گرا دینا

رضا علی وحشت — کس تو گل خندان نے کیا خون وفا کا۔ کس سوختہ سامان کے مقدر میں لگی آگ

ناظم رامپوری — نہیں ہے اشک یہ ہے نور دیدۂ ہجران۔ نہیں ہے داغ یہ ہے شمع دودمان فراق

غبار دشت ہے افزائش جمال جنون — متاع درد سے آراستہ دکان فراق

غالب — عشرت پارۂ دل زخم تمنا کھانا — لذت ریش جگر غرق نمکدان ہونا

— لاکھوں لگاؤ ایک چرانا نگاہ کا — لاکھوں بناؤ ایک بگڑنا عتاب میں

— یا میرے زخم رشک کو رسوا نہ کیجیے — یا پردۂ تبسم پنہاں اٹھا لیجیے

(۱۵) پسندیدگی جملہ انشائیہ بمقابلہ جملہ خبریہ

اس باب میں مولوی سید علی حیدر صاحب طباطبائی نے اپنی شرح دیوان غالب میں بہت خوب لکھا ہے کہ خبر سے زیادہ تر انشا میں لطف ہے یعنی انشا وقع فی القلب ہے اسی سبب سے جو شاعر مشاق ہے وہ خبر کو بھی انشا بنا لیتا ہے مثلاً

غالب — مر گیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے — بیٹھنا آکے وہ اسکا تری دیوار کے پاس

الخ مصنف نے خبر کے پہلو کو ترک کر کے شعر کو نہایت بلیغ کر دیا۔ یعنی دوسرا مصرع اگر

یوں ہوتا۔ ع۔ بٹھا کرتا تھا جو آکر تری دیوار کے پاس۔ یا اسطرح ہوتا۔ ع۔ ابھی بیٹھا تھا جو آکر تری دیوار کے پاس۔ تو یہ دونوں صورتیں خبری تھیں۔ اور یہ ہے بیٹھنا آئے وہ اسکا تری دیوار کے پاس جملہ انشائیہ ہے حسن کلام کی اس صنف کے نمونے اساتذہ ہر عہد کے اشعار میں ملاحظہ طلب ہیں :۔

سوداؔ ۔ تو نے سوداؔ کے تئیں قتل کیا کہتے ہیں ... یہ اگر سچ ہے تو ظالم اسے کیا کہتے ہیں

جعفر علی حسرتؔ ۔ محتسب مسجد سے برمیں یہ عیاں ہے شیشہ ۔ دیکھئے آبرو مل کے کہاں ہے شیشہ

ولہ ۔ تم جو کہتے ہو کہ دو حسرت سے ... آہ فریاد یاں کیا نہ کرے
آپ کا اس میں کیا بگڑتا ہے ... درد دل کی کوئی دوا نہ کرے

میر حسنؔ ۔ آنکھوں کو جو ڈھونڈھ لے تم ظرف۔ تو ہی تو میرے حال پہ آنسو بہا ئیگا

مومنؔ ۔ ہم سجود پائے صنم پر دم وداع ... مومن خدا کو بھول گئے اضطراب میں

غالبؔ ۔ آہ کو چاہئے اک عمر اثر ہونے تک ۔ کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

ولہ ۔ کہیں نظر نہ لگے انکے دست و بازو کو ... یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

ولہ ۔ اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا ... لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

تسلیم لکھنوی ۔ کیا ہوا وعدہ دوزخ ہے اگر اے واعظ ۔ اب وہ دھمکی بھی نہ دیں اپنے گنہگاروں کو

ولہ ۔ اے دل دیوانہ امید رہائی کس لئے ۔ پیچ و خم کا ہیکو زلف پر شکن کے جائینگے

زکی دہلوی ۔ اس تکلیف میں وہ لطف ہے گلفام کہاں ۔ میرا انکار کہاں آپکا ابرام کہاں

ولہ ۔ دلکو یہ شوق کہ وعدے کی وفا یاد رہے ۔ وہ مئے حسن سے مخمور انہیں کیا یاد رہے

نادرؔ ۔ ہم طالمر دل لائے ہیں لیلو تو ہے اچھا ... صدقے کے لئے کیا تمہیں درکار نہو گا

شیفتہؔ ۔ چھیڑتے کیوں ہو مجھے جلنے دو ان باتوں کو بس ۔ تم بھلا جاتے رہو گے شیفتہ کی یاد سے

حالیؔ ۔ ہوتی نہیں قبول دعا ترک عشق کی ... دل چاہتا نہو تو زباں میں اثر کہاں

مست بہاری ۔ بندۂ عشق ہیں مرنا ہمیں دشوار نہیں ۔ آپ فرمائے جس چیز کو وہ ہم نکریں

چکبست لکھنوی ۔ ہزاروں جان دیتے ہیں بتوں کی بیوفائی پر ۔ اگر انمیں سے کوئی باوفا ہوتا تو کیا ہوتا

(۱۶) تعدد الفاظ و فقرات موزون

الفاظ و فقرات موزون کا تعدد بھی عموماً ازدیادِ حُسنِ سخن کا باعث ہو جایا کرتا ہے مثلاً:-

میر سوز ؎ نہ ترحم نہ تکلم نہ تبسم نہ نگاہ — کس طرح یہ دلِ ناشاد بھلا شاد رہے

مومن ؎ تو، فلک، مرگ، یہ سب غافل — اب کسی کا بھی حوصلہ نہ رہا

〃 ؎ تاب و طاقت صبر و راحت جان و ایمان عقل و ہوش — ہائے کیا کہیے کہ کس کے ساتھ کیا کیا جائے

غالب ؎ بوئے گل، نالۂ دل، دودِ چراغِ محفل — جو تری بزم سے نکلا سو پریشاں نکلا

〃 ؎ نیند اس کی ہے دماغ اس کا ہے راتیں اس کی ہیں — تیری زلفیں جس کے بازو پر پریشاں ہو گئیں

نسیم دہلوی ؎ تو پیشِ نظر، روح فدا، شوق ہم آغوش — اب ہاتھ نہ احسان اٹھائیگے دعا کا

ولی ؎ جھلکے ساغر، کھلے آغوشِ ساغر کو نسبت رزِ جھکی — اٹھو مستو ہوا ہے آفتاب افلاک سے پیدا

〃 ؎ کہیں رسوا کریگا، مجھکو نام، غیر کو دشمن — غضب کیا کیا نہ لائیگا یہ جوشِ آرزو میرا

〃 ؎ دیکھا وقائل بسر کرتے ہیں کس مشکل سے ہم — چارہ گر سے دردِ نالاں، درد سے دل، دل سے ہم

تسلیم لکھنوی ؎ خشک گُل، افسردہ سبزہ، شمع چپ، بالیں اداس — جی بھر آیا عالمِ گورِ غریباں دیکھکر

انجم غازیپوری ؎ درد کہتا ہے کہ حسرت کا بھی پہلو نہ رہے — دل میں محبوب رہے میں نہ رہوں تو نہ رہے

تمنا میرٹھی ؎ لوں جان جگر بھی جو فصلِ بہار ملے — جس سے ملے جہاں سے ملے جس قدر ملے

ستت بنارسی ؎ دیکھکر حال نئی، بات نئی، گھات نئی — چوم لیتی ہے قدم گردشِ دوران تیرا

داغ ؎ دل نے بھی چھیڑے ناز سے، شوخی سے، ہنسی سے — اب اُنکی بلا آنکھ ملاتی ہے کسی سے

جگر مرادآبادی ؎ فریاد کیسی، کسکی شکایت، کہاں کا حشر — دنیا اُدھر کو ٹوٹ پڑی وہ جدھر ہوا

〃 ؎ ہر قدم پر، ہر روش پر، ہر ادا پر، ہر جگہ — دیکھنا پڑتا ہے اندازِ نگاہِ یار کو

(۱۷) سہل ممتنع

سہل ممتنع سادگی و حُسنِ بیان کی اُس صنف کا نام ہے جسکو دیکھکر ہر شخص بظاہر یہ سمجھے کہ یہ بات میرے دل میں بھی تھی اور ایسا کہنا ہر شاعر کیلئے آسان ہے مگر جب خود کوشش کرکے ویسا لکھنا چاہے تو نہ لکھ سکے۔ مثلاً

میر ؎ اب تو جاتے ہیں بتکدے سے میر — پھر ملینگے اگر خدا لایا

سہ آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
ہو گئے خاک انتہا ہے یہ

سہ میرؔ ان نیم باز آنکھوں میں
ساری مستی شراب کی سی ہے

کچھ نہ سمجھے کہ تجھ سے یاروں نے
کس توقع پہ دل لگائے تھے

سہ جگر پہلو سے یار اٹھتا ہے
درد بے اختیار اٹھتا ہے

میرؔ سہ کیجے کیا کہ دل بھی تو مجبور ہے
زمیں سخت ہے آسماں دور ہے

کہیں جو تسلی ہوا ہو یہ دل
وہی بیقراری بدستور ہے

ولہ سہ نہیں وسواس جی گنوانے کے
ہائے رے ذوق دل لگانے کے

میرے تغیر حال پر مت جا
اتفاقات ہیں زمانے کے

اس کدورت کو ہم سمجھتے ہیں
ڈھب ہیں یہ خاک میں ملانے کے

دم آخر ہی کیا نہ آنا تھا
اور بھی وقت تھے بہانے کے

میرؔ سوزؔ سہ مرے دل کو داغوں نے گلشن کیا ہے ۔ ترے عشق نے جب سے مسکن کیا ہے

قائمؔ سہ بے لطف نہ زندگی بسر کر
گر اشک نہیں تو آہ سر کر

کچھ طرفہ مرض ہے زندگی بھی
اس سے جو کوئی جیا تو مر کر

تعمیر یہ گھر کی جا نہ اے دل
قائمؔ کی طرح دلوں میں گھر کر

ولہ سہ ایسی جو یہاں سے جائینگے ہم
پھر تجھکو نہ منہ دکھائینگے ہم

ایسا ہی جو دل نہ رہ سکے گا
ٹک دور سے دیکھ جائینگے ہم

جرأتؔ سہ شب ہجراں نہیں ٹلا ہے یہ
صبح ہوتی نہیں بلا ہے یہ

مصحفیؔ سہ شاہد رہیو تو اے شب ہجر
جھپکی نہیں آنکھ مصحفیؔ کی

ولہ سہ دیکھا اس کو اک آہ ہم نے کر لی
حسرت سے نگاہ ہم نے کر لی

جب اس نے چلائی تیغ ہم پر
ہاتھوں کی پناہ ہم نے کر لی

نخوت سے جو کوئی پیش آیا
کج اپنی کلاہ ہم نے کر لی

میر حسنؔ سہ غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو
کیا غضب کرتے ہو ادھر دیکھو

دیکھنا زلف و رخ تمہیں ہر وقت
شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو

گل ہوئے جاتے ہیں چراغ کی طرح | تجکو شک جلد آنکر دیکھو
غالب سے می کرتے ہو کیون رقیبون کو ۔ اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا
ہے خبر گرم اُنکے آنے کی | آج ہی گھر میں بوریا نہوا
سے قطع کیجیے نہ تعلق ہم سے | کچھ نہیں ہے تو عداوت ہی سہی
یاس سے جبیں جائے رسا | گر نہیں وصل تو حسرت ہی سہی
ولہ سے ہو چکین غالب بلائیں سب تمام | ایک مرگ ناگہانی اور ہے
سے جانتا ہون ثواب طاعت و زہد | پر طبیعت ادھر نہیں آتی
سے دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے | آخر اس درد کی دوا کیا ہے
ہم ہیں مشتاق اور وہ بیزار | یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے
ہم کو اُن سے وفا کی ہے امید | جو نہیں جانتے وفا کیا ہے
سے کب وہ سنتے ہیں کہانی میری | اور پھر وہ بھی زبانی میری
سے منحصر مرنے پہ ہو جس کی امید | ناامیدی اس کی دیکھا چاہیے
سے بک رہا ہون جنون میں کیا کیا کچھ ۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی
جب توقع ہی اٹھ گئی غالب | کیون کسی کا گلا کرے کوئی
لا اعلم سے بیخودی میں بتا دیا ہمنے | بات ظالم نے پوچھ لی دل کی
مومن سے اثر اس کو ذرا نہیں ہوتا | رنج راحت فزا نہیں ہوتا
تم ہمارے کسیطرح نہوئے | ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا
تم مرے پاس ہوتے ہو گویا | جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا
ولہ سے اگر غفلت سے باز آیا جفا کی | تلافی کی بھی ظالم نے تو کیا کی
تسلیم سے مرتے حسن جانفزا کے لئے | ملگئے خاک میں شفا کے لئے
رشکی سے ہے بلا اگر نہیں منظور | ابر کیون بار بار آتا ہے
حالی سے رنج اور رنج بھی تنہائی کا | وقت پہنچا مری رسوائی کا
ولہ سے حق وفا کا جو ہم جتانے لگے | آپ کچھ کہہ کے مسکرانے لگے

سخت مشکل ہے شیوۂ تسلیم — ہم بھی آخر کو منہ چرانے لگے
جی میں ہے لوں رضائے پیر مغاں — قافلے پھر حرم کو جانے لگے

ولہ — دھوم تھی اپنی پارسائی کی — کی بھی اور کس سے آشنائی کی
کیوں بڑھاتے ہو اختلاط بہت — ہم کو طاقت نہیں جدائی کی
نہ ملا کوئی غارت ایماں — رہ گئی شرم پارسائی کی

ولہ — کر دیا خوگر جفا تو نے — خوب ڈالی تھی ابتدا تو نے
دور پہنچی تھی اپنی آزادی — پر خدا جانے کیا کیا تو نے

ناظم رامپوری — دوست بنکر ہمیں بناتے ہیں۔ دعوی دوستی ہنسی سے ہے
میرا انکا معاملا ناظم — کچھ جدا ڈھنگ دوستی سے ہے

سالک دہلوی — تنگدستی اگر نہ ہو سالک — تندرستی ہزار نعمت ہے

سحر لکھنوی — ہمیں کیا جو تربت پہ میلے رہے۔ یہ سب کچھ ہوا ہم اکیلے رہے

امیر مینائی — ہے آج جو سرگذشت اپنی — کل اس کی کہانیاں بنیں گی

مضطر — اپنے قول وفا کو بھول گئے — تم تو بالکل خدا کو بھول گئے
انکی باتوں کو یاد کرتا ہوں — جو مری التجا کو بھول گئے
اُن سے دو دن بھی چاہ نبھ نہ سکی — مضطر بینوا کو بھول گئے

چکبست لکھنوی — شجر سکتے میں ہیں خاموش ہیں بلبل نشیمن میں — [illegible] گلشن

مست بنارسی — یہ مانا کہ ہم کو فنا کیجیے گا۔ ہماری محبت کو کیا کیجیے گا
وہ ابرو یہ کہتے ہیں معلوم ہوگا — جب اس تیغ کا سامنا کیجیے گا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان قائم

پھر کے جو وہ شوخ نظر کر گیا
تیر سا اک دل سے گذر کر گیا

خاک سا اک ڈھیر سر رہ ہوں میں
قافلۂ عمر سفر کر گیا

خلد بریں اُس کی ہے واں بود و باش
ہاں کسی دل بیچ جو گھر کر گیا

چھپ کے ترے کوچے سے گذرا میں ولیک
نالہ اک عالم کو خبر کر گیا

تا بفلک نالہ تو پہنچا تھا رات
میں ہی کچھ اللہ کا ڈر کر گیا

جوں شرر کاغذ آتش زدہ
شام غم اپنی میں سحر کر گیا

پوچھ نہ قائم کہ کٹی کیونکہ عمر
جوں ہوا یکچند بسر کر گیا

دل یاد ہیں وہ دن کہ تجھے ناؤ نوش تھا
ساغر ترے جو خون جگر گرم جوش تھا

اے ابر اپنے گریے میں جس وقت جوش تھا
جو قطرہ اشک کا تھا سو طوفان خروش تھا

کس کی نگاہ گرم تھی گلشن پہ اے نسیم
شبنم سے برگ گل لب تبخالہ پوش تھا

کیونکر کہوں میں کس نے مراد دل کباب
ہر ایک تیری چشم ہی سا بادہ نوش تھا

واشد کی بعد یاس میں دیکھا نہ کچھ سنا
جوں غنچہ گو کہ پاس مرے چشم و گوش تھا

کیوں نوحہ گر کہ خاک پہ میرے ہو گرم شور
تھا اک جرس اے گور سو وہ بھی خموش تھا

قائم تو اپنی ہستی نہ سمجھا کہاں تلک
اے خانماں خراب کوئی یہ بھی ہوش تھا

ہر دم شرار و برق سے کیتا ارض کیا سما
ہر ایک ترے منہ پہ تبسم فروش تھا

جلوہ جا ہے ہے اُسے اُس بت ہرجائی کا
نہ پریشان نظری جرم ہے بینائی کا

چھوڑ تنہا مجھے [illegible] گذری
غم جنہیں آٹھ پہر تھا مری تنہائی کا

[illegible] ہے ملک کو جو نام سے سبحان اللہ
کام پہنچا ہے کہاں تک [illegible] رسوائی کا

کوچہ گردی دل مجنوں نے مرے کی ایجاد
مبتذل جان کے ڈھب بادیہ پیمائی کا

کس بھروسے پہ دلا ہم کو تجا تھا تو نے
ابھی منہ سے تجھے دعویٰ تھا شکیبائی کا

صحن صحرا کو سدا اشک سے کرنا چھڑکاؤ
بس دوانا ہوں میں قائم تری سودائی کا

عہدے سین تیرے یار ہم آیا نجائیگا — یہ ناز ہے تو ہمسے اٹھایا نجائیگا
دل کو نہ صرف گریہ کرا اے چشم اشکبار — ایسا رفیق ڈھونڈے سے بھی پایا نجائیگا
ڈھاتا ہو کعبہ کونسی یہ جائے غم ہے شیخ — کچھ قصر دل نہیں کہ بنایا نجائے گا
ناصح وہ فکر کر کہ سلامت رہے یہ جیب — اور پھٹ چکا تو پھر سے سلایا نجائے گا
چاہیے ہی دو ہو دل کو تو اتنا سمجھ رکھو — گر پھر طلب کروگے تو لایا نجائے گا
مجرم ہوں وہ کہ سامنے قیامت کے دمیں ایک — نامہ مرے عمل کا دکھایا نجائے گا
اے چشم اشکبار تنک سی صرف کر — کتنا ہے یہ جہان کہ ڈبایا نجائے گا
قائم خدا ابھی ہو نیکو جو جانتے ہیں ننگ — بندا الو ان کے پاس کہایا نجائے گا

میں خوب اہل جہان دیکھے اور جہان دیکھا — پر آشنا کوئی دیکھا نہ مہربان دیکھا
ہمیشہ منع کرتا تھا باغ سے ہمکو — سو حال اب گل و گلشن کا باغبان دیکھا
سنے کو دیکھیے یہ ہم دیوین کسطرح ترجیح — خدا کو ہمنے سنا ہے تمہیں بتان دیکھا
نجانے کونسی ساعت چمن سے بچھڑے تھے — کہ آنکھ بھر کے نہ پھر سوئے گلستان دیکھا
طلب کمال کی کوئی نہ کیجیو زنہار — کہ میں یہ کر کے فضولی بہت زیان دیکھا
میں وہ اسیر قفس ہوں کہ عمر بھر جس نے — نہ سیر باغ کی نہ رو کے آشیان دیکھا
برنگ غنچہ بہار اس چمن کی سنتے تھے — پہ جون ہی آنکھ کھلی موسم خزان دیکھا
نہ کہتے تھے تجھے قائم کہ دل کسیکو نہ دے — مزا کچھ اس کا بھلا تو نے اے میاں دیکھا

غرور مجھکو نہیں فیض بیگناہی کا — امیدوار ہوں میں رحمت الہی کا
نہ کر غرور تو منعم کہ ایک گردش میں — فقیر کا سا پیالہ ہے تاج شاہی کا
ہمیشہ خوف میں رہ دل تو گو ہے بے تقصیر — بہانہ [illegible] کہیں تجھسے بیگناہی کا
کہاں ہے دیدہ [illegible] — کریں علاج ہم اس اپنی روسیاہی کا
[illegible] کہ اب بقیہ عمر
فلک جو دے تو خدا کی تو اب نہ لے قائم — وہ دن گئے کہ ارادہ تھا پادشاہی کا

میں نہ وہ ہوں کہ تنک غصے میں ٹلجاؤنگا — ہنس کے ٹک بات کہو گے تو بہل جاؤنگا
ہمنشین کیجیو تقریب تو شب باشی کی — آج کر نشہ کا حیلہ میں مچل جاؤنگا

دیکھ سکتے نہیں کیوں مجھکو وہ خفاش مزاج — میں تو خورشید لب بام ہوں ڈہل جاؤنگا
اشک کی طرح تھی یاں مجھکو ہر اک چشم میں جا — کب یہ معلوم تھا یوں خاک میں رل جاؤنگا
شعلہ خوابی سے جوں شمع گرفتہ ہوں لیک — سر پہ جب آن کھڑا ہوگا پگھل جاؤنگا
شور محشر سے ہے پروا مجھے کیا اے واعظ — اپنے ہمراہ لئے دل سا خلل جاؤنگا
بسکہ مجھ سے پہونچے ہے جوں ہند میں طوطی قائم — آگے سودا کے میں لیکر یہ غزل جاؤنگا

بیدماغی سے نہ اس تک دل رنجور گیا — مرتبہ عشق کا یاں حسن سے بھی دور گیا
آہ پہلو میں سے میرے دل رنجور گیا — تا کجا ضبط نفس کیجیے کہ مقدور گیا
نیشتونکے دکھ سے تنگ ہے مرا دل اے عشق — چھیڑنے کو تو محبت خانہ زنبور گیا
جس جگر سے کہ یہ دل نوک مژہ تک پہونچا — کب سر دار پہ اس دھوم سے منصور گیا
سرسری جسکو خبر تیری صبا سے پہونچی — گل کی مانند وہ اس باغ سے مسرور گیا
رہ گئی بانگ درا آخر سے اے قیس مگر — ناقہ محمل لیلی کہیں اب دور گیا
کان تک یار کے قائم مرے اس عالم سے — رفتہ رفتہ جو گذر جانیکا مذکور گیا
(ق) سنکے اتنا تو کہا حیف کہ اب دنیا سے — نازبرداری معشوق کا دستور گیا

مرے نزدیک دل سے درد پہلو دور بہتر تھا — عوض اس چشم کے ہوتا اگر ناسور بہتر تھا
گیا وہ دار پر آوارہ لیکن سے مژگاں کی یہ گذرا — خدا ہی جانے اب دل خوب یا منصور بہتر تھا
نہیں کہتا میں دل خوباں سے مطلق ترک صحبت کر — پر اس فرقے سے کم ملتا تو تا مقدور بہتر تھا
میں دیکھا خاک تھا باطن ترا گو ہو بہت معمور — بظاہر گرچہ نظروں میں ترا رنجور بہتر تھا
ہر ایک سے راز دل کہکے تو یاں رسوا ہوا قائم — بھلا اے بے خبر یہ بھی کوئی مذکور بہتر تھا

کب میں کہتا ہوں کہ تو ... — لیکن اتنی تو عقوبت کا سزاوار تھا
آہ کس سے اشک کیا ہوگا مرا راز تو فاش — جز ترے اور کوئی محرم اسرار نہ تھا
شب جو بیمار تھے ہی اسکی کف پا کو میں چشم — ہائے نہ خیریت اسمیں کہ وہ بیدار نہ تھا
دیکھ نمعلوم طبیعت تھی تری کس وقت شتاب — جز ہمہ ریجیز کا شب کوئی طرفدار نہ تھا
جیا اس گرچہ کہ میرے پہ جو بہیجا تو سنے — ترے کوچے میں مگر رخنہ دیوار نہ تھا

لے گیا خاک میں ہمراہ دل اپنا قائم —— شاید اس جنس کا یاں کوئی خریدار نہ تھا

موسم طرب کے گذشتوں کا لکھنے میں کہنچا —— شراب اعدون نے پی اور خمار ہم کہنچا

طراز کلک قضا اور بھی تو ہے مشہور —— پہ تجھ سا صفحۂ ہستی پہ نقش کم کہنچا

طریق عشق میں کہہ بوالہوس سے جائیں ہی سر —— بھلا ہوا کہ تو اس راہ سے قدم کہنچا

خلش تھی مد نظر جسے زنگیر وان کو —— سو جنے ہاتھ ہی لکھنے سے یک قلم کہنچا

مری بیاض ہے قائم مشابہ خط سبز —— ز بس میں لکھ کے ہر ایک بیت پہ قلم کہنچا

درد دل کچھ کہا نہیں جاتا —— ہائے چپ بھی رہا نہیں جاتا

روبرو میرے غیر سے تو ملے —— یہ ستم تو سہا نہیں جاتا

ہر دم آنیسے میں بھی ہون نادم —— کیا کرون پر رہا نہین جاتا

مانع گریہ کسکی خو ہے کہ آج —— آنسوؤن سے بہا نہین جاتا

گرچہ قائم اسیر دام ہون لیک —— مجھ سے یہ چہچہا نہیں جاتا

دل رات کسکی یاد تھی کیسا ملال تھا —— صدقے میں کچھ تو بول کہ کیا تجھ یہ حال تھا

شب درد دل نے شرم رکھی ورنہ مثل شمع —— جس طرح جوش گریہ علی الاتصال تھا

پیغام اشتیاق تو اسکو دیا میں لیک —— یارب وہی وہ سمجھے جو میرا مآل تھا

ہم بھی ہر طرح تری دوری میں دلشاد کیا —— ہچکی گر آئی تو سمجھے ہیں کہ تین یاد کیا

کہتے ہیں یاد میں تری وہ ہوا جاتا ہے —— بھول کر بھی نہ کبھو تو نے جسے یاد کیا

جیسے بے بال و پر اب جائیں کدھر اے صیاد —— کاش تیں ذبح کیا ہوتا کہ آزاد کیا

چھوٹ کر دام سے ہم گرچہ رہے گلشن میں —— پر تری قید کو صیاد بہت یاد کیا

کوہ اور دشت میں بھی ہم نے بسر کی آسودہ

کس جگہ بیٹھے ہیں قائم تجھے اے خانہ خراب —— جانے کو تنے جنگل کو تو آباد کیا

وہ عالم سے مرے اتنا نہ بیخبر ہوتا —— اگر مرا اثر آہ نامہ بر ہوتا

میں اس چمن سے اور یہ مجھے چمن گیا —— لے دل میں اپنے حسرت سرو و سمن گیا

شیرین تو ساتھ خسرو کے ہون چاہے کہ معاش —— پتھر تہا تری چھاتی پہ سو کوہکن گیا

سلے تاب ضبط نالہ کہیں منصفی بھی ہے   کب تک رکون میں آہ کلیجا تو چھن گیا
تو صد تو کشتو نکے ہیں ہر اک سمت لگ چکے   لیکن یہ اب تلک نہ ترا بانکپن گیا
ظالم تو میری سادہ دلی پر تو رحم کر   روٹھا تجھی سے آپہی اور آپ من گیا
اے گردش زمانہ تری کج روی کے بیچ   یکسر لوازم منہ سے شعر و سخن گیا
سودا تو اپنے حال میں مدت سے مست ہے   قائم رہا تھا ایک سو اپنے وطن گیا

ہم ہیں جنہوں نے نام چمن پو نہیں کیا   آئی صبا جدھر سے ادھر رو نہیں کیا
ہم ہیں ہوائے وصل میں اس گل کے دربدر   جسکا صبا نے طوف سر کو نہیں کیا
وہ خوبرو ہے کون سا جگ میں فرشتہ وش   دو روز ملکے ہم سے بدخو نہیں کیا
اے تیغ پھر قریب ہے شام شب فراق   یہ مرحلہ تو اب تئیں یکسو نہیں کیا
قائم کو اسطرح سے تو دیتا ہے گالیاں   جس کو کسی نے آج تلک تو نہیں کیا

ہے فصل گل نہ روئیے گریبان دیکھنا   جو کچھ کہ ہے بہار سو ٹک مان دیکھنا
جب تک ہے مثل آئینہ امکان دیکھنا   دکھلائے جو فلک سو مری جان دیکھنا
پل مارنے کرے ہے اشارہ ہمیشہ متہم   ٹک اس ستم ظریف کا بہتان دیکھنا
بہتر ہے کوئے یار سے رخصت ہوا تو قتل   باقی جو زندگی ہے تو پھر آن دیکھنا
سر سے کفن کو باندھ کے آیا ہے تجھ تلک   عاشق کا اپنے ٹک سر و سامان دیکھنا
شاید کہ دل مرا بھی کہیں ہووے اے نسیم   کوچے کی اسکی خاک تو ٹک چھان دیکھنا
قائم قدم سنبھال کے رکھ کوئے عشق میں   یہ راہ ہے بیطرح مری جان دیکھنا

قدم تو کسکا ترے کو میں پھر گیا ہوگا   گیا بھی ہوگا کسیکا تو سر گیا ہوگا
[illegible] ہے [illegible]   بن آ تو [illegible] گر گیا ہوگا
نکلتے زلف کے کوچے سے دل میں دیکھا تھا   غبار خط میں کہیں آکے گھر گیا ہوگا
کرے تھا اپنا قدمبوس آپ شب قائم   تری گلی میں کہیں یار پھر گیا ہوگا
گلی سے اس کے جو قائم کو لائے ہم تو کہا   یہ [illegible] نقش ہے ابتک کہ پھر گیا ہوگا

رہتے ہیں میرے دلبر اکثر ہزار سودا   میں ہی ہوں جو سنا تھا اک سر ہزار سودا

جوں زلف یار ہوں میں سرتاقدم پریشان
ہر موکی بلا مجھ دل پہ ہزار سودا

قائم ترے سخن کو شوخی میں مانتا ہے
ظاہر میں تجھسے ناخوش گو ہے ہزار سودا

گو تغافل سے میرا کام ہوا
پر بھلا تو تو نیکنام ہوا

اب ترے آونے کا کیا حاصل
کام اپنا تو بس تمام ہوا

چپ سی کچھ لگ گئی اسے جو کوئی
تجھ سے اک بار ہمکلام ہوا

کیونکہ تجھ قید سے چھٹیں جنکو
سر بہ ہر تار زلف دام ہوا

کب تلک آہ و نالہ بس اے دل
خواب ہمسائے پہ حرام ہوا

ظلم تھا خاص از پئے عاشق
سو بھی تجھ عہد بیچ عام ہوا

کل کی شب اس طرح کٹی قائم
آج کا روز پھر شام ہوا

مرے دماغ سے مانوس ہے شمیم صبا
کسی کے کوچے سے آئی مگر نسیم صبا

قفس سے مشت پر اپنے تو باغ تک لیجا
ولے کہاں ہے وہ اب الفت قدیم صبا

گل شگفتہ ذی روزہ ہوں میں گلشن میں
زیادہ باد خزاں سے ہے مجھکو بیم صبا

ہوا سے آہ کے چمکا ہے سوز داغ مرا
مدد نے باد کی روشن کیا چراغ مرا

ہوا نہ بہرہ کبھو یاں بہار سے اسکو
خزاں کیواسطے گویا بنا تھا باغ مرا

گیا ہوں ہیں میں اپنے طریق سے قائم
کہ جستجو ہے کوئی پا سکے سراغ مرا

جب سنگ آستانہ ترا تکیہ گاہ تھا
ہمکو بھی کوئے عشق میں اک عز و جاہ تھا

کیوں ہمنشیں وہ دن بھی عجب دن تھے جن کو
اس سنگدل کے دل میں مرے دل کو راہ تھا

گذرا وہ شب پہ ڈر سے نہ مارا کبھو نہ دم
عالم اگرچہ ہر سر رہ دادخواہ تھا

ویران سرائے سینہ سے آتی ہے بوئے انس

جیتا ہی ہو خبر کر صدقے قائم پہ تجھ بغیر
احوال اس جوان کا نہایت تباہ تھا

عیش و طرب کہاں ہے عجم دل کدھر گیا
صدقے میں اس گذشت کی سب کچھ گذر گیا

کیا کہیے نالہ اپنی غم کی خبر ابیان
گر شب میں دلکو جمع کیا جی بکھر گیا

آئے بھی فصل گل تو ہمیں کیا کہ ہمنشیں
جس دل میں کچھ ہوا تھی سو اب ملک دگر گیا

ہنس ہنس کے ڈالتا ہے یہ کس کے گلے میں ہاتھ   کیا تجھکو وہ معاملۂ شب کا بسر گیا
قائم معاملوں سے ترے زندگی ہے شاق   اے ننگِ روزگار کہیں تو نہ مر گیا

ہے رات کو چین ہے نہ دن کو تاب   دل ہے یارب کہ پارۂ سیماب
جائے بود و نہیں یہ بحرِ جہان   خانہ بر دوش رہ تو مثلِ حباب
دل کے تابع ہیں جو ہوا سو کیا   ہم سمجھتے نہیں عذاب و ثواب
ہم دوانوں کو بس ہے پوشش سے   دامنِ دشت و چادرِ مہتاب
اب کہاں ہے کدھر ہے اے ناصح   یہ بھی تھا مقتضائے عہدِ شباب
دل گنوانا تھا اس طرح قائم   کیا کیا تو نے ہائے خانہ خراب

افشا نہوئے کیونکہ بھلا رازِ عندلیب   ہو وے جب آہ و نالہ سے ہمرازِ عندلیب
نکلی اُدھر زبان سے ادھر جی نکل گیا   کیا جانئے کیا بلا تھی کہو یہ آوازِ عندلیب
پابندی کی وفا ہے سب اے گل وگرنہ خیر   باندھے ہیں کن نے یان پہ پروازِ عندلیب
مدت رہا ہے داغ کا میرے وہ ناقبول   جس مصرعہ صفیر پہ ہے نازِ عندلیب
قائم دکھائیے تجھے گل کا شکوہ و شان   آجائے گر وہ خانہ براندازِ عندلیب

ہو گر ایسے ہی مری شکل سے بیزار بہت   تم سلامت رہو ڈھونڈ سے کے خریدار بہت
ہمدگر جب خفگی آئی تو جھگڑا کیا ہے   ہم کو خواہندہ بہت ہم کو طرحدار بہت
آج کے رونے میں دل ڈوب چلا تھا لیکن   نالۂ دل نے رکھا مجھکو خبردار بہت
شیخ مجھکو نڈرا گور کی اندھیاری سے   ہجر کی کاٹی ہیں میں نے تو شبِ تار بہت
دیکھئے اب کی تپ عشق سے کیونکر بچتے   غالب آیا ہے طبیعت پہ یہ آزار بہت
یہ کہو قتل [illegible] کس [illegible]   اندلون ہاتھ میں تم رکھتے ہو تلوار بہت
قائم آیا ہے مجھے رحم جوانی پہ تری   مر چکے ہیں تجھ سے آزار کے بیمار بہت

شعلہ ہو دل سے گذرا آخر شرارِ الفت   باقی ہیں داغ کتنے اب یادگارِ الفت
قائم نہ کیجیو ہرات ہر بات کی سی تو یان   اے بیخبر نہایت نازک ہے کارِ الفت
مت پوچھ گر یہ خون کا ہے میرے کیا باعث   سبب تو اور نہیں کچھ مگر ترا باعث

نہ جرم ہم اسکا ہے ثابت نہ کچھ مری تقصیر   خدا ہی جانے کہ رنجش کا کیا ہوا باعث
رہا میں اس سے گزشتہ اک عمر تک لیکن   کیا جو خوب تامل تو کچھ نہ تھا باعث
دو چند گریے کی بتر یدسے ہوئی تپ عشق   زیادتی کی مرض کے ہے یاں دوا باعث
کبھو کھلا نہ دم سرد سے یہ دل قائم   اگرچہ کھلنے کی غنچے کے ہے صبا باعث
اے وہ کہ تو کرے ہے بیزار کا علاج   جز مرگ کچھ بھی ہے تیری بیمار کا علاج
جائے نمک جو سودۂ الماس آئے ہاتھ   بہتر ہے اسلیے کیا دل افگار کا علاج
اے ضبط گریہ رو دیئے کیونکر نہ اب لہو   کچھ ہو سکا نہ دیدۂ خونبار کا علاج
قائم لگے ہیں روگ بہو دنیا اُنکے ساتھ   بہتر تو ہے جو کیجیئے دو چار کا علاج
وقت کہو تا ہے تو دل مفت میں تدبیر کے بیچ   آپی ہوگا جو لکھا ہے ترا تقدیر کے بیچ
گرچہ ہوں بیچ میں دریا کے ہوں   جیسے رہتی ہے صدا حلقۂ زنجیر کے بیچ
تشنہ لب مر گئے کتنے ہی ترے کوچے میں   ظاہرا آب نہتی کچھ دم شمشیر کے بیچ
ناصحا پوچھ نہ احوال خموشی مجھ سے   ہے یہ وہ بات کہ آتی نہیں تقریر کے بیچ
دیر آنا بھی ہے اک لطف نہ یا اتنا ظالم   جی ہی جاتا ہے اک شخص کا تاخیر کے بیچ
بس کرا ے گریہ روزانہ ترے مالے اب   کچھ ہوا آہ کے اثر نالہ شبگیر کے بیچ
کر تردد بھی تو قائم جو ملے دولت فقر   جس کو تو ڈھونڈتا ہے ہے کیا خاک اکسیر کے بیچ
لوٹنا خون میں گلستان کی طرح   کہہ تو اے دل یہ ہے کہاں کی طرح
بیکسی اپنی کس کو سونپ مروں   میں تو رکھتا تھا اسکو جاں کی طرح
مشق بلبل نے ایک مدت کی   پر نہ آئی مری فغاں کی طرح
آگے صیاد کے تو کہیو نسیم   جو ہو [illegible] آشیاں کی طرح
جائے یک زخم نہیں مرے تن پر   لوں [illegible] ہے یہ امتحاں کی طرح
اب تو جو ہوئی ہو سو ہو قائم   کھپ گئی دل میں اس جوان کی طرح
کیفیت شب جاگنے سے کچھ ہوتی ہے صبح   حسن نور شمع کب اسطرح دکھلاتی ہے [illegible]
عجب مزہ چیز ہیں خوبان ہیں اگر گستاخ   تمام لطف ہے شوخ میں ہیں یہ گستاخ

چمن زمانے کا غافل محل عبرت ہے
جو آگیا ہے تو یاں سے تو مت گزر گستاخ

ادب سے آدمی آنکھوں میں خوب لگتا ہے
مگر بفرق خوباں ہو مثل قدر گستاخ

نہ کیجیو کبھی طوفان گریہ آنکھوں سے
جو طفل اشک کو کرتی ہے چشم تر گستاخ

شگفتہ دل میں ادب سے رہوں نسیم صفت
رکھے قدم پہ تری زلف شوخ سر گستاخ

بتاں کے ربط سے قائم خلل ہے حرمت میں
خدا کے واسطے اس قوم کو نہ کر گستاخ

کچھ آج دل پہ یہ وحشت کا زلزلہ ہے صیاد
ترے قفس سے چمن مجھ پہ تنگ ہے صیاد

اثر تو نالے کا میرے خدنگ سے ہے صیاد
بجانے پر ترا دل کون سنگ ہے صیاد

ہوا ہے تار نفس رشتۂ پر پرواز
ہمیں تو زندگی قید فرنگ ہے صیاد

بہار چشم تمنا خزاں ہوئی لیکن
ہنوز وحشت دل کو ترنگ ہے صیاد

گئی بہار خزاں آئی گل ہوئے پامال
مری رہائی میں اب کیا درنگ ہے صیاد

قفس میں تنگ نہیں میں ہی صرف اے قائم
کرے ہی نالہ و افغاں سے تنگ ہے صیاد

نہ غم اس کے نے لیا دل کو نہ کی جان پسند
اور کیا چیز ہے گھر میں جو ہو مہمان پسند

دل کی آنکھیں سے یہ نقش ہے جا پر کہ کہیں
آگئی پھر کسی کافر کی کوئی آن پسند

آہ کیا پیشہ کریں ہم کہ بجز مہر بتاں
اپنے جیکو تو نہ آیا کوئی عنوان پسند

واسطے اس دل کہ اسباب طلب سے مطلق
آہ اس سر سے کہ اصلا نہیں سامان پسند

گو کہ قائم پہ کہے فرد ہوں میں [illegible]
پر سخن چاہیئے ایسا کہ ہو دیوان پسند

زبسکہ ہے مری تحریر سے بجان کاغذ
صریر خامہ سے کرتا ہے نت فغاں کاغذ

لکھوں میں کیونکہ کتابت تجھے کہ لیتے ہیں
سوائے چشم سفید اب رہا کہاں کاغذ

[illegible] آکے پہنچا ہے [illegible]
[illegible] دیکھے ہے انتہاں کاغذ

کسے ہے پرچۂ خط سے ہمیں تو یاد ولیک
کدھر دیار میں تیرے قلم کہاں کاغذ

لگے ہے خاک سے مجھ تیرہ بخت کی گل یاس
ہو بعد جلنے کے جس طرح زرفشاں کاغذ

سفید اب کی ہیں بھیجو لکھا خط کہ تا اس کو
ہے انتظار سے مجھ چشم کی نشاں کاغذ

دو بار یار سے پہنچا نہ خط مگر قائم
ہوا قلمرو الفت میں کچھ گراں کاغذ

بے شغل نہ زندگی بسر کر
گر اشک نہیں تو آہ سر کر

دے طول امل نہ وقت پیری
شب تھوڑی سی ہے قصہ مختصر کر

کچھ طرفہ مرض ہے زندگی بھی
اس سے جو کوئی جیا تو مر کر

توڑا تو مرا جگر تو اے آہ
کچھ اس کے بھی دل میں اب اثر کر

کعبے کے سفر میں کیا ہے زاہد
بن جائے تو آپ سے سفر کر

تعمیر پہ گھر کی جان اے دل
قائم کی طرح دلوں میں گھر کر

بھلا اے ابر مژگاں ٹک تو بس کر
ابھی تو کھل گیا تھا تیں برس کر

نہیں کہتا میں دل ترک تمنا
پہ جتنی ہو سکے اتنی ہوس کر

لبوں پر آ رہی ہے جان صیاد
نہ دے چنگل میں ظالم مجھکو کس کر

ملے بس قافلے کو ہے بھٹکے
عبث مت شور اے بانگ جرس کر

فریب باغبان پر ہو کے غافل
نہ اے بلبل اکٹھی خار و خس کر

نہ ہے برداخت تیری اے صیاد
مرے ہم آب و دانہ کو ترس کر

بہار عمر ہے قائم کوئی دن
اسے جوں گل پیارے کاٹ ہنسکر

کس کی آنکھوں سے شب ہوا تھا دوچار
اب تلک کھینچتا ہوں رنج خمار

داغ اشک آستین سے اٹھتے ہیں
مفت جاتی ہے ہاتھ سے یہ بہار

ہم وہ آفت طلب ہیں کہ ہے جنکو
زخم شمشیر مرہم زنگار

یاد میں کسکے رات رویا ہوں
غرق خون ہے ہنوز جیب و کنار

دلکو دیتا ہے یوں کوئی پیارے
لیک کیا کیجئے خاطر سرکار

مجھ سے حیرت زدہ کی ... آگے
کچھ ہوئے ... اے ... اوس ساتر

تھی دعا اسمرتبہ یا ہیچ ... نائی اسقدر
آشنائی اسقدر نا آشنائی اسقدر

شغل امید کیونکہ ہمارا ہوا سبز
اس باغ میں کبھو نہوا برگ گاہ سبز

بوئیں کسی ہی طرح سے ہم تخم آرزو
ہونے کبھو نہ دے فلک روسیاہ سبز

ہووے نہ شام زلف کے آگے تری سفید
ہرگز نہ سامنے ہو ترے رخ کے ماہ سبز

آفت ادا کا ہے ترے عارض پہ معجزہ شعلے کے یاں جگہ سے اُگے ہے گیاہ سبز
ایسی بھی کیا ہے سر پہ ہمارے کلاہ فقر جس کے حضور ہو نہ کلے تاج شاہ سبز
مزرع مرے کو خشک سحاب کرم نہ دیکھ بل مانتے کرے ہے تری اک نگاہ سبز
روتے گئے ہیں گلی سے تری بسکہ اہل دل ہے انکے فیض چشم سے ہر خار راہ سبز
قائم تو درد دل سے نہایت ہے بیقرار ہوتا ہے کچھ سفید ترا رنگ گاہ سبز

آمادۂ خلش ہیں مرے عضو تن ہنوز کاوش طلب ہیں تیغ سے زخم کہن ہنوز
اکدم تو چین دے مجھے گلچین روزگار دیکھا نہیں میں سیر ہو دے چمن ہنوز
ہو جی غریب کیونکر جہان بیشتر کہ آہ جاتی نہیں ہے دل سے ہوائے وطن ہنوز
دامن نہ کھینچ خاک سے میرے تو شعلہ خو ہوں بیقرار ہے ہوس سوختن ہنوز
قائم نہ مجھ مزار پہ روتی ہے ایک شمع کرتے ہیں چاک گل بھی پڑے پیرہن ہنوز

میں ہوں سیر پہ کرتا ہوں سیر باغ ہنوز نیا ہی ایک آبلہ ہے دلے داغ ہنوز
شمیم زلف کا کس کے چمن میں تھا مذکور نسیم نکہت گل سے ہے بے دماغ ہنوز
میں بعد مرگ بھی قائم چھٹا نہ گردش سے ہے میری خاک سے اس بزم میں ایاغ ہنوز

خط آچکا پہ مجھ سے ہے تو بدگمان ہنوز نامہربان ہے کس لئے اے مہربان ہنوز
عالم سے حیف جس کے لئے کی میں دشمنی کرتا ہے دوستی کو مری امتحان ہنوز
جو وقت پر اُٹھے تھے سو منزل پہونچ چکے ہے مست خواب صبح مرا کاروان ہنوز
اک منچلا جو دل تھا سو ٹکڑے ہوا اُڑ گیا کس پر ہیں بیتری مژہ برچھیاں ہنوز
انکار بوسہ تونے جو قائم کیا تو کیا ہونٹوں پہ جم رہا ہے ترے رنگ پان ہنوز

صحت کا جی میں جاوے نہ آزار کی ہوس ناگفتنی ہے کچھ ترے بیمار کی ہوس
[illegible] ہو کر نہ چاک [illegible] دیا [illegible] [illegible] نکلی ترے گرفتار کی ہوس
کہہ عندلیب گل جو پھاڑا ہے پیرہن رکھتا ہے کس کے گوشۂ دستار کی ہوس
طوبیٰ کی چھاؤں تجھکو مبارک ہو زاہدا ہے اپنے دلمیں سایۂ دیوار کی ہوس
قائم تو دیکھ تیغ بکف اس کو منہ نہ موڑ مدت میں نکلی ہے دل افگار کی ہوس

یاں چشم تمام آب ہیں سارا جگر آتش — دل جائے سو کیدھر ادھر آب اور ادھر آتش
کیا جنس وفا جل کے یہ سینے میں ہوئی خاک — اس گھر کی طرح جس کو لگے بے خبر آتش
بیتابی کو ذرے کی ہو وان کونسی ارزش — مہر آپ کو کہتا ہے جہاں نعل در آتش
یہ دل بھی مرا وادی ایمن نہو موسیٰ — جرات سے طلب کیجو یہاں آن کر آتش
گستاخ نہو خاک نشینوں سے کہ قائم — دیکھی ہے چھپی سا کہہ میں ہم بیشتر آتش

کیوں تو صیاد کیا ہمکو گرفتار قفس — ہم نہ شایستہ تھے بسمل نہ سزاوار قفس
جب گھڑی کرتے تھے سودائے چمن بلبل کے — ہم زرد اغ عبث گرہ سے تجھے خریدار قفس

جی نکلتا تھا ہمیں یارب غرض — لیک کیا جانے یہ نکلے کب غرض
تجھسے ظالم کو کوئی دل دے سو کیون — فائدہ حاصل جہت مطلب غرض

بجھ کیسے کو کب ہو کاسۂ دراز دون سے انبساط — یعنی طمع نرکھ فلک دون سے انبساط
مانند غنچہ موجب آشفتگی ہوا — پہنچا کسی کے دلکو جو گردون سے انبساط
بجھ بن طلب خوشی کی ہے یوں دل سے مبتلا — لیلیٰ بغیر چاہیے مجنون سے انبساط
دیکھی تھی لب کہ رات حنا بندی مژہ — ٹپکا پڑے ہے دیدۂ پرخون سے انبساط
قائم کو تیرے قد سے خوشی کیون نہو کہ ہے — شاعر کے دلکو مصرع موزون سے انبساط

بن ترے لالہ زار سے کیا حظ — جوشش فصل بہار سے کیا حظ
تو ہی ساقی اگر نہیں تو ہمیں — بادۂ خوشگوار سے کیا حظ
وعدہ جھوٹھا بھی وہ نہیں کرتا — بس ہمیں انتظار سے کیا حظ
پونچھے آنسو نہ آستیں جو تری — دیدۂ اشکبار سے کیا حظ
ہیں یہ اپنے نصیب گر قائم — خوبی [illegible] نہیں گا [illegible] سے کیا حظ

گلون کے ساتھ تو بلبل ہے [illegible] — ہیں ہم اسیر جنہیں [illegible] لیے لبسب [illegible]

یون جلے آ کے پتنگے سا تماشائی شمع — آگ لگیو تجھے اے انجمن آرائی شمع
راز دل سوختگاں کیونکہ چھپائے سے چھپے — ہو ق ہے پردۂ فانوس میں رسوائی شمع
فکر بیتابی پروانہ کرے کون کہ یاں — آپ ہی رشتے میں ہے پیچ گیرائی شمع

شب کو جی دست اندھیرے میں تم آئے ہو یہاں　　آپ کے دامن سے گر اب ہو منگوائی شمع
آہ پروانے کو تو کچھ نہ سمجھا یا قائم　　ایسے گو خلق کی نظروں کا ہو بینائی شمع
آتش جلنے کی ہے تاب شروع　　تو بھی کر دیدۂ پر آب شروع
کیوں نہ ابتر ہو آنسوؤں سے چشم　　کی ہے لڑکوں نے یہ کتاب شروع
شب میں چاہا کروں کچھ اس سے سوال　　بن سنے ہی کیا جواب شروع
نام سنتے ہی اس کا کیوں قائم　　پھر کیا تو نے اضطراب شروع
جان بلب ہے دل بجھاؤں کس طرح سینے میں داغ　　نزع میں رنجور کے بالیں پہ لازم ہے چراغ
اس چمن میں دیکھیے کیونکر بسر ہو اے نسیم　　ہے مزاجِ نکہتِ گل شوخ اور ہم بد دماغ
ابر ہے ساقی کہاں اب جام اور مینا کدھر　　دل میں تا مستی میں گلشن کا [illegible] سراغ
ہم چلے اور باغبان گو ننگ ہو تجھ سے ولیک　　غنچۂ دل کو ہو بلبل کے بجز گل فراغ
ہم اسیروں کو نکر تکلیف گلگشت چمن　　کونسی باقی ہے اب دل میں ہوائے سیرِ باغ
جیتے جی قائم کے ہو کیونکر سخن یاروں کا سبز　　آگے بلبل کے کہے آتی ہے خوش فریادِ زاغ
کس بنا ہے دل پہ میرے جائے داغ　　شے نہ لے غم داغ پر بالائے داغ
خون ہوا دل غنچۂ لالہ کی طرح　　تا کجا کرتا رہوں اخفائے داغ
شعلۂ آتش کیوں نہ پہونچے عرش تک　　دل سے اٹھا ہے مرے دریائے داغ
کیا کہوں دوری میں تیرے کیا الم　　دیکھتی ہو چشمِ نا بینائے داغ
دل ہے قائم اشکِ صد سروِ چراغ　　ہجر میں اس گل کے اب سبز ہوئے داغ
کر امتحان ہو کے تو خونخوار یکطرف　　میں یکطرف ہوں اور تری تلوار یکطرف
انصاف ہے کہ غیر سے صحبت رکھے تو گرم　　بیٹھا رہوں میں مثلِ گنہگار یکطرف
[illegible] سے کہہ بیٹھے ہے پکار کر حال　　تم یکطرف [illegible] ہو تلوار یکطرف
نازو کرشمہ عشوہ و انداز اور ادا　　میں ایک طرف ہوں اتنے ستمگار یکطرف
کس بات پر تری میں کروں اعتبار ہائے　　اقرار یکطرف ہے تو انکار یکطرف
دیکھیں پر اس سے کون بھلا سالک لختِ دل　　میں ایک طرف ہوں ابر گہربار یکطرف

وقال اک سمت کو منہ سے ملیں ہیں خاک
سر پیٹتے پھریں ہیں خریدار یک طرف

دیکھا کبھو نہ اس دلِ ناشاد کی طرف
کرتا رہا تو اپنی ہی بیداد کی طرف

قاصد بتا ہے یار کے کوچے کا بسکہ خون
جاوے اگر تو اس ستم آباد کی طرف

کہتے ہیں گریہ خانۂ دل کر چکا خراب
آلگا ہے چشم اب تری بنیاد کی طرف

جس گل نے سن کے نالۂ بلبل اُٹھا دیا
رکھتا ہے گوش کب مری فریاد کی طرف

قائم تو بھی لگا کے نہ کہیو یہ ریختہ
ہونا پڑے گا حضرتِ اُستاد کی طرف

پاسِ اخلاص سخت ہے تکلیف
تا کجا خاطرِ وضیع و شریف

چشم و دل سے نہ تھی یہ چشم ہیں
کہ نہ گریے کے ہو سکیں گے حریف

مجھ سے تجھ بن کیا جو فصلِ ربیع
کب یہ اشجار سے کرے ہے خریف

یوں کبھو تو نے مجھے نہ دی ساقی
نائے حلقوم کو سمجھتے قیف

اپنے کو آپ وہ نہیں پاتے
فکر میں تجربہ کر کے تا ہیں جو ضعیف

کیوں نہ وا ہی ہو شعر قائم کا
ہے دو اسفے کی آخرش تصنیف

اے محنت آزمائے عاشق
جب خوش ہو کہ مر ہی جائے عاشق

قاتل کی طرف ہو نہ دعوا
بس ہے یہی خونبہائے عاشق

تلوار عبث وہ کھینچتا ہے
کافی ہے نگہ برائے عاشق

سودا بھی جفا پہ منہ نہ موڑا
رحمت ہے تجھے وفائے عاشق

شرمندہ نہ ہو نکل جگر سے
اے نالۂ نارسائے عاشق

ہجراں میں ہمی مر گیا نہ قائم
بس بس تو اور کہائے عاشق

ہر پردۂ زمیں میں جو طوفان ہے زیرِ خاک
کیا جانے کون یہ گریان ہے زیرِ خاک

جنت نصیب عشق کی دولت ہے ہم
[illegible] کے دل کے سیر گلستان ہے زیرِ خاک

آلودہ جان گرد کو ستم نہ پوچھ سہل
اکثر سنا ہے گنج تو پنہاں ہے زیرِ خاک

مدت ہوئی ہے نرگسِ شہلا کی ہے عیاں
دیدار کا ترے کوئی حیراں ہے زیرِ خاک

قائم خیالِ زلف میں جو کوئی مر گیا
تا حشر اس کی خاک پریشاں ہے زیرِ خاک

دل دیجے دیا میں تجھ کو جان تک
اب اور جگر کروں کہاں تک

آمادۂ سوختن ہوں یکبار
اے برق مرے بھی آشیاں تک

ہاں نالہ کہ ہے یہ وقت امداد
پہنچی تو ہے آہ آسماں تک

آہستہ ہو اے نسیم یک دم
ہمراہ ہیں ہم بھی گلستاں تک

قائمؔ جو ہے شمع بزم معنی (ق)
میں رات گیا تھا اُس جواں تک

پایا تو ہے ڈھیر آنسوؤں کا
دیکھا تو گداز استخواں تک

کوئی اب مرے مزار پہ لائے نہ لائے گل
ہیں داغ بیکسی کے جگر پر بجائے گل

آوارہ کر چمن میں مرے بال و پر نسیم
آئندہ تا نہ ہووے کوئی مبتلائے گل

بلبل نکر تو شور کہ ہم بھی اسیر ہیں
کل بیدماغ کرتی تھی تجکو صدائے گل

نالوں سے عندلیب کے آیا ہے جی بتنگ
کس نے مرے مزار پہ آکر چڑھائے گل

بلبل تو باغباں کا تغافل نظر میں رکھ
ہم بھی کسی زمانے میں تھے آشنائے گل

ہم بھی اسیر ہیں کہ ہوئے اس گھڑی رہا
جب مل چکی تھی خاک میں نشو و نمائے گل

قائمؔ وطن کے بیچ تو آسودگی نہ ڈھونڈھ
ہر خار گلستاں میں ہے ہیت پائے گل

کو شبِ عشق کہ ہو چارۂ افسردنِ دل
موت ہے شمع کی مانند ہمیں مردنِ دل

صبحِ خوں رات اُدھر عرش سے گذری تھی اگر
گریہ یکدم بھی تو ہو مانعِ خوں خوردنِ دل

تو نہ تا دیر و حرم تک بھی نہ جنبداں ہے گناہ
اپنے مذہب میں ہے کچھ کفر تو آزردنِ دل

ہاں شبِ غم نہ سحر ہو کہ بجھے گریہ سے
ہے عوض اشک کے اب دمدمۂ آوردنِ دل

کیونکہ دریا نہ بہیں خون کے انکھوں سے مرے
پنجۂ موجِ نفس ہے پئے افسردنِ دل

[illegible] تجھے اس [illegible]
[illegible] بھی کہیں ہوئے سے ہے بیداد بروں کردنِ دل

اب کی جو یہاں سے جائینگے ہم
پھر تجھکو نہ منہ دکھائینگے ہم

مشکل ہے نہ آؤں تجھ گلی میں
پر یہ بھی سہی نہ آئینگے ہم

ایسا ہی جو دل نہ رہ سکیگا
ٹک دور سے دیکھ جائینگے ہم

جینے ہی سے ہاتھ اٹھائینگے لیک
باتیں نہ تری اٹھائینگے ہم

اسیر ہی اگر ملیں گے تو غیب سے — قائم ہی نہ پھر کہاں ڈھونڈیں گے ہم

جب صبح پہ اپنی آ گئیں چشم — دنیا دریا بہا گئیں چشم
جوں اشک ہر ایک کے آگے رو کر — نظروں سے مجھے گرا گئیں چشم
تالا تھا میں شب بہ گریہ صبح — پر اٹھتے ہی جان کھا گئیں چشم
پیدا ہوئیں اس ادا کا قائم — دیکھا کہ وہیں لجا گئیں چشم

جوں نخل شمع کب ہیں رہیں بہار ہم — جز اشک و آہ رکھتے نہیں برگ و بار ہم
بے پہنچے تو صحن چمن تک ہیں نسیم — آمادۂ سفر ہیں برنگ غبار ہم
شب ہے ہمارے دل کو نہ کوئی کرے تیز — واقع ہوئے ہیں سب کے سیہ روزگار ہم
قائم جگہ ہے رونگی یہ حالت تباہ — (ق) اس صحن گلستان کے ہیں وہ نولگار ہم
کہتا صبا کے پاؤں کا سنکر برنگ بو — آغوش گل میں ہوتے تھے نت بیقرار ہم
کیا جانتے تھے ایک دن ایسی ہی ہوگی باد — اس مرتبہ کو ہونگے بے اقتدار ہم
گل کا تو وصل دور ہے امید انہو نیگا — جا بیٹھے گرچہ سینۂ خراشی کو خار ہم
کب شمع یاں تلک گئی سر سے گذر کہ ہم — رکھتا ہے کب پتنگ یہ سوز جگر کہ ہم
روکے ہے کون تیغ مری عشق نے کہا — بولا او مرے داغ جگر ہو سپر کہ ہم
بھاگیں ہے اشک گرم مرا آہ سرد سے — دیکھیں تو پہلے پہنچے ہے تو عرش پر کہ ہم
جوں شمع جلتے مرتے ہی گذری تمام عمر — رکھتا ہے کوئی ایسے ہی شام و سحر کہ ہم
قائم نہ کہتے تھے کہ نہ مل ان بتاں سے گرم — اب سنگ آستان سے تو ماتھے سر کہ ہم

میرا سا لب و لہجہ کہاں مرغ چمن میں — گل کترون ہوں سو رنگ سی میں طرز سخن میں
غربت میں مرا حال جو تو دیکھے [redacted] — [redacted] سے یاراں وطن میں
ہیں جیسے گل آشفتہ نہیں یہ مگر اے شوخ — بستا ہے کوئی دل تیرے زلفوں کی شکن میں
مانند نفس آپ سے جاتا ہوں میں ہر دم — اک عمر سے لاحق ہے سفر مجھکو وطن میں
اچھا تو ہے قائم کو دیا ہو یہ اسی طرح — یہ آگ کا شعلہ نہیں تو کہنے کا کفن میں
تجھ زلف ہی کے ہم نہ گرفتار ہے ہیں — اک عمر ان انکھوں کے بھی بیمار ہے ہیں

جون صورت آئینہ ترے محو جو رہے — گذرے ہے تو پیا سے پس دیوار رہے ہین
بیداری شب شیخ کی ثابت ہے ولیکن — کیا جانیے کس کام مین بیدار رہے ہین
تب بھی جنون ہاتھ اٹھاتا نہیں مجھسے — ہر چند گریبان کے کئی تار رہے ہین
یکہ ملنے جنون نے تجھے اے یوسف خوبی — ہر جان سے تا زیست خریدار رہے ہین
پوچھے ہے تو احوال خرابات کہ قائم — یک عمر ہم اس گھر میں بھی مختار رہے ہین

ہزار مہر ہیں مخفی تلاک کے کینے میں — کرے ہے رخنہ عبث خضر کب سفینے میں
جو ٹوٹ جاتے تنک یہ طلسم ہستی کا — ہزار گنج ہون ظاہر مرے دفینے میں
مجھ سے کے شیشہ دل کو شکیو اے بت مست — بجائے بادہ لہو ہے اس آبگینے میں
دئے ہیں تیغ نے ہمکو بھی اشک لخت جگر — ہیں گو کہ لعل مگر خلق کے خزینے میں
یہ جانتا میں نہیں ہون کہ دل ہے کیا قائم — پر اک خلش سی رہے ہے مدام سینے میں

قتل کرتا ہے ہمیں وہ بت طناز کہان — یاوری کرتے ہیں یہ طالع ناساز کہان
ہمسری اس قد رعنا سے ہے نے سرو غلط — تو بھی ہر چند ہے موزون پہ یہ انداز کہان
جب سے عمر کے تو تجھسے میں کرتا ہون گلہ — کرون شکوہ تری بیداد کا آغاز کہان
اور رخصت ہے بس اے خواہش گلگشت کہ اب — تاب رفتار کدھر طاقت پرواز کہان
غمزہ چشم نے مارا ہے مجھے اب تیرا — اے مسیح لب جان بخش ہے اعجاز کہان
قائم اس باغ میں بلبل تو بہت ہیں لیکن — دل کھلے نالے سے جس کے ہے وہ آواز کہان

کوئی مختار ہو یا کوئی مجبور ہمیں — ہم سمجھتے ہیں جہانتک کہ ہے مقدور ہمیں
پانون بھی اپنے ٹھہرتے نہیں مانند سرشک — دیکھیں لیجائے کدھر یہ سر پر شور ہمیں
اکثر اک خلش رہتی ہے سینے میں قائم — نہیں معلوم کہ کیا بات ہے منظور ہمیں

تا جامستی میں ناخوش دل احباب کرین — یکدو جام اور بھی ساقی کہ لبالب کرین
ہر طرف ظرف وضو بھرتے ہیں واعظ ہوئی صبح — ساقی اٹھ ہم بھی صراحی میں مئے ناب کرین
ابر رحمت سے ہو کیا مزرعہ امید دو چار — اول اس کشت کو ہم اشک سے سیراب کرین
کس دل باختہ سے ہے پارۂ خواہش کی تباہ — کیمیا ہو ہمسے جو ہم کشتہ سیماب کرین

جتنے اسباب تھے دنیا کے سو دیکھے قائم ــــ اب وہ ہو فکر کہ ہم ترک سب اسباب کریں

نہ دل بھرا ہے نہ اب نم رہا ہے آنکھوں میں ــ کبھو تھے سو دیے سو لہو جم رہا ہے آنکھوں میں
میں مر گیا ہوں پہ تیرے ہی دیکھنے کے لئے ــ حباب وار تنک دم رہا ہے آنکھوں میں
موافقت کی بہت شہریوں سے میں لیکن ــ وہی غزال ابھی رم رہا ہے آنکھوں میں
وہ محو ہوں کہ مثال حباب آئینہ ــ جگر سے اشک نکل تھم رہا ہے آنکھوں میں
لباس اشک ہے قائم تو جب تئیں آوارہ ــ وقار تب سے ترا کم رہا ہے آنکھوں میں

عمر دے بھی غرض اس دور میں بہت کم ہیں ــ ہاں مصیبت زدگاں کیوں نہ ہو آخر ہم ہیں

وہ ہے کون دن کہ ترے [illegible] گلی میں نہیں ــ ہے گیا ہم تجھ بن مر کہ اب تئیں بھی خبر نہیں
کرے کس طرح سے وہ سنگدل اثر [illegible] خستہ جگر ــ ہے مری طرف سے جو حرف سو ہے وہ آہ جس میں اثر نہیں
ترے ناز غمزہ کا اے سیاہ نہ ہوا کسی سے مقابلہ ــ جو کرے تھا سینہ سپر سدا سو اب اس جگر کو جگر نہیں
نہیں ایکدن ہی مراد وہ دن کہ جو شام سے نہیں تا سحر ــ ہے ہر ایک شب ہی تو یاں وہ شب کہ جسے جو تا سحر نہیں
ترے شعر شستہ کو قائم اب نہیں یاں کسی کی شناخت ــ جو اسے کہوں کہ یہ ہے گہر سو ایں صفا تو گہر نہیں

جوں شمع دم صبح میں یاں نے سفری ہوں ــ تک منتظر جنبش باد سحری ہوں
نے گریۂ شب ہوں میں نہ آہ سحری ہوں میں ــ جوں بانگ درا یک نفس بے اثری ہوں
دیکھا میں نہ گر سایۂ بازوئے شکستہ ــ حیران رہ رواں حسرت بے بال و پری ہوں
میں پیرہن اپنے میں سماتا نہیں جوں گل ــ جس وقت سے آمادہ پئے جامہ دری ہوں
جوں سرو کہاں تک جفا سے تجھے آزاد ــ مرہون ترا آپ سے میں اپنے بے ثمری کا ہوں
کیں کم ہوں سکندر سے اگر دیکھئے مجھکو ــ آئینہ صفت مالک خشکی و تری ہوں
جوں نقش قدم ہوں وطن گام تمنا ــ بالفرض ترے کی سے اگر میں سفری ہوں

اپنا قصور سعی سے ملتا جو تو نہیں ــ کیونکر ملے وہ جس کی تہیں جستجو نہیں
کیا ہو کہ جس کی دید سے خاطر ہو وہ محو ــ ہے گل میں آب و رنگ تو اس پاس بو نہیں

خوش رہ اے دل اگر تو شاد نہیں ــ یاں کی شادی پہ اعتماد نہیں
تیرے دامن تلک پہنچ نہ سکوں ــ خاک ہونے سے کچھ مراد نہیں

میں کہا عہد کیا کیا تھا رات — ہنس کے کہنے لگا کہ یاد نہیں
اے صبا دشت میں یہ سرگرداں — خاک مجنوں ہے گرد باد نہیں
تا کجا امتحان صبر کہ شوخ — طاقت دل سے کچھ زیاد نہیں
یار اگر چاہتا ہے تو اے قائم — جان کچھ دل سے تو زیاد نہیں
ایسے مصراع قد سے صد افسوس — معنئ مصرع مستفاد نہیں

ظالم تو یہ نہ جان کہ تجھ سے خفا ہوں میں — دل اپنا ہی جان نت وہی آشنا ہوں میں
اپنا مزاج تجھ سے بھی بڑھ کر ہے بے خبر — ایسا نہ سمجھیو کہ کہیں تیرا ہوا ہوں میں
جور سپہر دوری یاراں و درد عشق — جو کچھ کہ زیر چرخ ہے سو اب دیکھتا ہوں میں
ہوئے سو کیونکہ غیر لگے مجھ کو اعتبار — قائم بقول شیخ زر شہر دا ہوں میں

آئے خزاں چمن کی طرف گر میں رو کروں — غنچہ کرے ہے خوں کو صبا گر میں بو کروں
آنکھوں سے جائے اشک گریں گل چمن چمن — منظور گریہ گر میں تہ رنگ و بو کروں
کہتا ہے آئینہ کہ ہے تجھ سا ہی ایک اور — باور نہیں تو لا میں تجھے روبرو کروں
ابھی مرا گناہ بھلا بخش دو میاں — جو چاہو گے سو کیجیو گر پھر کبھو کروں
قائم یہ جی میں ہے کہ تقلید سے شیخ کی — ابھی جو میں نماز کروں بے وضو کروں

عالم میں ہیں اسیر محبت کے ہر کہیں — لیکن ستم کسو پہ نہیں اس قدر کہیں
ہوتی تھی چشم دید کو تیرے یہ جوں حباب — اپنے تئیں میں آپ نہ آیا نظر کہیں
رہنے دو میرے نقش کو ہو جائے تا غبار — لیجائیگی اوڑا کے نسیم سحر کہیں
مصروف ہے سب یہ بالش صیاد کا ترے — بلبل نہ پھر لو خوں سے تو بال و پر کہیں
رونق ہے تو گلوں ہی کو شبنم ادھر تو دیکھ — ٹکڑے ہوئے ہے اس طرح سے کسی کا جگر کہیں
کرتا تھا کل گلی میں وہ اپنی خرام ناز — قطعہ — اس میں جو آ کے پڑتی ہے مجھ پر نظر کہیں
کہنے لگا یہ دیکھ کے احوال کو مرے — ہے نام تو کسی کے تئیں یاں نہ ہے کہیں
کیا ہے تجھے یہیں دینی ہے اے عزیز — اتنا پڑا ہے ملک خدا جا کے مر کہیں
قائم یہ فیض صحبت سودا ہے ورنہ میں — قابل غزل سے میر کے آتا تھا پر کہیں

صحرا پہ گر جنون مجھے لاوے عتاب میں — کھینچے ہر ایک خار کو پائے حباب میں
اس شعلہ خو سے کسب حرارت کیے ہو داغ — ذرہ ہے جس کا سوز دل آفتاب میں
قاتل ہے تیرے ہاتھ میں زندگی عذاب — اتنی بھی کیا درنگ ہے کار ثواب میں
جوں موج مجھے موجب بیطاقتی بنو چھپ — یک عمر ہے کہ ہم نہیں اپنی اضطراب میں
قائم ہو کس طرح سے بہم ربط و اختلاط — وہ اس غرور ناز میں ہم اس حجاب میں

دم کو بھی ہم گرو نالہ شبگیر کریں — گاہ باشد کہ ترے دل میں یہ تاثیر کریں
آہ یکجا سے بھی یہ جیب نہ ثابت نکلا — تا ہوا خواہ مرے سینے کی تدبیر کریں
بو کی مانند نزاکت کا میں دیوانہ ہوں — خندۂ گل کی مجھے موج سے زنجیر کریں
محض دعوی خوبی ہے خط اس کا اے کاش — بوسہ چند کو گر اسکی مواہیر کریں
قید سے زیست کی ہرگز بھی چھوٹیں یارب — بے اجل مرنے میں ہم کچھ بھی جو تاخیر کریں
تا کجا کار جہاں دست فلک سے ہو تباہ — چاہیئے اس کو اب اس بزم سے تغیر کریں
ہائے قائم مجھے خوبان سے توقع یہ نہ تھی — قتل کر نعش کو بھی میری یہ تشہیر کریں

مجھسا کوئی جہان میں آشفتہ سر نہیں — ہے یوں تو زلف یار بھی پر اس قدر نہیں
شام شب مزار ہوئی صبح زندگی ؛ — لیکن شب فراق کو اب تک سحر نہیں
قائم تو اس طرح جو پھرے ہے خراب و خوار — اے خانمان خراب مگر تیرے گھر نہیں

ہمارے درد دل کو کب ستم ایجاد پوچھیں ہیں — ہم اپنے جی سے عاجز ہیں انہوں کو عیش سوجھیں ہیں
داشتہ کی دلگی اور کوئی راہ ہی نہیں ؛ — جز یہ کہ آہ کیجئے سو آہ بھی نہیں ؛

قبول عذر تو واں ہو جہاں ملال بھی ہو — بجان پاک صفایان جو کچھ خیال بھی ہو
میں ہوں کہ میرے دکھ پہ کوئی چشم تر نہو — مر بھی اگر رہوں تو کسی کو خبر نہو
اے وہ کہ خس سے شعلے کو کرتا ہے تو بلند — انصاف ہے کہ آہ میں میری اثر نہو
آوارہ مت لگے جانے سے آخر ہوئی ہیں اشک — طفلی میں یا الہی کوئی بے پدر نہو
بتیاب ہے دل اگر تو ہے عشق نو شیجاں — لیکن ٹک احتیاط کہ یار شور و شر نہو
قائم اسقدر جو ضروری ہے عرض شوق — کر تو ہی قصد گوشہ دامان ...

رہنے دے شب اپنے پاس مجھکو
اور روز سا نکر قیاس مجھکو

رہ جا کہ ہو لگا حال دل کا
آجائیں تنک حواس مجھکو

دل نازک و کار عشق درپیش
اتنا ہے نپٹ ہراس مجھکو

یارب گیا کون یاں سے مہمان
لگتا ہے یہ گھر اداس مجھکو

حیرت نے کیا ہے یک جہاں کا
جوں آئینہ روشناس مجھکو

کو جامہ خاک دلوں کہ قائم
سجتا تھا وہی لباس مجھکو

ٹک تو خاموش رکھو منہ میں زبان سنتے ہو
اپنی ہی کہتے ہو میری بھی میاں سنتے ہو

تنگ کو آپ کریں پل میں ہماری باتیں
لیکن افسوس یہی کہ کہاں سنتے ہو

خشک و تر پھونکتی پھرتی ہے سدا آتش عشق
پوچھو اس رنج سے اے پیر و جوان سنتے ہو

دم قدم سے تھی ہمارے ہی جنوں کی رونق
اب جو یہ نہیں کہیں شور و فغان سنتے ہو

میں کہا خلق تمہارے ہو کر سے کہتے ہیں
تم بھی اسکا کہیں کچھ کر و بیان سنتے ہو

(ق)

سنکے یہ کہنے لگا خیر اگر ہے یہ بات
ہو گی ویسی ہی جیسے کہ یہاں سنتے ہو

شکوہ نہ بخت سے ہے نے آسماں سے مجھکو
پہنچی جو کچھ اذیت اپنے گمان سے مجھکو

عاشق نہ تھا میں بلبل کچھ گل کی رنگ و بو کا
اک انس ہو گیا تھا اس گلستان سے مجھکو

باوصف بے کمائی عزت طلب ہوں قائم
درخورد ہو سو کیونکر اہل جہان سے مجھکو

نے ہجر چاہتا ہوں نہ وصل حبیب کو
یارب کہیں ہو صبر دل ناشکیب کو

ناصحا کر نہ اسے سعی پشیمان مجھکو
کتنے ہیں چاک ابھی کرنے گریبان مجھکو

کبھو دکھلائے کمر اور کبھو دہان مجھکو
نپٹ تنگ کیا تجنے اے میان مجھکو

وہ دن گئے کہ اٹھاتا تھا بار نکہت گل
ہے بیدماغی دل اندنوں گران مجھکو

میں ہوں وہ مرغ چمن پر غلط نگاہوں سے
ہیں کتنے روز کہ بھولا ہے آشیان مجھکو

تو اتنے واسطے اے باغبان نہ کاوش کر
بہت ہے سایۂ دیوار گلستان مجھکو

مری نظر میں ہے قائم یہ کائنات تمام
نظر میں گو کوئی لاتا نہیں یہاں مجھکو

گردش شبانہ روز نہیں یہ سپہر کو
صدقے کرے ہے کہ یہ تیرے ماہ و مہر

یہ کون طرزِ وفا ہے جو تم سے کرتے ہو —— میاں خدا نکرے تم خدا سے ڈرتے ہو

آئیں جلیں تھیں جو کچھ سو تو گئیں یار کیساتھ
سر ٹیکنا ہے پڑا اب در و دیوار کے ساتھ

اب ہمیں خار ہیں آنکھوں میں بھوں کے سو چلے
بلبلو خوش رہو اب تم گل و گلزار کیساتھ

میں دوانا ہوں صدا کا مجھے مت قید کرو
جی نکل جائیگا زنجیر کی جھنکار کے ساتھ

ہائے صیاد یہ انصاف سے تیرے ہے بعید
یاں تلک کیجئے ستم اپنے گرفتار کیساتھ

گرچہ بلبل ہوں نہیں قائم مگر اس باغ کے بیچ —— فرق کوئی نکرے گل کو جہاں خار کیساتھ

آج گریہ میں کچھ ہے اثر پروانہ تپ
اُڑنے پائے لگن چند پہ پروانہ

جلوہ حسن ہے ازبس مرے سودے کا علاج
بوزرگ شعلہ نہیں نیشتر پروانہ

دو دو دل پر بھی مرے اس کی مژہ تر ہوئی
داغ ہوں رشک سے تیرے اثر پروانہ

ہووے اے شمع اگر قدر تجھے عاشق کی
حرز بازو تو کرے بال و پر پروانہ

شمع تک جاتے تو دیکھا تھا ہم اس کو قائم —— پھر معلوم ہوئی کچھ خبر پروانہ

مت پوچھ دل کی کیونکہ کٹی درد و غم کیساتھ
جوں آئینہ سفید تھا ہر ایک دم کے ساتھ

قائم نہیں ہے روح محبت دوا پذیر —— تا جان ہے یہ جان کا آزار دم کیساتھ

جوں موج مرا قافلہ غافل ہے سفر سے
کیا جانے کہاں جائیگا آیا ہے کدہر سے

کس رات میں جوں گل نہوا غرق لہو میں
کس دن نہ بہری گود مری لخت جگر سے

وہ خار تیغ زدہ اس دشت میں ہوں میں
پالا ہے جسے آبلے نے خون جگر سے

سر کھینچے اگر عرش تلک تو بھی بجا ہے
شرمندہ نہیں آہ مری رونے اثر سے

مانند نگین چاہے اگر نام کو قائم
باہر نہ قدم رکھیو مری جان تو گھر سے

آشنا ہو جیو مت ہجر کے کوئی غم سے
گوکہ سختی میں وہ دل سنگ کی ہو عالم سے

شیشہ دیوار کے گرنیکا سنا ہے کہ نہیں
نالہ کرتی ہے ہر ایک خشت فراق ہم سے

حال دل کا تو عبث پوچھے ہے مجھسے ناصح
یہ سخن کہیگا ناداں تو کسی محرم سے

اے ہوا خواہ اسے سوزن الماس سے ٹانک
زخم دل ہے یہ بھلا ہوئے ہے کب مرہم سے

روز عشرت کا کبھو دیکھتے تھے ہم بھی قائم —— لیکن ایسا کہ جو ماناتھا شب ماتم سے

پاس میں تجھ غم کے ہم اپنی ہی غمخواری کی — جان تک گذری پہ ظالم دل کی دلداری کی
بعد خط آنیکے تھا اس سے وفا کا احتمال — لیک واں تک عمر نے اپنی وفاداری کی

دل مرا دیکھ دیکھ جلتا ہے — شمع کا کس پہ دل پگھلتا ہے
ہمنشیں ذکر یار کر کچھ آج — اس حکایت سے جی بہلتا ہے
دل مژہ تک پہنچ چکا ہو اشک — اب سنبھالے سے کب سنبھلتا ہو
ساقیا دور کیا کرے ہے تمام — آپ ہی آپ دور چلتا ہے
آج قائم کے شعر ہم نے سنے — ہاں اک انداز تو نکلتا ہے

مدعا لینے مرے زخم سنا یاروں کو گئے — رات جو چاک مرے جیب سے داماں کو گئے
گو کہ چشم مرا اب بھی ہے طوفان کا تنور — گرچہ یک عمر ہوئی دیدۂ گریاں کو گئے
اپنے گلشن میں صبا سے نہ بند ہے نقش طرب — یاں گذری ہے گل کے لب خنداں کو گئے
ہو وے پروانہ شب تار لحد سے اٹھکر — داغ دل سے جو لئے ساتھ چراغاں کو گئے
اول اس درد میں مر رہیئے کہ تا خلق کو بات — ہو نہ یہ کہنے کو کہ جی لینے درماں کو گئے
خبط سے دعوی سودا ہے اب ان یاروں کو — وے جو دیوانے تھے تیرے سو بیاباں کو گئے

جو بو کچھ اور سبزی ہو دماغ میں گل کے — کہوں کہ وہ ابھی اٹھے ہے باغ میں گل کے
چمن تھی گور غریباں سے کم نہیں کہ یہاں — نہ تیل دیکھا نہ بتی چراغ میں گل کے
عجب مزا ہے چمن بیچ پر ہزار افسوس — کہ صبح و شام ہے گلچیں سراغ میں گل کے
دیکھ سرسری اوراق گل کو یا قائم — ہے شرح تنگی غنچہ فراغ میں گل کے

سنبل کو چل کے باغ میں شرمندہ کیجیے — چہرے پہ تیری زلف پراگندہ کیجیے
کہتا نہیں میں ترک کریں آپ عشق غیر — ہووے جو اپنی وضع کی زیبندہ کیجیے
عذر ستم عبث ہے کہ گذرا جو کچھ ہوا — منظور گر ہے لطف تو آئندہ کیجیے

قاصد کو دے نہ ایدھر اس گلبدن کی پاتی — چل خود ہی لے چلیں ہم اپنے سجن کی پاتی
ہر سطر موج شیر ہے اک ماجرا لکھے ہے — ٹک دیکھ جوئے پرخوں ہے کوہکن کی پاتی
کاغذ ہر قرطاس نہیں کاہیں دیکھتا اگر شاید — پہنچے نہ پہنچے اس کو ہم تن کی پاتی

منفعل نگہ کا آنسو گھیرے ہے لیں ہیں پیالے — پانچوں سو کس طرح سے اب ہیں چمن کی باقی
آوارہ داغ دل ہیں نالے سو یوں کہ جیسے — بادِ خزاں سے درہم ہوئے چمن کی باقی
قائم لکھا تھا اس نے آنیکا ہے شب کو وعدہ ـــــــ شہدوں میں دیکھی سو دم اس سیمتن کی باقی

موقوف شغل گریہ مری چشم اگر کرے — اتنا ہے نہ پانی کہ لب اپنا تر کرے
شب کو تو شغل گریہ ہے اور دن کو مشق غم — اوقات اس طرح کوئی کب تک بسر کرے
پہلے ہی سوجھتی تھی ہمیں اے شب فراق — یہ رات بیطرح ہے خدا ہی سحر کرے
کیا جانیے یہ باتیں میں سنتا ہوں کس لئے — ایسا ہے ورنہ کون کہ یوں درگذر کرے
کہتے ہیں لوگ گالیاں قائم کو دے گیا ـــــــ ایکشخص یہ سلوک وہ بار دگر کرے

مجھسا بھی تیری چشم کا بیمار ہے کوئی — جینے کا جو ہو شکل سے بیزار ہے کوئی
جوں شاخ گل ہے ملک میں میرے شکستگی — میرا اگر اس چمن میں روادار ہے کوئی
نالم جو تو ہے کہیں قائم ہی یہ نہو ـــــــ نالاں و مضطرب پس دیوار ہے کوئی
مر جائیں کس سے یہ الفت نہ کیجیے ـــــــ جی دیجیے تو دیجیے پر دل نہ دیجیے

شب غم سے مری جان ہی پر آن بنی تھی — جو بال بدن پر تھا سو برچھی کی انی تھی
شب گریہ کی وابستہ مری دلشکنی تھی — جو بوند تھی آنسو کی سو ہیرے کی کنی تھی
بیداد ہے فرہاد سے نسبت مجھے کرنا — آخر یہ جگر کاوی ہے وہ کوہ کنی تھی
میں کشتہ ہوں اسباب کا تیرے شہدا کے — گر چلنے میں کچھ ساتھ گیا بے کفنی تھی
یک عمر رہے غرق بجوں چاک گریبان — ہم کو بھی کبھو خواہش گل پیرہنی تھی
اب گرچہ تعجب ہے تجھے لخت جگر کا — اک وقت تو یاں کان عقیق یمنی تھی
قائم میں غزل طور کیا ریختہ ورنہ ـــــــ اک بات لچر سی بزبان دکنی تھی

ہر دم دل [illegible] جان بے تقصیر ہے — حسرت دل سو طرف سے ایک دامنگیر ہے
خون ناحق [illegible] کچھ منفعل — عرق آب شرم میں اب تک [illegible]
[illegible] لازم ہیں ـــــــ آہ بر مظلوم کی میری [illegible] بے تاثیر ہے
[illegible] مجھے — [illegible] نے کیا پیغام [illegible]

اہل دل بھی پردہ دارِ رازِ مینوشاں نہیں — آئینہ ہے شیشہ ساغر کی سرگوشی مجھے
شب ہی کی بدمستیوں سے ہوں میں ساقی منفعل — آج تو کرتا ہے پھر تکلیف مینوشی مجھے
منحصر ہے شرحِ سوزِ دل پہ میری زندگی — شمع ساں مرتا ہوں گر اک دم ہو خاموشی مجھے
جس نے دیکھا تعزیت خانہ کو میرے ہے یا — ظاہر اک یہ نقل ماتم سے تہی [illegible] مجھے
یاد میں کس بت کے آیا اندنوں مصروف ہوں — ہے خطِ [illegible] نام سے قائم فراموشی مجھے

دامانِ گل چیں ہے کہاں دسترس مجھے — تکلیف سیرِ باغ نہ کر اے ہوس مجھے
بھکا دے میں نہیں کہ ملوں قلب قلب سے پھر — کیوں سیرِ باغ کرنے ہے بانگِ جرس مجھے
ساقی نہ کھینچ مجھکو تو مستو کے مدد میں — تک گردشِ نگاہ ہی تیری ہے بس مجھے
یہ دل وہ عنبر ہے کہ دیا گر کہیں اسے — دستِ [illegible] ہی رہا [illegible] بارِ [illegible] بس مجھے
قائم میں عندلیبِ خوش آہنگ تھا پہ حیف — زاغِ زمن نے کیا [illegible] کیا ہم قفس مجھے

ہم سے ملے نہ آپ تو ہم بھی نہ مر گئے — کہنے کو رہ گیا یہ سخن دن گذر گئے
کہتے ہیں خوشدلی ہے جہاں میں یہ سب غلط — رنج و تعب ہی ہم نے تو دیکھا جدھر گئے
ٹھہرا کا ہے دن ہوں یاں میں اکیلا جو ہر طرف — اے ہمرہاں پیش قدم تم کدھر گئے
صبا وہاں تو چھوڑ کہ پہنچیں چمن تلک — چھڑیگا تب [illegible] فائدہ جب بال پر گئے
رو گئی تک تب اے مژہ اشکبار بس — اب کیا مجھے ڈرا رہی جل تھل تو بھر گئے

جوں طفل سرشکِ ارغوانی — پامال ہوئی مری جوانی
ہے رشک مجھے [illegible] نام ہر یک — کو تجھ سے کہے مری زبانی
دو چیز ہیں یادگارِ دوراں — تیرا ستم اپنی جانفشانی

آدمی میں اشکِ ناتوان کی — ٹکڑے دل سے جگر کے نزد باں کی
اے دل تو جگہ دے اس کے غم کو — حرمت ہے ضرور میہمان کی
کر کس صورت سے جلوہ گر ہے — اللہ رے نمود بے نشان کی
اے دل جو یہ پوچھے تجھے قائم — (ق) تیں شاعری میری امتحان کی
کہہ طوطیِ ہند ہے تو پیارے — کیا پوچھنی ہے تری زبان کی

دل ڈھونڈھنا سینے میں مری بوالعجبی ہے اک ڈھیر ہے یاں راکھ کا اور آگ دبی ہے
کیا پوچھتے ہو صبر آزاد گئی یار دل پھکے مدت ہوئی اب جاں طلبی ہے
کوچے میں ترے گریہ چلا آئے ہے شاید مدفون کسی کشتے کی یہاں تشنہ لبی ہے
ہے وقت پہ صحبت کہ کوئی آن میں ساقی نے جام بلوریں ہے نہ شیشہ طلبی ہے
قائم نہ ہے کیونکہ ترے سامنے خاموش جانے کہ تو ہے بات بھی واں بے ادبی ہے

نے گلگشت گلشن کی ہوس ہے اسیری کا جگر پہ داغ بس ہے
جنوں کے ہاتھ سے گویا لوں ہاں پھول گریباں تک مری تو دسترس ہے
کوئی ملتا نہیں دل تجھ سے گر [illegible] عبث نالاں تو مانند جرس ہے
نہ پوچھو مجھ سے گلشن کی حقیقت برس گذرے ہیں بلبل در قفس ہے
بغیر از آہ و افغاں کون قائم مرا اس [illegible] ہم نفس ہے

ایک بند سے کب اس کو سرایوسی ہے جس [illegible]
ایک شب جس نے تری بزم میں پائی ہے راہ شمع ساں اپنی [illegible]
یہ جو امید ہیں فضل کی ہوتی ہے غلط اے ہوشا حال [illegible]
موجب ضعف ہے گر نالہ رہا سینے میں نہ کچھ دل کی [illegible]
زلف کی طرح سے ہے کیوں نہ پریشان قائم شعر کہنے میں [illegible]

صدموں سے یاں طپش کے نے بال ہے نہ پر ہے اے شوق پر [illegible]
وہ دن گئے کہ لوہو نکلے تھا چشم تر سے اب [illegible]
غافل قدم کو رکھیو اپنے سنبھال کر یاں ہر سنگ رہگذر کا دوکان [illegible]
کیا برق غم کے صدمے ہر ڈال پر گرے ہیں ایسی ستم [illegible]
ہم چشم غیر کے ہم ہو کب سکیں کہ اسیر [illegible]
ہوں نخل شمع قائم یہاں وہ نہال ہوں میں [illegible]

آج اے گریہ خبر لے مرے دیوانے کی [illegible]
سائے سے مجھکو مغیلاں کے تو محروم نہ کر [illegible]

آج کی رات میسر ہو جو اس گل کا وصال — شمع روشن کریں ہم خاک پہ پروانے کی
رات لیتا ہے زبان شمع کے منہ میں گلگیر — کیوں نہ پروانہ جلے بات ہے جلجانے کی
شیخ [illegible] ہے جو تیرے حضرت قائم تو دیکھ — اینڈتے ہو گئے کہیں کنج میں میخانے کی

بات جب اس زبان پہ آئی [illegible] — تیغ گویا فسان پر آئی
ہم بھی [illegible] دار کھنچے اوس کے — یاں جو طوطی ہے سان پہ آئی
نالے [illegible] آپ کچھ قائم — کیا بلا اس جوان پر آئی

یارب وہ دن نصیب بھی ہوگا کبھو مجھے — [illegible]ت سے اس کے بیٹھنے کی ہے آرزو مجھے
آخر تو جرم عشق سے کرتا ہے مجھ کو قتل — کیا بات [illegible] کے بھی [illegible] روبرو مجھے
[illegible] کئے سے آپ نہ نادم ہو تو کہیں — اتنا بھی ست تنگ کرے تند خو مجھے

[illegible] لڑائی ہے — کبھو [illegible] ہر گھڑی [illegible] ہے
[illegible] ہے دل میں بھی لیکن — یار بن [illegible] ہے
[illegible] پھر [illegible] — دیکھیں کس کس سے یاں بگڑتی ہے

[illegible] تم بھی اپنے دل غدار کی — کچھ خوب سیر کی باغ و بہار کی
[illegible] سھو یاں بھی قدم دھر — کیساں کرو زمین ہمارے مزار کی

[illegible] بیداد کیا ہے — جو قتل ہو چکا ہو وہ فریاد کیا کرے
[illegible] محفوظ رہ ورلے — یہ کہہ کے تیری دوری میں فریاد کیا کرے
[illegible] دل [illegible] جوں قفس — تاثیر مجھ پہ نشتر فصد [illegible] کرے

[illegible] ادائے ناز کیا مجھے — خدا جانے یہ کیا بکتے وہ مست ناز کیا مجھے
[illegible] ہے — عجب زمانے نے جی ست خلش [illegible] ہے
[illegible] — [illegible] پھرنے نہ پھرنے سے کیا [illegible]
[illegible] ہے — [illegible] آپ ہی [illegible]
[illegible]
[illegible]

یقیں ہے گور پہ آویں گے اب ترے قائم — جو جیتے جی کہیں بالیں پر بھی آ نہ پھرے

اے گریہ دعا کر کہ شب غم بسر آوے — تا چند ہر اک اشک میں خون جگر آوے

آئینے کو کیا تاب ہے تجھ سے کو جو دیکھے — البتہ کہ آب اسکی دہن بیچ بھر آوے

قائم تری سب عمر کٹی لہو و لعب میں — اے وائے وے اوقات کہ جوں توں بسر آوے

جب میں دیکھا ہے تو اس دل کو غمیں دیکھا ہے — یہ نیا چاؤ محبت کا یہیں دیکھا ہے

نیا ہر لحظہ ہر داغ کہن ہے — بہار سینہ رشک صد چمن ہے

دہن کو تیرے پاتے بات کہتے — ہماری جز رسی ہی میں سخن ہے

یہ صحرا ہے بھلا دیکھیں تو بارے — جنوں کیسا ترا دیوانہ پن ہے

شہید غمزۂ خونریز ہوں میں — مجھے کب حاجت تیغ و کفن ہے

وہ گویا زخم ہے چہرے پہ قائم — فقط جو بے لطف سخن کوئی دہن ہے

دیوان قائم نمبر (۱)

ہرگز نہیں مقدور تری حمد زبان کا — برہان ہے دعوی کی مری عجز بیان کا

جب تک کہ ہے تو ہم میں ترے ساتھ ہمیشہ — جوں موج کہ نت لازمہ ہے آب روان کا

اے عشق میرے دوش پہ تو بوجھ رکھ اپنا — ہر سر متحمل نہیں اس بار گران کا

تک فہم ارادت سے برہمن کی سمجھ شیخ — کیا کم ہے خدا سے تری ہنگامہ بتان کا

دل پردہ میں کہہ رمز حقیقت کہ مبادا — محرم ہو کوئی غیر ترے راز نہان کا

اے غافل فرصت یہ چمن مفت نظر ہے — پھر فصل بہار آکر نہ موسم ہو خزان کا

پوشیدہ ہے جوں بو وہ ہر اک رنگ میں قائم — دیکھے تو اگر غور سے گلزار جہان کا

مقدور کسی لغت پیمبر کی رقم کا — ہر دم ہے دم تیغ پہ یہاں راہ قلم کا

گلگشت دو عالم سے ہو کیونکہ وہ تسلی — زائر ہو جو کوئی ترے کوچے کے ارم کا

گو خضر بھا منزل کو نہ مقصود تک پہنچا — جو یا نہ ہوا یہاں جو ترے نقش قدم کا

کیا ڈر ہے جو [illegible] جرائم — جس روز کہ شافع ہو تو اعمال امم کا

یا ختم وصل اگرچہ گنہگار ہے قائم — پر اوس کو بھروسا ہے تیرے فضل و کرم کا

دل پا کے اوسکی زلف میں آرام رہ گیا — درویش جس جگہ کہ ہوئی شام رہ گیا
جھگڑے میں ہم جہان کے یہاں تک پھنسے کہ آہ — مقصود تھا جو اپنے تئیں کام رہ گیا
[illegible] کا اپنے سبب اس ثمر سے پوچھ — جلدی سے باغبان کے جو خام رہ گیا
قسمت تو دیکھ ٹوٹی ہی جا کر کہاں کمند — کچھ دور اپنے ہاتھ سے جب بام رہ گیا
نے مجھ پہ وہ بہار رہی اور نہ یہاں وہ دل — کہنے کو نیک و بد کے یک الزام رہ گیا
قائم گئے سب اوکی زبان سے جو تھے رفیق — ایک بے حیا میں کہ ہا نکو دشنام رہ گیا

پڑھ کے قاصد خط میرا اس بد زبان نے کیا کہا — کیا کہا پھر کہہ تو نامہربان نے کیا کہا
[illegible] مرغ چمن کچھ تو ہی واقف ہے کہ سچ — گل نے کیا پوچھا تھا اور باغبان نے کیا کہا
قائم اس کوچہ سے شب نکلیں نہ آتا تھا تو میں — کیا کہوں تجھسے کہ اوسکو پاسبان نے کیا کہا

کاڑھے کب غم نے یہ جگر نہ کیا — تھا نالہ جینے پر نہ کیا
دل سے طوفان گریہ اٹھے ہزار — جینے پر ایک مژہ کو تر نہ کیا
ہم کی غم پی گئے سے منصور — لیک اوسکا سا شور و شر نہ کیا
پاسے دیوار دوست ایک مدت — ہم بھی کاٹی پہ نالہ سر نہ کیا
سج گرداب کی طرح ہمنے — گھر کے باہر کبھو سفر نہ کیا
دنیا پڑا سپہر کے ہاتھ — جب کہ جینے پہ درد سر نہ کیا
اس دنیا ہی خوب تھا پر حیف — جینے یہ سوچ پیشتر نہ کیا
مارا دل گیا اسی رہ سے — پر تقید میں چشم پر نہ کیا
دوس کیا وہ جیسے چور کو قائم — بند گھر کا میں آپ ورنہ کیا

کیا میں کیا اعتبار میرا — خواری بس افتخار میرا

[illegible] شب اٹھ سے چلا آپ جو مژگاں نے نور چکا — میں جیا [illegible] کچھ کم ہوئے دہی حد سے فزوں ٹپکا
[illegible] اس غم میں تو کبتک رہ لایگا — میرا تو دل بھی لہو ہو کے اے گردوں ٹپکا
[illegible] مجھے یا وقت رنگ شرخ کی خوبی — [illegible]

ابھی یہ بھی کوئی دن ہے کہ گذرا ہے تیرا ہو میرے
کسو کے سبب سے یہاں خاک پر آنسو کہیں ٹپکا

نہیں قائم اگر بمرہ خرابات سر بلندی کا
تو پھل کس واسطے ہر نخل سے یہاں سرنگوں ٹپکا

دیا فلک نے ہمیں عز و جاہ یا نہ دیا
غرض یہ ذکر مناسب ہے کیا دیا نہ دیا

کبھو سنا ہے تو بلبل کا حال یوں اے گل
کہ رو کے تو نے کہا ہنس کے یمں رلا نہ دیا

میں اوس کی بزم کا یہاں شمع خواں ہوں اے قائم
کہ جز فریب کبھی تو نے کبھو صلا نہ دیا

سنکے شور [illegible] بے شکل نالہ
ہو گیا بند دم مسیحا کا

پہنچی وہاں بیخودی میں ہم کو خیال
جس جگہ جا سکے نہ عنقا کا

سننے کس کا سخن [illegible] سے اٹھے
[illegible] مرزا رفیع سودا کا

تو مہرباں کبھو ہمسے ایک دم نہ ہوا
ہوسکے جو تجھ پہ ہم عاشق تو کچھ ستم نہ ہوا

مرتے مرتے بھی نہ جیتے جی کبھو آرام دیا
ہائے قسمت کہ نہیں یہ دل خود کام دیا

کب بری صبح کہ اس چرخ نے [illegible]
بھر کے [illegible] نہ پھول لالہ جب جام دیا

سادگی دیکھ کہ [illegible] آج [illegible] ہاں
[illegible] کے ہاتھ [illegible] کا پیغام دیا

کیا گلا شوق [illegible] کہ بلبل کے [illegible]
جنس دی [illegible] ہمیں دام دیا

دشمن دین ہے وہ ساکن کہ [illegible] قائم
[illegible] نہ [illegible] احرام دیا

کچھ بھی ہو [illegible] تمام اپنا
[illegible] نہ کلام اپنا

اللہ [illegible] جذب الفت دل
کس جنت کو کیا [illegible] رام اپنا

جو یہاں [illegible] تو [illegible] تم جینا
کہ ہوا [illegible] عالم میں [illegible] جینا

تیرے فراق [illegible] ہے [illegible]
کہ تھی وہ موت سمجھے تھے جسکو ہم جینا

کسی سے [illegible] دل قائم
کہ اہل فن کا ہے عالم میں مفت جینا

صبا ایکبار گلشن تک ہمارے [illegible] لیجا
[illegible] ہم [illegible] سو بار [illegible] لیجا

[illegible] محبت میں
جو وہاں [illegible] لیجا

[illegible] مقصد [illegible]
[illegible] لیجا

طالب [illegible]
یہ عشق [illegible] سبب

میں کن آنکھوں سے یہ دیکھوں کہ سایہ تیرے — مجھ سے چلنے آگے یا ئے اس کو شتہ اجیاد
ہیں وہ چار رنگ یہاں گل ہیں پیارے نام تیرے — نہ یہاں قصد لگا کر گرا کوئی سخت جگر پیما
وہی ایک شیشۂ دل تھا جو توڑا تو نے مستی میں — گذاں گرد سر سے پر ہم گھر سے ڈھونڈ ڈالیا
وساوس سے کوئی جاتا ہے خالی ہاتھ یوں قائم — بھلا آئی کس یہ نعل تو کیا تو جنس بھریے
بھے بیچارہ دن کا کچھ چرخ نے چارہ تیغ — سب کیا اپنے پہ لپٹ پھر سہارا لیا

کس منہ سے یہ گھر ہوئے اندھیرے اجالا — ہے اد سیکے [illegible] لا
افتادہ میں اس وقت بلا غیر کا ہوں یہاں — گئے تیرے تن جس نے کسی نے نہ سنبھالا
مشکل ہے تب عشق میری جائے بدنے — کب جر ہے ہو آگ کی گرمی کا ادا لا
خورشید کب اطلاع شفق سے ہو نمایاں — جوں پیاں سے تنہ پہ ہے تیر تر سرخ دشالا
دل وہ ہے جو داغ محبت سے مزین — بنے گوہر مست کا جیکو ہوتا ہے قبالا
گرچہ دلکش ہیں سب بتانکی ادا — لے گئی جی پر اوس جوان کی ادا
ہم نہ تھے کیا جو غیر کو مارا — تیں یہ کیوں صرف رائیگانکی ادا
کوئی عاشق پہ تہمت لے قائم — یہ بھی ہے ایک معشوقانکی ادا
ایک بھولے ہیں نہ سمجھیں دیدۂ بیخواب خواب — لیتے یہاں دیتا ہے کس کو یہ دل بیتاب تاب

تاچند سخن سازی نیرنگ خرابات — یہاں قصد خرابی ہے نہ آہنگ خرابات
زلف دیکھی تھی کس کی خواب میں رات — ہم سحر تک تھے پیچ و تاب میں رات
اس کے مکھڑے پہ زلف کو ٹک دیکھ — [illegible] آفتاب میں رات
بے حجابانہ وہ تو وار د تھے — رہ گئے ہم ہی کچھ حجاب میں رات
ذکر ہر دم سے ہم کیا لیکن — کچھ نہ بولا وہ دل کی باب میں رات
دل کدر رہے نہ کیوں قائم — صاف کاٹی ہے ہمنے خواب میں رات

کچھ سمجھے لہ تھی سب سعی دل زار عبث — اتنی مدت ہوئے ہم عمر میں ترے خواہ عبث
اے زیست تھی جو کاٹی عدم کے بیچ — گذری بجھ عدم میں تو عجب عالم کے بیچ
گردش میں ہو نہیں رات دن ایام کیطرح — یہ چال ہے تو کون سی آرام کی طرح

شوخی سے کونچہ کی چھپیں پردہ ہائے چشم ـــــ پر یہاں نہ کھول آنکھ تو بادام کی طرح
یوں تو دنیا میں ہر ایک کام کے استاد ہیں شیخ ـــــ پر جو کچھ آپ میں فن ہیں وہ کسو کو یاد ہیں شیخ

اب تو نے گل نہ گلستاں ہے یاد — اوس کی گھر کی ہر زماں ہے یاد
ہمنشیں کب لے قصہ مجنوں :. — ہم کو بھی دل کی داستاں ہے یاد
غنچہ لاتے تھا مجکو دیکھ کے لب — کیوں صبا تجکو وہ دہاں ہے یاد
متصل مرغ دل جو تڑپے ہے آج — کس کے سینہ میں پرفشاں ہے یاد
سبق گریہ اشک کو کیا دوں — آپ ہی اس طفل کو رواں ہے یاد
گل سے کیا مختلط ہوں اے بلبل — مجکو وہ آفت خزاں ہے یاد
آہ اے پیر چرخ قائم نام ـــــ یہاں جو رہتا تھا ایک جواں ہے یاد

کسقدر ہے لب شیریں کا ترے نام لذیذ — لب پہ وہ گذری تو ایک دیر ہے کام لذیذ
ساتھ تم بوسکے گالی دو کہ مجھ نہیں یہ بات — بوسہ اس لب کا گوارا ہے کہ دشنام لذیذ
گفتگو صاف عجب لطف رکھے ہے قائم ـــــ گرچہ ہیں شعر کے واقع میں سب اقسام لذیذ

ہم تو ہیں زلف گرہ گیر ہوا پر ـــــ کیوں موج ہوا آج ہے زنجیر ہوا پر

حرف کفر و دیں پہ ہے کیا منحصر — ہاں ولا خذ ما صفا و دع ما کدر :.
خیر و شر کو تو سمجھ ناداں کہ اب — خاک کو نافع ہے آتش کو مضر
ہو نہ زاہد منکر اعمال خلق — اوس کی رحمت کا اگر ہے تو مقر
فیض حق آتے ہیں پے در پے چلے — بیٹھ تو یکدم تو غافل منتظر
چاہے قائم جام تو حافظ کی طرح ـــــ کہہ الا یا ایہا الساقی ادر

واقف نہیں ہم کہ کیا ہے بہتر — جز یہ کہ تیری رضا ہے بہتر :.
کس سے کہوں حال بد کہ وہ آپ — کچھ مجھ سے بھی جانتا ہے بہتر
ہر عضو ہے دلفریب تیرا — کہئیے کسے کونسا ہے بہتر :.
جاتی ہے نسیم اوس گلی کو — اوٹھ لگے تو قافلہ ہے بہتر
قائم جو کہیں ہیں فارسی یار — اوس سے تو یہ ریختہ ہے بہتر

تو یہاں نہ کسیکو آئے افسوس ، حالت تو ہے اپنی جائے افسوس
سنتے تو دیا ہمیں دل کو لیکن ، چارا نہیں اب سوائے افسوس
ہوں کشتہ میں وہاں کہ جس جگہ میں ، کوئی نہ کسی کہا سکے افسوس
جوں شمع اگر نہ سر دہنوں میں ، کیا کام کروں ورائے افسوس
جلتی ہوئے اہل بزم سے نے یہاں ، چھوڑا ہے مجھے برائے افسوس
قائم وہ عمل کہ بعد تیرے ، کہے خلق کہ ہائے ہائے افسوس

جاتے جاتے جائیگا مہرو یہ سینہ کا خراش ، ایک دن میں کیونکے ہو چکیگا ہیئے کا خراش
اس نگاہ بادہ پیما سے دلا گرمی کر ، مار ڈالی ہے شراب تند پینے کا خراش
بلکہ یہ مانگے ہے بوسہ کس سے تو قائم کہ یہاں ، رنجہ کرتا ہے اوکا عارض کو پسینے کا خراش

پی کے مے غیر کے رہی شب پاس ، واہ واہ رحمت آفریں شاباش
تجھ سے صحبت بنے سو کیونکے سجھے ، میں تو اپنے غریب تو اوباش
خوب وہیں سوز طلب قائم ، وائے بر عاشقے کہ ہو قلاش

دلا اس آفت جاں سے تو کہہ تو کیا اخلاص ، جو دشمنی سے سمجھتا نہیں ہے تا اخلاص
یہ دل ہے مفت تو پیارے دیا نہیں جاتا ، میاں کچھ تو دیکھوں شفقت کرم وفا اخلاص
نہ دیجو ہاتھ سے لے پیر ہر قائم کو ، کہ پھر نہ پائیگا ایسا مرید با اخلاص

دیکھی میں تیرے چشم کی بیمار کی شب نبض ، کچھ گرمی دل سے سمی تو اتریں عجب نبض
اوڑنے سے شرر کے ہو رگ سنگ میں کب فرق ، تر بھی نہ گراں بار دلی ہنگام غضب نبض
گو عشق کا اخفا تو کرے ہے پہ قائم ، چھپتی ہے اس آزار کی ہے پاس کی کب نبض

چوری تکی جو تجھ سے کیا ہے ہم اختلاط ، باہمد گر رکھے ہے میاں عالم اختلاط

انجام ایک زبان رکھتی ہے شمع ، کب ترا سا بیان رکھتی ہے شمع

دل تیر مژہ کہائے کہ ابرو کی سہے تیغ ، یہاں تو یہی آفت ہے گہے تیر گہے تیغ
بچہ گریہ سے ہو کیوں نہ وہ خونخوار مکدر ، بندہ جاتی ہے زنگار جو تم زہر سے تیغ
قائم ہو کوئی لطف سے صحبت کی کب آگاہ ، جوں شمع جو کچھ عمر کٹی یہاں سو تہ تیغ

آج آپ میرے حال پہ کرتے ہیں تاسف
اشفاق عنایات کرم مہر تلطف

اے گریہ بس قافلۂ دل نام ہے اک بار
یہ خستہ بھی نبہ جائے جو یکدم ہو توقف

خاموشی بھی کچھ طرفہ لطیفہ ہے کہ قائم
کرنا پڑے جس میں نہ تصنع نہ تکلف

پاس اخلاص سخت ہے تکلیف
تا کجا خاطر و ضیع و شریف

اب کی اگر بخیر ہے انجام اشتیاق
کہیے گا سب مصائب آلام اشتیاق

لے در اشک میرے دیدۂ نمناک کر ہول
مفت میں ملتے ہیں مجھ کو یہ گہر خاک کے مول

پڑ رہے ہے پری سے رنگ کی ایجی ایاغ گل
جھمکے ہے مثل شعلہ ہر ایک سو چراغ گل

صرف ہے آہ و نالہ کرنے عندلیب زار
ڈرتا ہوں میں کہ ہو نہ پریشاں دماغ گل

ملے کیوں نہ داغ دل سے دم سرد اطلاع
ملتا ہے نت نسیم سحر سے سراغ گل

مت ڈھونڈھ ہم گرفتہ دلوں سے کشاد طبع
غنچہ کو کیجو نکھے ہوئے میسر فراغ گل

قائم یہ کس کی بو کی ہے دریوزہ گر کہ صبح
ہر شاخ گل تکے ہے جو کف پر ایاغ گل

ہیں مژگان و ساز البتہ چشم یار کو لازم
درازی رات کی ہے مردم بیمار کو لازم

نہ خم ہو کیونکہ زلف اس چہرۂ گلنار کے آگے
پرستش آگ کی ہے فرقۂ کفار کو لازم

شب اس سے لگ چلا تھا میں سو ہنس کر یہ لگا کہنے
کہیں باتیں یہی اس جبہ و دستار کو لازم

ندے قائم تو دل اس لعل آتش رنگ کو ہرگز
کہ بچنا آگ کے شعلے سے ہے ہشیار کو لازم

ایک جا گر یہ نہیں ہے مجھے آرام کہیں
ہے عجب حال میرا صبح کہیں شام کہیں

چشم نے جو یہی لخت جگر کی کھو دی
ان نگیں کا تو نہیں سنتے ہم اب نام کہیں

اپنی قسمت میں مئے صاف تو ساقی معلوم
کاش پہنچے تو ادہر درد تہ جام کہیں

تشنہ کی دل کی طلب ہم بھی کہا دیں گے ولیک
یوں یہ فرمائشیں ہوتی ہیں سرانجام کہیں

عذر تقصیر بھی جا ہونگا میں اس سے ایدل
تک تو خاموش ہو بیٹھے ہے وہ دشنام کہیں

عزم کعبہ کا تو قائم تو کیا ہے لیکن
رہیں گے کبھو نہ وہاں جا کے یہ احرام کہیں

کوئی منت رکھو یا کوئی مجبور نہیں
ہم تو واقف ہیں کہ اصلا نہیں مقدور نہیں

شب کس سے ہم جدا رہے ہیں
تا صبح نپٹ خفا رہے ہیں

آملے تو آ وگرنہ پیا سے — ہم آپ سے آج جا رہے ہیں

بیٹھیں پس کار خویش کیونکر — جو ناز تیرے اٹھا رہے ہیں

اے ہستی تو ہے نقش باطل — ہم ہیں تو اسے مٹا رہے ہیں

پھر عازم گریہ ہوں کہ طوفان — جوں ابر نظر میں چھا رہے ہیں

رونا ہو اگر یہی تو قائم — اک خلق کو ہم ڈبو رہے ہیں

کون چاہے ہے بتاں تم سے مدارا کے تئیں — پر تنک نرم کرو اس دل خارا کے تئیں

دیکھ لی وجہ تجھ دل کو ہماسے کہ ضرور — آئینہ چاہئے خوباں خود آرا کے تئیں

قائم اس بزم میں تھا کون کہ جس نے نہ پیا (ق) — شربت مرگ کی اس جام گوارا کے تئیں

پس پائیں زیست جو کی روم کی تسخیر تو کیا — ور لیا زور سے سو بلخ و بخارا کے تئیں

ہے جو کچھ ہوش تو کر دیدۂ عبرت سے نگاہ — دیکھ کر حالت اسکندر و دارا کے تئیں

کل لے آشوب نالہ آج نہیں — آج ہنگامہ بہ مزاج نہیں

غیر اس کے کہ خوب روئیے اور — غم دل کا کوئی علاج نہیں

اب بھی قیمت ہے وہی گوشہ چشم — یعنی یہ جنس بے رواج نہیں

کر نہ جرات تو اے طبیب کہ یہ — دل کا دھڑکا ہے اختلاج نہیں

میں تو قائم کہے تھا جرات سے کہ آہ — دل نازک ہے یہ زجاج نہیں

جو کوئی در پہ ترے بیٹھے ہیں — دونوں عالم سے پھرے بیٹھے ہیں

وائے اس دل پہ جو بے چین شب و روز نہیں — آہ اس سینے سے جس میں کہ تپ سوز نہیں

خدمت دیر و حرم کی میں جو یکسر تو کیا — داغ دل میں تو ابھی تک شرر اندوز نہیں

قائم اور تجھ سے طلب بوسہ کی کیونکر کہیے — یوں وہ نادان ہے پر اتنا تو بدآموز نہیں

بس اے طپیدن دل بسکہ یہاں تواں نہیں — ہوا کی سانس لی تو نے کسو کی جان نہیں

نگہ کب بے اثر انفاس سرد ہوتے ہیں — تبھی سے کیا کوئی سب نالہ درد ہوتے ہیں

ہوس رہے عشق کی اہل ہوا کو ہم تو میاں — سنے سے نام محبت کا زرد ہوتے ہیں

محیط وصل کو پہنچے ہیں وہ کوئی قائم — جو طرح سیل کی صحرا نورد ہوتے ہیں

عبث ہیں ناصحا بے زخود رفتوں کی تدبیریں
رکے ہے بحر کب گو موج سے ہوں لاکھ زنجیریں

ہماری آہ سے تاگے تو پتھر آب ہوتے تھے
پہ کیا جانے وہ اب کیدھر گئیں نالہ کی تاثیریں

لگا دی آگ پانی میں یہ کس کے عکس نے پیارے
کہ ہر دم گرم چلتی ہیں موج سے دریا میں شمشیریں

سنا ہے تیں نہ گوش لطف سے احوال کو میرے
چھپی ہیں ورنہ خاموشی میں اپنی لاکھ تقریریں

گریباں کی تو قائم نے تو دھجیں اڑائی ہیں
یہ خاطر جمع اس دن ہووے جب سینہ کو ہم چیریں
______

آپ جو کچھ قرار کرتے ہیں
ہیچ ہم اعتبار کرتے ہیں

پر فرشتہ کی آ جگہ جل جائیں
جس طرف ہم گزار کرتے ہیں

گو کہیں دام ہے یہ ہم لے صیاد
لیک عنقا شکار کرتے ہیں

چلئے قائم کہ رفتگاں اپنا
دیر سے انتظار کرتے ہیں
______

ترک وفا گرچہ صداقت نہیں
پر یہ ستم سہنے کی طاقت نہیں

ترک کر اپنا بھی کہ اس راہ میں
ہر کوئی شایان رفاقت نہیں

نام ہی قائم کا گیا ہے نکل
ورنہ کچھ ایسی تو لیاقت نہیں
______

جسکو ہستی و عدم جانتے ہیں
ہے وہ کچھ اور ہی ہم جانتے ہیں

شاہد خوب و مکان دلچسپ
ہم یہی خوب ارم جانتے ہیں

دل جو تا ربط نہ اپنے قائم
ہم آپ ہی چھاتی پہ ہم جانتے ہیں
______

دور اوس گل سے لبک داغ ہوئیں
رشک چندیں بہار و باغ ہوئیں

یہ نہ سمجھے جس راہ کہ جادۂ صفت
منزل عشق کا سراغ ہوئیں

نت ہوں قائم خموش کیا جانے
کس تہی دست کا چراغ ہوئیں
______

میں اس انداز سے تیری یاد میں دل شاد کرتا ہوں
کہ خود واقف نہیں اب تک میں کس کی یاد کرتا ہوں
______

جب تب مجھ سے جو تم دل کی طلب کرتے ہو
دل لیو ہیں منت دیا جائے غضب کرتے ہو

موجب گریہ کہا میں نے تو کیا حاصل ہے
تم عبث کاہے کو تفتیش سبب کرتے ہو

جنبش لب کا تو مفہوم یہی ہے دشنام
اور کیا اسکے دعا تم تہ لب کرتے ہو

قائم ایک بات میں جیتا ہے تمہاری لیکن
یہ ستم [illegible]
______

آگے کچھ اس کے ذکرِ دلِ زار مت کرو — سب خیریت ہے اس سے کچھ اظہار مت کرو
جانتے ہو نصیب میں ہوتا تھا سو ہوا — یارو خدا کے واسطے تکرار مت کرو
آئینہ لیکے پہلے تنک سج تو دیکھ لو — ملنے کا غیر کے ابھی اظہار مت کرو

کب دل نے مضطرب نہ کیا اضطراب کو — کس دن نہ پیچ و تاب دیا پیچ و تاب کو
دل تو ہے نفع سے سمجھتا بھی ہے کبھو — جو کچھ کہو سو دیدۂ خانہ خراب کو
قائم خدا کے واسطے بدمستیاں یہ چھوڑ — بدنام اس سے بادہ نکر تو شراب کو

گر عرصے میں تو محشر کی بالا یہ قد و قامت ہو — ہیں جو اہلِ قیامت اور انپر ایک قیامت ہو
تمھارا ہے تو اس بندگی پر جیسے کیا معنے — کریں ہیں پاس اوس کا جس سے کہ تک صفا سلامت ہو
بہت چاہا میں دل میرے نہ اس کے زلف کو گز — پہ ٹلا دست سے وہ کب ٹلتی ہے جو طالع کی شامت ہو
میں اپنے واسطے اتنا نہیں پیارے یہ عاشق کو — نہ اتنا تنگ کر جسکا مآل آخر ندامت ہو
ہوا جو مجھ پہ قائم تھی سزا کردار کی تیری — نہ کہتا تھا میں اس بیگانہ خو سے آشنا مت ہو

شیخ جی سمجھے نہ سمجھا یہ کرامات کی راہ — کیا قباحت ہے نکلنے میں خرابات کی راہ
لیکے آنے کو بہلے رات گئے تم کر میاں — اب تلک تکتے ہیں یہاں بیٹھے ہم اس رات کی راہ
کون یہاں بوسہ کا طالب ہے کسو کے پیارے — پر کبھو کہیو تو چلیں آپ مدارات کی راہ
چھپکے جانا تو رہا کوچہ میں اسکے قائم — وضع اب کیجئے کوئی اور ملاقات کی راہ

جانتے ہو گر خواہ مخواہ — فبہا بہتر بسم اللہ
کیا شب دیکھی جیسے وہ زلف — لاکھوں دیکھے روز سیاہ
اتنی تو مت کر جلد نسیم — ہم بھی چمن تک ہیں ہمراہ
کوندے ہے دل پر برق سی آج — پیش نظر ہے کس کی نگاہ
قائم تجھ سے کیوں ہو ہے خفا — بندہ خادم دولت خواہ

ہم نہ کبھو رکھو رنگ سے چھوٹے — بڑے ہو تو میں جو کام نہ ہنگ سے چھوٹے
خط نے آ ہی وہ ٹھہرے کہ صفائی کیا ہوئی — وہ منش کید ہو گئے وہ میرزائی کیا ہوئی

قتل پہ میرے کمر سب نے کمر چاہیئے — خوب ہے یہ اپنے کا بد چاہیئے

خونِ دل درد ہوں میں کرتے ہیں درد ملا میرے ـــــ آہ کیوں دُرپے جاں ہیں یہ عزیزان میرے
کب شمع یوں گداز محبت میں گل سکے ـــــ کیا تاب ہے پتنگ کی اس طرح جل سکے

کیا اختلاط ابھی تمہیں اغیار سا تھ ہے ـــــ ڈریئے خدا سے ٹک یہ گنہگار سا تھ ہے
زبسکہ رات اذیت تھی عشق کی تب کی ـــــ میں کیا کہوں کہ سحر کن دکھوں نے میں شب کی

گھر پیر شیخ درگاہ مرید مغاں رہے ـــــ اب تک تو آبرو سے نباہ ہے جہاں رہے
صبر و قرار و ہوش و دل و دیں تو واں رہے ـــــ اے ہمنشیں یہ کہہ تو بھلا ہم کہاں رہے

دل میرا دیکھ دیکھ جلتا ہے ـــــ شمع کا کس پہ دل پگھلتا ہے
آؤ کچھ شغل کریں بیٹھے ہیں عریاں کتنے ـــــ پھاڑیں سینہ ہی کو ہاتھ آئے گریباں کتنے

ہر چند دکھ دہی سے زمانہ کو شوق ہے ـــــ لیکن میرے ہی تاب کے لانے کو عشق ہے
یہاں سدا نیش بلا وقف جگر ریش ہے ـــــ کیجئے کیا جان میری عالم درویشی ہے

دل سے کچھ آج تر او نارہ نیا مضمون ہے ـــــ مصرعہ آہ جو سر کھینچے ہے سو موزوں ہے
اس دل کی خوبی رو کے اٹھے سر ٹپک پڑے ـــــ سچ ہے کہ وہ پھوٹے کسو کا جو فلک پہ رے

لے گریہ دعا کر کہ شب غم بسر آوے ـــــ تا چند ہر ایک اشک کی تہ میں جگر آوے
تا شوخی نگاہ تیری گرم ناز ہے ـــــ میدان سینہ پیشکش ترک و تاز ہے

نے ناز و نہ عشوہ ہے نہ تقطیع نہ چھب ہے ـــــ دل کو جو لبھائے ہے وہ کچھ اور سبب ہے
فلک نے چند کو منزل دی مجھ دیوانے کی ـــــ کی بار کی فکر اس اوجڑ کی ہی لبنانے کی

جب میں دیکھا ہے تو اس دل کو غمیں دیکھا ہے ـــــ یہ نیا ڈھنگ محبت کا یہیں دیکھا ہے
نہ پوچھو کچھ مجھے میری اندنوں اوقات کیسی ہے ـــــ کہ دن گر رو کے گذرا ہے تو مر کر رات کٹتی ہے

ہنوز شوق دلِ بیقرار باقی ہے ـــــ بجھی ہے آگ تو لیکن شرار باقی ہے
حمد ہی حافظا اس مژگاں کی ہی شوخی و تشنگی ہے ـــــ پڑا ہے کام مجھکو بطرح کی فوج جنگی سے

یہ ہیں جو یہ چشم تر رہیں گے ـــــ عالم خراب کر رہیں گے
آج جبیں ہے کہ کہل گری پرستی کیجئے ـــــ خوب سی مے پیجئے اور دیر مستی کیجئے

کسی حباب نمط یہاں ہو لے افسر ہے ـــــ ہے بس جو کاسہ سر ہے کلاہ سر پہ ہے

سحر ہوئی رات بیتی مئے ہے شیشہ میں بہت باقی ___ ادر کاسا و ناولہا الا یا ایہا الساقی
لبریز شوق میرا از بسکہ مو بمو ہے ___ سمجھا نہ میں یہ اب تک میں ہوں یا کہ تو ہے
کیا دل غمزدہ ہوگا تو جسے شاد کرے ___ یوں تری بندہ نوازی جو کبھو یاد کرے
دیکھتے غیر کی تیرے اس سے نگاہ لڑ گئی ___ کام ہی چل بچل ہوا بات ہی سب بگڑ گئی
کس دل پہ داغ غم نے نہ تیرے بہار کی ___ اللہ رے دھوم اب کی برس لالہ زار کی
رخصت ہو تم تو دو دن گئے ہم یوں چلے گئے ___ کب کے ہم آ چلے پہ سجن تم بہلے گئے
اس سبزہ کی طرح سے کہ ہو پگڈنڈی پر ___ پا تو تئیں ایک جہاں کے یہاں ہم لے گئے
قائم شباب ہی کے مناسب تھا شور عشق ___ فقط جانے سے اب یہ کام کر وہ ولولے گئے

ضمیمہ (۲)

قصیدہ قائم

تکا کئی بیداد تری تیغ جفا ہے ___ جو زخم کھلا تن پہ سو وہ دست دعا ہے
اے رشک شتابی لے خبر میری کہ یہ خلق ___ آتا ہے کوئی آہ کا جھونکا تو ہوا ہے
نازاں ہے فلک اپنی لنگڑی پہ مرے پاس ___ آجائے جو ایسے میں وہ ظالم تو مزا ہے
پوچھو تو طبیبان جہاں سے کہ بجز مرگ ___ کچھ اور بھی آزار محبت کی دوا ہے
نا مستی کا احوال تری اُن نے کیا گوش ___ پیراہن گل صبح کے مانند قبا ہے
جوں اشک ملا جائے ہے دل خاک میں کچھ آج ___ کیا جانیے کس کی یہ نگاہوں سے گرا ہے
قائم تو غزل در غزل اس بحر میں اب کہہ ___ جوں موج جو کچھ طبع میں نیروئے تنا ہے
ہر لحظہ ہے بیداد ہر اک وقت جفا ہے ___ نے شرم و مروت ہے نہ یاں مہر و وفا ہے
چھوڑے ہے نہ تیری برق نگہ خرمن طاقت ___ غمزہ وہ تری چشم کا کچھ ہوش ربا ہے
غش سے جو کبھو ہوش میں آتا ہے تو قائم ___ کہتا ہے مرے سر پہ جو کچھ ہو سو بجا ہے
کچھ آپ وہ خود حال ہوا تھا مصطل کا ___ صد منت و زاری سے میں دل اسکو دیا تھا
لیکن نہ کہا تھا کوئی اس شوخ سے جا کر ___ ہر ایک سے نکہ ظلم ترے حق میں برا ہو

ڈرتا ہوں کسی کا نہ کرے حوصلہ تشنگی — یاں وادرس خلق امیر الامرا ہے

وہ معدلِ مجسم کہ جہاں لطف ہو اُس کا — پامالی سے واں سبزے کو صد نشو و نما ہے

ہو عکس پذیر آئینۂ صبح میں اس کی — وہ راز جو نظروں سے فلاطونکے چھپا ہے

انجم یہ نہیں دستِ کرم اُس کے سے ہر شب — لبریز گہر چرخ نے دامن کو کیا ہے

القصہ غنی وہ ہے جو محتاج ہے اس کا — فی الجملہ وہ ہے شاہ جو کوئی اسکے گدا ہے

تو ہے کہ تری جاہ پہ تا اُس نے نظر کی — ہر وقت تواضع سے قدِ چرخ دوتا ہے

گذری ہے صبا تا چمن خلق سے تیرے — کچھ سرسری سا ربط اُسی گل سے رہا ہے

ہر چند کہ وحشی ہے ترا رخش پہ تشبیہ — آہوئے ختن سے اُسے دیجے تو غلط ہے

پس جو کوئی سمجھا ہو تو اب اُنہی کا انصاف — مقدورِ بشر اُس کی کوئی مدح و ثنا ہے

پر مجھکو یہ سب کہتے ہیں منظور نہیں مدح — حاصل ہے جو اسباب سے میرا وہ دعا ہے

یا رب ہے تجھے دلِ یک خلق کو وا شد __فقط__ تا بادِ صبا غنچوں کی یاں عقدہ کشا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیوان نوا بدایونی شاگرد بقا شاگرد شاہ حاتم

عجب طرح کا یہ مخمصہ ہے حصول کیونکر ہو کار اپنا ۔ نہ مجھ تک آتا ہے وہ ستمگر نہ اس تلک ہے گزار اپنا
اٹھا نہ در سے نوا نے مجکو کہ اس توقع پہ ہم پڑے تھے ۔ کہ بعد میرے اڑا کریگا گلی مین تیری غبار اپنا
تجھے ہے لازم کہ رحم کر تو غریب و بیکس ہون بینوا ہون ۔ کہ تیری خاطر مین چھوڑ آیا ہزار منزل دیار اپنا

ترے دمبدم آنے جانے نے مارا ۔ مجھے ہر گھڑی کے بہانے نے مارا
دائمین بہت دیکھیان ہین ولیکن ۔ ترے ہنس کے اس منہ چھپانے نے مارا
شب وصل بیٹھے بٹھائے یکایک ۔ ترے بے جہت روٹھ جانے نے مارا

نہ جی دکھایئو ظالم تو دلفگارون کا ۔ اثر بد دشش ہے ہر نالہ بیقرارون کا
نوا کے حکم نگہ بارگاہ عام مین دے ۔ کہ حلقہ ہے ترے در پر امیدوارون کا
کرے رکھے ہے نوا آپ کے یہ گوش گذار ۔ کہ ضبط نالہ برا ہے جگر فگارون کا

اس صفائی سے مرے جسم پہ تو وار لگا ۔ کہ جہان ہاتھ پڑے وان نہ رہے تار لگا
درد دل یار سے کہتے یہی ڈر ہے کہ کہین ۔ کوئی غماز نہ ہووے پس دیوار لگا
ہے یہ کس قاتل بیرحم کا کوچہ یارب ۔ جسطرف دیکھئے ہے کشتون کا انبار لگا
دل تمہین مفت ہی دیتے ہین اگر ہو منظور ۔ ورنہ اس جنس کا ہی اور خریدار لگا
شیخ کے وعظ سے دل تنگ جو تو ہے تو نوا ۔ پیکے مئے مستی مین دہلین اوسے دو چار لگا

ایک تیر کے کہاتے ہی بس دلکو پڑا چسکا ۔ کیا ذائقہ شیرین تھا اس میوۂ نورس کا
ہر گل نے شمیم اوسدم کیا خار نظر آئی ۔ جب طرف چمن نکلا وہ عطر لگا خس کا
بیمار محبت کا اکسیر نہین درمان ۔ ہے کشتہ نوا یارو خوبان بنارس کا

تیر پہ تیر یار کا سینہ مین شب گذار تھا ۔ رخنہ زخم ہر خدنگ دیدۂ انتظار تھا
اشک کے ساتھ نکلیان مدتون کی کدورتین ۔ گریہ نے دہو دیا تمام دلمین جو کچھ غبار تھا
بعد وداع روح بھی باز رہا یہ آئینہ ۔ دیدۂ حسرت آشنا محو جمال یار تھا

کیجیو نہ اے رقیب تو اوسکی مصاحبت پہ ناز — کچھ دنون بزم یار مین ہمکو بھی اعتبار تھا
یار کے اوٹھتے ہی تو آ انجمن نشاط سے — سب سے جو اسون مین مرے بیشتر انتشار تھا

جو کا نغمہ چمن مین دل فگار سے یون — خراج طوطیون سے باج مین ہزار سے لون
اگر جنون مین پڑے پیرہن گلے میرے — تو انتقام گریبان کے تار تار سے لون
تپ فراق مین تبرید کا اثر بخشے — جو زہر دام لب جان گزائے مار سے لون
اگر تکدر ذاتی کے دفع پہ آون — تو کار صیقل آئینہ ہر غبار سے لون
اگر مین پہونچون کسی نخل میوہ دار تلک — تو سایہ برگ سے بو گل سے فیض بار سے لون
نہ پہونچین زخم زبان کو جراحتین جو ہزار — سنان سے تیر سے شمشیر سے کٹار سے لون
برہنگی مین جو آئے تو آ خیال لباس — تو جیب دشت سے دامن مین کوہسار سے لون

تمہارے در پہ کئی خاکسار بیٹھے ہین — شکستہ خاطر و سینہ فگار بیٹھے ہین
غم فراق سے جان لب پہ آئی ہے اے مرگ — شتاب آ کہ ترے انتظار بیٹھے ہین
گزار ہو تری محفل مین کسطرح اپنا — ادہر رقیب ادہر پردہ دار بیٹھے ہین
کہے یہ کون کہ مشتاق جلوہ دیدار — گلی مین تیری ای بیقرار بیٹھے ہین
تو آ کلام کرے کیونکہ ماہ رویون سے — کرد سلام جو آن کو تو مار بیٹھے ہین

اس جنس محبت کا خریدار ہوا ہون — اس سودے مین رسوا سر بازار ہوا ہون
مجھکو نہ ملا یار ترے در پہ تو ناچار — تصویر سا مین نقش بدیوار ہوا ہون

نالہ جو درد دل سے دم صبح سر کرون — دنیا کو زلزلے مین [illegible]
سیماب و موج و برق خجالت سے آب ہون — بیتاب ہون [illegible] اپنے جو [illegible] سر کرون
اوس کوچہ سے نکالین جو کاہیدہ تن مرا — مین اپنے سیل اشک مین جون خس سفر کرون
تھا خون دل غذا سو دم تیغ نے پیا — اوقات فاقہ مستی مین کیونکر بسر کرون
امداد باؤن مہدی ہادی سے گر تو آ — اقلیم شبہ متنبہ دورے مین [illegible]

جو یاد آتی ہے مجھکو ترے دہن کی بو — تو دل مین چھپتی ہے [illegible]
جبسے ہے تیرے پسینہ کی جانفزا نکہت — جگر کو داغ کرے [illegible]

چمن میں باد سحر آئی کس کی خلوت سے
گل گلاب میں پاتا ہوں اوس بدن کی بو

نسیم زلف معنبر جس کا تازہ رکھے دماغ
اوسے خوش آتی ہے کب سنبل چمن کی بو

معطر اونکا شمیم وفا سے ہو وے دماغ
تو آ جو سونگھیں ملائک میرے کفن کی بو

—

جس غمزہ کے پہلو سے دور آسکا یار ہو
کس طرح اوس کے دل کو عزیز و قرار ہو

کیونکر ہو اوس کے لب سے ہین کام دل حصول
جسکو کہ ہم سے بات بھی کرنے مین عار ہو

ممنا پایاب کیسے ہون اوسکے حضور مین
خاطر پہ جسکی ہوے گل تازہ بار بر

—

جان کے جانے سے پہلے ہی سفر جان کرے
موت اسوقت مین آ جائے تو احسان کرے

نوک مژگان کو ہے وہ جوش کہ چشم ہر در
اشک کے سیل کو آمادہ طوفان کرے

آنکھ اوٹھا کر بھی نہ دیکھے وہ زمانہ کیطرف
نگہ یار جسے تابع فرمان کرے

قمریان اپنا چلن بھول کے بلبل ہو جائین
جلوہ ناز جو وہ سرو خرامان کرے

—

کوچہ یار سے کیا بے سر و پا آتی ہے
ٹھوکرین کہاتی ہوئی باد صبا آتی ہے

گرہ کاکل مشکین جو کبھی کہلتی ہے
نکہت غنچۂ گل نافہ کشا آتی ہے

—

جنت نصیب تیرے ہوے شب جگر جلے
گھی کے چراغ آج رقیبون کے گھر جلے

دیکھا چراغ بزم رقیبان جو ردے یار
مانند شمع شام سے ہم تا سحر جلے

کیونکر لوا نگاہ کرے روے یار پر
وہ جس کے برق حسن سے نور نظر جلے

—

تصور مین تیری آنکھون کی ہم بادام سے کہیلے
خیال لعل میگون مین شراب جام سے کہیلے

سواد زلف مین بکھرے ہین کاکل روے روشن پر
یہ کالی صبح تک اللہ اکبر شام سے کہیلے

مسلسل رشتۂ تار نگہ ہے کچھ رگ جان سے
شکار آہو نگاہون کا ہم اچھے دام سے کہیلے

—

برنگ نقش پا اوس در پہ جب مینے زمین پکڑی
اوٹھانے کو نہ میرے پھر کسی نے آستین پکڑی

رہی ہے رات تھوڑی دل ہے مضطر دیکھیے کیا ہو
ادہر اندیشۂ دشمن اودہر اوسنے ہٹین پکڑی

دیا کیا درد سر اس رشک نے مجھ ناشکیبا کو
لگانے مین جو صندل غیر نے اسکی جبین پکڑی

الہی ناگ لگیو گور مین اوس تیرہ باطن کے
کہ جس نے بے تکلف اسکی زلف عنبرین پکڑی

اوسنہین کیا لطف مستی ہو جنہون نے جبینو نکی
نہ چشم عشوہ زا دیکھی نہ ساق نازنین پکڑی

غبار ناقۂ لیلی جو ہین سوے چمن نکلا   صبا نے نذر آگے بڑھکے بوسے کا سپیو پکڑی
شمیم حلقۂ جعد معنبر اوس کی وان پہونچی   تو دشت ختن سے مشک نے جو راہ چین پکڑی

—

لب تشنۂ تیرے خضر کی پروا نہ کرین گے   کشتے ترے امید مسیحا نہ کرین گے

—

کسدرجہ بیکلی ہوئی اُٹھتے ہی یار کے   کیا کیا ڈھونڈتے ہمین صبر و قرار کے
نافے نے گلی مین رکھدیے مشک تتار کے   ہر موے زلف پہ تیرے صدقہ اوتار کے
محشر کی صبح پردۂ ظلمات مین چھپی   یہ رعب ہین نوا میری شبہاے تار کے

—

تنزل مین جو ہم منظور ارباب نظر ہوتے   جو ہوتے بحر سے قطرہ تو قطرہ سے گہر ہوتے
وہ مہر صبحدم جب بارخ رخشان نکلتا ہی   دل خورشید گردون آتش حسرت سے جلتا ہے

—

سرتابی یان نہین جو وہان دار خوب ہے   گردن یہ بہ نہین جو وہ تلوار خوب ہے
ہو بلبلون کو سیر گلستان کی آرزو   ہم کو تو اوس کا سایہ دیوار خوب ہے
ہین مہر و ماہ چرخ برین پر بہی مشتری   اوس زہرہ وش کی گرمی بازار خوب ہے
غماز اشک سے مجھے ڈر ہے کہ عشق کا   کردے نہ فاش راز یہ اسرار خوب ہے
معنی شناس کہتے ہین یہ نظم دیکھکر   یارو نوا کی بندش اشعار خوب ہے

—

خیال کیون کہ تیرا جاے میرے سینے سے   جدا ہوا ہے کہین نقش بہی نگینہ سے
ہنوز سینے سے پہونچا نہین قریب گلو   کیا ہے قصد نفس نے کئی مہینے سے
قریب فرش مین اوس کے کہڑا ہوا تو نوا   یہ مسکراکے وہ بولا کہ ٹک قرینے سے

—

تھکا ہے مدتون کا یا پیام پاس لاتا ہے   الٰہی خیر کیجیو نامہ برکچہ سست آتا ہے

—

مت ہنسی اسکو سمجھنا مہربان نالے ہین یہ   کیجیو ان سے حذر آتش کے پرکالے ہین یہ

—

اوس بت کا کسطرح مجھے قرب حضور ہو   نزدیک جاؤن اوس کے تو کہتا ہے دور ہو

—

تیغ ابرو ہے نگہہ خنجر ہے مژگان تیر ہے   اؤ میان نقشہ ترا سب لائق تصویر ہے

—

سر و تعظیم کو تیری نہ ہوا باغ مین خم   راست کہتے ہین کہ ہے عقل سے معذور دراز
فکر زلف سیہ یار مین ہوتی نہین صبح   کہہ نوا ہوتی ہے کیسے شب دیجور دراز   فقط

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب دیوان تنویر دہلوی شاگرد رشید تلمیذ شاہ نصیر

الفت انگیز ہے مضمون گل افشاں میرا   گلشن عشق ہے ہر صفحۂ دیوان میرا
سیکھ لیں اس سے بھی اوس عہد شکن کی باتیں   کہہ رہا ہے نہیں دل کسی عنوان میرا
چاک اس چھیڑ پہ کتنوں کے گریبان ہوئے   دب گیا پاؤں تلے اونکے جو دامان میرا
ترک الفت سے بھی آرام نہیں قسمت میں   دشمنوں کو ہے خوشی دل ہے پشیمان میرا
دل میں نشتر ہی چبا کرتے ہیں ہر دم تنویر   نے چبھے دم وہ کہیں کاوش مژگان میرا

وہ جو چھوڑے سے نقاب آیا تھا   ساتھ ہوس کے حجاب آیا تھا
میری بیداریوں کا چرچہ کیسا   کبھو مجھکو نہیں خواب آیا تھا
مر مٹے ہم تو عشق کے ہاتھوں   یہ کہاں کا عذاب آیا تھا
تھا جو رسوائیوں کا ڈر اپنی   آپکو کیوں حجاب آیا تھا
دل ستم سہے اوسی کے تنویر   یہی خانہ خراب آیا تھا

حیا کا منہ سے وہ پردہ نہیں اوٹھانے کا   لیا ہے دل اسی پردے میں اک زمانیکا
جفا و جور و ستم کیا نہیں ہیں اونکو یاد   پر ایک سہو ہے دل لیکے بھول جانیکا
چلیں ہیں کعبہ کو تنویر آج کہتے ہیں   وہ کل تو پوچھیں تھے رستہ شراب خانیکا

ایک دل تھا سو زلفوں نے اسے مار تو رکھا   اولجھا کے کہیں بھی بت عیار تو رکھا
اتنی تو خطا ہم سے ہوئی تھی دم رخصت   تھا پاؤں پہ سر اوسکے کئی بار تو رکھا
یہ عین عنایت ہے تری چشم کی ہم پر   اس نرگس بیمار نے بیمار تو رکھا
منہ سے نہ پکارا کئے آنکھوں سے اشارے   دل غیر کو اوس شوخ جفا کار تو رکھا
تنویر چلے کعبہ کو لو عشق بتاں میں   گردن میں پڑا عشق کا زنار تو رکھا

زلف سے رخ سے پر عتاب ملا   برق سے دامن سحاب ملا
مجھکو کب ساغر شراب ملا   جب ملا صاف ہی جواب ملا

دل بے صبر و چشم تر تنویر ــــ جو ملا خانماں خراب ملا

راہی طرف ملک عدم ہو ہی چکا تھا | تو آ گیا میں ورنہ منعم ہو ہی چکا تھا
ٹھلاتی نزاکت نہ اوسے گردم رفتار | پامال یہ دل زیر قدم ہو ہی چکا تھا
سرگرم سخن مجھ سے جو وہ آکے نہ ہوتا | ٹھنڈا میں تہ تیغ ستم ہو ہی چکا تھا
دکھلاتے تو خط نے جو مجھکو تو کیا چاک | نامہ تو رقیبوں کو رقم ہو ہی چکا تھا
وہ جیت گئے پانسہ تقدیر سے تنویر ــــ پاس اونکے تو ایک ایک درم ہو ہی چکا تھا

توڑنے گل کو جو وہ شوخ طرحدار جھکا | اونکے قد سو نپہ سر بلبل گلزار جھکا ہے
دیکھ لی تیرے نشے میں جو گلابی آنکھیں | آنکھ کو شرم سے نرگس بیمار جھکا ہے
اوس کی پاپوش کی چمک جو دم صبح کرن | چومنے اوس کے قدم مطلع الانوار جھکا
دور ساقی میں مرے جھکنے لگا ایک پہ ایک | جام ساغر پہ ہے ساغر پہ ہے وہ یار جھکا
تمنے تنویر لکھا ایسا جواب سودا ــــ جنس مضموں پہ ہر ایک جنکے خریدار جھکا

اوس کی جو طرز جفا نے چاہا :: | وہی انداز قضا نے چاہا
مار رکھا اوسے بلبہ افسوں | جس کو اس زلف دوتا نے چاہا
نہ گئی دل سے کدورت اس کے | لاکھ ارباب صفا نے چاہا
نہ کھلا باب اجابت نہ کھلا | مدتوں میری دعا نے چاہا
ہم تو سمجھے نہ حسینوں کے ستم | پر نہ یہ طرز وفا نے چاہا
نہ لیے اوسنے تو دامان بجا | جسکو اس ہوش ربا نے چاہا
نہ ڈر وہ جور بتاں سے تنویر ــــ وہی ہوگا جو خدا نے چاہا

ناز آفت ہیں ادا قہر ہے گفتار غضب | قد قیامت ہے ستم حسن ہے رفتار غضب
پس گئے سیکڑوں دل خون ہزاروں کے ہوئے | شوخی رنگ حنا ہے یہ ستمگار غضب ۱۰
گالیاں اس لب شیریں سے مزا دیتی ہیں | زہر آمیز ہے ایک ایک کا انکار غضب
زندگی تلخ تو ہو جاتی ہے دل کو دیکر | پر یہ ہے ذائقہ عشق مزیدار غضب
تیرے کہنے سے لے چھوڑ تو دوں اے واعظ | رنگ دکھلاتی ہے پر یہ مئے گلنار غضب

جان کی خیر نہیں آج خدا خیر کرے — کہ ہر ایک بت پہ ہوتے ہیں دو بیمار غضب
کئی جا ٹوٹتے دل اس غم سے گھٹا جاتا ہے — چھوڑ کر کھلے ہیں وہ زلف حوالا غضب
آدمی کیسے پہ ہیں زار ہیں زخمی اوسکے — نگہ ناز سے وہ برق کی تلوار غضب
جان بچی نظر آتی نہیں اس سے تنویر — ہو گیا دل کو محبت کا یہ آزار غضب

روک لی ہنسے تو کل اوس کے دل آ چوٹ — آج یارو کی سہے اوس شوخ ستمگار پہ چوٹ
ہوگیا ہے ہمیں کروٹ کا بدلنا مشکل — ایسی الفت کی لگی ہے دل بیمار پہ چوٹ
ہاتھ دھو بیٹھینگے جینے سے عدو کے وہ بھی — ہٹ کبھی کی جو کوئی پڑ گئی اغیار پہ چوٹ
وار تیغ نگہ ناز سے کرتا گر وہ — ہم کیتے ہم سپر داغ دل زار پہ چوٹ
زلف ناگن ہے وہ تم اوس سے بچاے تنویر — اٹھے کرتی جادو اس چرخ نگونسار پہ چوٹ

غم نے بن اوس کے دل میں کیا کیا مقام آج — بیتاب ہاں بھی لینے لگیں انتقام آج
ملجائے خاک میں یہ ہنسی جس سے بیج ہو — ہنس کر لیا رقیب کا کیونکر تمنے نام آج
اوٹھے نصیب کیا کر مرا دل اوٹ گیا — آیا جو میں اواٹھ جی [illegible] اوس نے جام آج
ہاتھوں سے پھینک دیجیے شمشیر کا ورق — ہو یگا ناوری پہ چڑھا کر غلام آج
تنویر دم نہ تھا جو یہ قاصد نے دم دیا — خط تو نہیں مگر ہے زبانی پیام کج

ہے بدلتا ترا اکبات پہ سو بار مزاج — عارضی حسن پہ اتنا نکرلے یار مزاج
سرد مہری کی کر دن کیونکر شکایت اوس سے — آگ ہو جاتا ہے اوس شوخ کا ہے حار مزاج
گالیاں سیکڑ دن دیں پھیر کے منھ کو اسنے — پوچھ کر خوش تو ہوا اسکا دل زار مزاج
بل نکالا تری زلفوں نے غضب دونوں کا — کرتے تھے ایک سے ایک کا فرد ینداز مزاج
چار عنصر سے بنا پتلہ آدم تنویر — کہ بد ا کانہ ہے چار دن کے ہیں چار مزاج

کس عدو نے یہ دیا مجھے عطر لگا کر تعویذ — رشک [illegible] کے بھر سے مریضان ہیں معطر تعویذ
جس کو دیکھا نگہ ناز سے دل اوس نے دیا — حسن والوں کا ہے وہ ان موثر تعویذ
نہوا موم دل ان سنگدلوں کا نہ ہوا — سب [illegible] ہے پتھر تعویذ
وصل یاروں کو میسر ہے وہ بھی جلتے ہیں — میرے بدخواہ جلا [illegible] جو ظفر گھر تعویذ

سیکڑوں کر دیئے برباد گھر اُس نے تنویر ــــــ عشق وفانہ بر انداز ہے کافر تعویذ

چھپ کے نکلا ہے نہیں مطلع الانوار ہنوز
کر چھٹی رُخ پہ ہے وہ زلف سیہ کار ہنوز

آج تک چین نہیں ہے کسی صورت اوسکو
کروٹیں بدلے ہے کل سے ترا بیمار ہنوز

منتیں بھی کریں پاؤں بھی پڑے دم بھی دیئے
نہ دیا اوس نے پر ایک بوسۂ رخسار ہنوز

کون شوریدہ سر آیا تھا کہ سر پھوڑ گیا
خون سے آسودہ ہے ظالم تری تلوار ہنوز

زور پیری ہوا تنویر گیا عہد شباب ــــــ پر یہ ویسا ہی رہا عشق کا آزار ہنوز

آگیا غش نہ رہے جب دل بیمار کے ہوش
اوڑ گئے دیکھ کے اوس شوخ جفا کار کے ہوش

یاد آئیں جو مجھے وہ عرق آگیں زلفیں
آشنا رو دیا کہ اڑے ابر دُر بار کے ہوش

دیکھکر آئینہ میں برق تجلی اپنی
نہ ٹھکانے ہے اوس آئینہ رخسار کے ہوش

خوب بوسے لئے اوس چاند سے رخساروں کے
پیکے مے جب نہ رہے اوس بت میخوار کے ہوش

جان قالب میں نہ تنویر زبان کہنے میں ــــــ غم میں جاتے رہے ایسے دل بیمار کے ہوش

سر کاکل کو نہ او شوخ طرحدار تراش
کاٹ کھاویگا یہ اوڑ کر نہ سر مار تراش

اب تو سر بستے ہیں دس بیس کے بر عوض قلم
خوب یہ تو نے نکالی ہے جفا کار تراش

خط تو یہ مینے ہی لکھا تھا خطا وار ہوں میں
ہاتھ قاصد کے لئے تو نے ستمگار تراش

ماہ نو جھوم ہی سے اوسکو فلک سے گر کر
پھینک دیوے جو وہ ناخن پس دیوار تراش

تیز کی تیغ ہے کیا چال میں اوس کافر کی
سیکڑوں دل دیئے اوس نے دم رفتار تراش

قتل کرتا ہے تو کر شوق سے تنویر کو تو ــــــ رنج آمیز نہ باتیں بت عیار تراش

چل کفن کی کہیں کر تو بھی دل زار تلاش ــــــ آج کہتے ہیں کہ کرتے ہیں وہ تلوار تلاش

نہ سنی پرسی اوس نے دل زار کی عرض
کون سنتا ہے بھلا ایسے گنہگار کی عرض

چلو آہستہ کہ ہوتی ہے قیامت برپا
فتنۂ حشر نے پیرا اوس سے کئی بار کی عرض

جنبش لب ہے دم نزع یہ کچھ کہتا ہے
سن تو لو اپنے ذرا مائل گفتار کی عرض

ذکر اعدا سے چھڑکا کئے زخموں پہ نمک
دلم کشتن نہ سنی کشتۂ تلوار کی عرض

مدح خوان آل عبا کا میں رہوں تنویر
ہے یہ خدمت مین جناب شہ ابرار کی عرض

اوس نے لیکر جو پڑھا قاصد اغیار سے خط　　قتل کرتا تھا مجھے رشک کی تلوار سے خط
کہا اوس آئینہ رو نے ہے غضب خط غبار　　نامہ بر خاک پڑھا جائے دل زار سے خط
ایسے ہر جائی سے کیا مطلب دل بر آئے　　روز لکھوائے غلامی کا جو دو چار سے خط
کچھ نہ کچھ تو اوسے عیزون نے پڑھایا جاکر　　آج قاصد سے لیا اوس نے جو تکرار سے خط
جانتا نسخہ صحت ہون اوسے اے تنویر ——　　اس کا رکھتا ہون لگائے دل بیمار سے خط
دو سر شام گئے ہجر کی ہے رات شروع　　اشک جاری ہین ہوا موسم برسات شروع
جذبہ دل نے میرے کچھ تو کری ہے تاثیر　　پھر ہوئے آنکے جو الطاف و عنایات شروع
مجکو دکھلاؤ نہ تم رنگ حنا اوسکو جلاؤ　　بھیجی جس نے کری تم کو یہ سوغات شروع
کبھو وحشت ہے شدت کبھو غم کی کثرت　　کچھ پہلے تھے ہوئے پھر دو نئی حالات شروع
لوگ نظروں پہ چڑھ جاتے ہین خدا خیر کرے　　پھر نئے سر سے ہے کی اوس نے ملاقات شروع
ہجر کی شب یہ قیامت ہے کٹی اے تنویر ——　　صبح ہو جائے گر ایسی کوئی بات شروع
مینہ برستا ہے ہوئی سرد ہوا یار شروع ——　　دور ساغر بھی تو کر او بت میخوار شروع
تڑپتا ہون یون ہی تو نہ اٹھا بار بار تیغ　　قاتل ہے تیرے اس کف نازک پہ بار تیغ
چلتی ہے یہ زبان تری اس تیزی کے ساتھ　　قاتل چلے ہے جیسے کوئی آبدار تیغ
بل بہ نگاہ تیز کی وہ دل خراشیان　　جان اجل کو بھی وہ کرے ہے فگار تیغ
کہتے ہیں سخت جان مجھے قتل گاہ میں　　نازک ہے شاخ گل سے بھی اے گلعذار تیغ
گرمی شوق قتل کو لگ جائے میری آگ　　چمکا رہے ہیں دور سے وہ بار بار تیغ
تصویر مرگ تیغ جہان قتل اوسکی ہے　　خون نوشیون پہ تیز ہے وہ سحرکار تیغ
بے قتل ہم تو مر گئے تنویر رشک سے ——　　لایا بھی تو رقیب کی وہ طرحدار تیغ
رشک ہے دیکھے ہے وہ ہوش ربا اور طرف　　چتونین اور طرف دل ہے پڑا اور طرف
کام مسجد سے انہیں واعظ بے عشق ہے کیا　　اور ہے قبلۂ ارباب صفا اور طرف
جی تو چاہے ہے یہی بزم میں کہہ دے تنویر ——　　کہ وہ دیکھا نہ کرے میرے سوا اور طرف
داغ سے یون ہے بدن کی رونق　　جیسے گل سے ہو چمن کی رونق

کیوں نہ ہر گل میں ہو جلوہ اوس کا   ہے وہ گلزار زمن کی رونق
حاجت گل نہیں رکھتے ہیں شہید   گل پہ سرخیٔ کفن کی رونق
حسرت دیدیہ سے ہے برق فگن   اوس رخ صبر شکن کی رونق
ایسے تنویر ہیں اوستاد نصیر   جن سے ہے شعر کے فن کی رونق

نہ توڑ شیشوں کو او گلبدن تڑاق پڑاق   یہ دل شکن ہے صدائے شکست تڑاق پڑاق
ہنگ غنچۂ گل چپ ہو کیوں جواب تو دو   مزا سخن کا ہے یہ ہو سخن تڑاق پڑاق
نکلتی منہ سے نہیں بات روبرو اوس کے   کرے ہے باتیں وہ پیمان شکن تڑاق پڑاق
ابھی او ٹھے ترا بیمار ناتوان غش سے   جو شے تو بوسہ سیب ذقن تڑاق پڑاق
ہزاروں شیشۂ دل کو وہ غم پہ اے تنویر   مدام توڑے ہے چرخ کہن تڑاق پڑاق

وہ کہہ تو گئے ہیں کہ ہم آوینگے سحر تک   امید ہے جینے کی کسے چار پہر تک
ظلمات و عدم میں نہ رہا فرق سر مو   وہ زلف دوتا چھٹتے ہی پہونچے ہے کمر تک
ہے روزن دردیدہ خورشید قیامت   وہ جھانکنے آئے تھے کہیں روزن در تک
کچھ کہوں اشاروں ہی سے وہ منہ سے نہ بولیں   وہ مانگیں تو ہم جان تلک دیں اونہیں سر تک
تنویر سخن فہم سمجھتے ہیں سخن کو   کچھ قدر ہنر کی ہے تو ہے اہل ہنر تک

ہے لخ پر غبار شہیدان یہاں تلک   پہونچیگی کوئی دم کو زمین آسمان تلک
دفتر شکایتوں کے ہیں دلمیں یہ کیا کریں   اوس بزم میں ہلا نہیں سکتے زبان تلک
سایہ سے بھی جو اپنے چلے بچکے دور دور   جائیں تو کیونکر جائیں ہم اوس بدگمان تلک
جانے دو ان کیونکر دیکھو تو دل کی تڑپ مری   تمکو قسم ہے اتنا تو لاؤ یہان تلک
یا ہم سے ہم پیالہ تھے وہ یا یہ رنگ ہے   بھیجیں تو پھیر دیتے ہیں وہ ارمغان تلک
لہو لعب میں عمر تو ساری گذر گئی   تنویر چھوڑو یاد بتان اب کہاں تلک

دیکھے گر صبح مرے دیدۂ خونبار کا رنگ   فرق خون شرم سے ہو مطلع الانوار کا رنگ
برق میں گرمئی و رنگت یہ کہاں ہے توبہ   اور ہی کچھ ہے مری آہ شرربار کا رنگ
کس سیہ بخت کا دامن ہے اجل نے پکڑا   کہ سیہ تاب ہے قاتل تری تلوار کا رنگ

زہر جینا ہوا نہیں وہ بھی لگیں دم دینے — خضر بھی دیکھیں اگر سبزۂ خط زار کا رنگ
یون پھپھولون سے مرے دل کے چھلکتا ہے لہو — ب انگور سے ہون شیشۂ عطار کا رنگ
لوگ کہتے ہیں شفق جس کو نہیں ہے وہ شفق — اوڑ کے پہونچا ہے مٹے دیدۂ خونبار کا رنگ
اسکے بیمار تو دیکھے ہیں بہت سے تنویر — دیکھئے ہر جا ہے نیا عشق کے آزار کا رنگ

بادل کو پانی پانی کریں چشم تر سے ہم — دوزخ کو پھونک دین دم آتش اثر سے ہم

حسرتین لیکر اجل کو آ سیان — وہ نہ آیا بل بے بے پروائیان
تم نہیں میں ہی سہی پیمان شکن — یہ کہو تمہین کسنے قسمیں کھائیان
چودھوین کا چاند شرمانے لگا — آپ نے زلفین منہ سے جب سرکائیان
بندہ پرور میرے دل سے پوچھئے — آپنے باتیں جو کچھ فرمائیان
ہات میری چٹکیون میں سے اڑا — کسنے یہ باتین تمہین سکھلائیان
اوس کا خمیازہ ہے جاگے ہو کہین — سو رہو لیتے ہو کیون انگڑائیان
دل کہین انکا تو سب کچھ ہے قبول — کیا قلق تنویر کیا رسوائیان

شب غم میں مونس میں لاچاریان — ملیں خاک میں حسرتیں ساریان
دیا جام جب غیر ہی کو دیا — نشہ میں تری بل بے ہشیاریان
قیامت تلک سوئینگے جاگ لیں — کہان پھر یہ راتون کی بیداریان
تم اپنے تغافل سے پوچھو ذرا — سہیں ہمنے جیسی جفا کاریان
تمہارا بھی تنویر مذہب ہے کچھ — یہ تقوا طہارت یہ میخواریان

محو دیدار یار ہون چپ ہون — اتنا بے اختیار ہون چپ ہون
وہ رکھائی سے گھونٹتے ہیں گلا — کیا کہون بیقرار ہون چپ ہون
راز دل گر کہون تو حال کھلے — جان و جی سے نثار ہون چپ ہون
کون قاتل کے آگے دم مارے — کیا کہون دل فگار ہون چپ ہون
دیکھتا یاد چشم میں تنویر — سیر لیل و نہار ہون چپ ہون

ہو نہ کچھ اور ایس آغاز کا انجام کہین — ساقیا لب سے لگا دے تو لب جام کہین

وہ دل آرام جو پہلو میں نہیں ہے اپنے
دلِ بیتاب کو آتا نہین آرام کہین

صدمہائے شبِ ہجران سے گرا جاتا ہون
اے تمنائے شبِ وصل مجھے تھام کہین

شام سے ہوتی ہین دلبر جو بلائیں نازل
کھول بیٹھے نہون وہ زلفِ سیہ فام کہین

لے تو لون بوسۂ کنجِ اوس کا پہ ڈر ہے تنویر
ہو نہ جائے وہ خفا شوخ گل اندام کہین

ہوتا اکدم کا بھی وقفہ جو ترے آنے مین
دیر یان کچھ بھی نہ تھی دم کے نکلنے مین

تو چلے ساتھ تو ڈان مست نگاہون کی قسم
خم کے خم ہم بھی لونڈھا دیوینگے میخانے مین

بجگئی دم پہ مرے اور بھی وقتِ رخصت
ایک اوس شوخ کے سو ناز تھے گھبرانے مین

لیلئے غیرون نے خط نامہ بردون سے میرے
آخرش بیٹھے وہ بشر آگئے بہکانے مین

برقِ بیتاب کا انداز تھا اوس دم تنویر
اوسکے ہنس دینے مین اور مرے تڑپ جانے مین

دل کو کیا یار کے پیکان لئے بیٹھے ہین
صاحبِ خانہ کو مہمان لئے بیٹھے ہین

شور کیونکر نہ لبِ زخمِ جگر سے اوٹھے
سنتے ہین پھر وہ نمکدان لئے بیٹھے ہین

دم لبون پر ہے یہان شوقِ شہادت مین مرا
گھر مین وہ خنجرِ بران لئے بیٹھے ہین

سوگ نے اونکے ہزارون کو کیا سودائی
وہ ابھی زلفِ پریشان لئے بیٹھے ہین

دلِ پر داغ سے بہلاتے ہین جی کو اوس بن
ہم یہ پہلو مین گلستان لئے بیٹھے ہین

اوٹھتے ہی پہلو سے اوس پردہ نشین کے ہم بھی
چشم پر گوشۂ دامان لئے بیٹھے ہین

کل تو کعبہ کو چلے حضرتِ تنویر تھے لو
آج مے نوشی کا سامان لئے بیٹھے ہین

ہین شام ہی سے رنج و قلق جان پر ابتو
ہمکو نہین امید کہ بگڑین سحر ابتو

دیوانہ کوئی ہوے تو ہو اوس کی بلا سے
اپنے ہی بری پن پہ پڑی ہے نظر ابتو

سایہ سے جھجک جاتے تھے یا پھرتے ہو شب بھر
واللہ کہ تم ہو گئے کتنے نڈر ابتو

جان کو تو خبر بھی نہیں اوپر ہی سے اوپر
دل لیگئی اوس شوخ کی نیچی نظر ابتو

میخانہ آمدِ عشقِ بتان اور یہ سن و سال
تنویر خدا کا بھی ذرا خوف کر ابتو

عید ہو جائے ابھی طالبِ دیدارون کو
کھول دو زلف سے گر چاند سے رخسارونکو

لیکے دل چین سے جا بیٹھے وہ گھر مین چھپکر
ابتو آنکھین بھی ترسنے لگین نظارونکو

پھل یہ قاتل کو دیا میری گران جانی نے
توڑ کر ڈھیر کیا سیکڑوں تلواروں کو

عین الطاف ہے مذہب میں حسینوں کے ستم
بدشگونی ہے انہیں پوچھنا بیماروں کو

دور ساقی میں بھی اولٹی ہی بہی گنگا ہر روز
جب دیا جام مئے ناب تو اغیاروں کو

کبھو سودا کبھو وحشت کبھو غفلت کبھو درد
آگ لگ جائے محبت کے ان آزاروں کو

وہ پری ڈرے تو پیو شوق سے تم اے تنویر
مئے سے پرہیز نہیں چاہیے میخواروں کو

شوخی گرمی رفتار دکھاتے نہ چلو
فتنۂ حشر کو سیماب بناتے نہ چلو

غیر بھی کرنے لگے نقش قدم پر سجدے
نقش حب دل پہ رقیبوں کے بٹھاتے نہ چلو

چلتے چلتے تو نہ غیروں سے ہنسو بہر خدا
خاک میں اشک نمط مجکو ملاتے نہ چلو

نگہ گرم سے گلشن میں نہ دیکھو گل کو
آتش رشک سے بلبل کو جلاتے نہ چلو

اوسکے کوچے سے نہ گھبرا کے چلو اے تنویر
لوگ پا جائینگے آنکھوں کو چراتے نہ چلو

دیکھتے ہم تھے دلا نقشۂ دلدار کر تو
اب بنے بیٹھے ہیں ہم نقش بدیوار کر تو

اوس گل اندام کی چاہت کا ملا یہ ثمرہ
اب پھپھولوں سے بھلے ہم ہیں دل افگار کر تو

برق بیتاب ہے تم تیغ کی چمک تو دیکھو
اپنی آنکھوں کی قسم نوک پلک تو دیکھو

چشم میگوں کی قسم مست نگاہوں کی قسم
دور ساغر کا مزا صبح تلک تو دیکھو

شاخ گل کی ہے قسم میری رگ جاں کی قسم
تم ذرا اپنی کمر کی یہ لچک تو دیکھو

میرے زخموں کی قسم شور محبت کی قسم
اپنے حسن نمک افشاں کا نمک تم دیکھو

درد فرقت کی قسم شام مصیبت کی قسم
لگی تنویر پلک سے نہ پلک تو دیکھو

دل اوس چشم کو وہ دل زار کو
کر دیکھے ہے بیمار بیمار کو

نچوڑا چھپا لا کہ پہلو میں دل
وہ لے ہی گئی اوس گنہگار کو

یہی تھا سوے آئی سودائے زلف
گئے شام کے وقت بازار کو

پھر چلی کے دل لگائیں کسی گلبدن کے ساتھ
کچھ گل نئے نئے ہی ہوں داغ کس کے ساتھ

ساغر نہیں تو ساقئ کوثر کا لیکے نام
ساقی وہاں شیشہ لگائے دہن کے ساتھ

ہوتی ہماری جان ہے اس رشک سے ہوا
اٹھکھیلیوں سے چل نہ نسیم چمن کے ساتھ

پتا ہے نیچ کے شورِ قیامت پرے پرے — انداز اوس کے چلنے لگے فتنہ پن کیساتھ
تنویر گو ہے بے وطنی نے مزا دیا — پر اب بھی تھوڑے تھوڑے ہیں ارمان وطن کیساتھ

بنت کے جور کی ہے اور نہ جفا کی پناہ — یہ ہے سے پوچھو کہ جیسے ہیں یہ خدا کی پناہ
ہمیں تو آنکھ لڑ لے بغیر چین نہیں — اور انکی آنکھوں نے لی پردۂ حیا کی پناہ
ملانے خاک میں بلا کہوں دلوں کو آن چھپے — پھر اوس نگاہ نے لی چشم سرمہ سا کی پناہ
ستم ہے چرخ ستمگر بھی اوس کے چکرا یا — جفائے فتنۂ گردون نے لی جفا کی پناہ
شہید الفت تھے اوس ذوالفقار زلف کے آج — اجل نے مانگی شہیدان کربلا کی پناہ
خدا خدا کرو مسجد میں بیٹھکر تنویر — یہ سن تمہارا اور عشقِ بتان خدا کی پناہ

جو کہا اوس نے وہ کئے ہی بنی — صوفیوں کو بھی مئے پئے ہی بنی
ایسی باتیں بنائیاں اوس نے — کچھ نہ بن آئی دل دیئے ہی بنی
اب بھی آجائے اس تمنا میں ، — نہ موئے ہجر میں جئے ہی بنی
کافر عشق ہو گئے آخر — ان بتوں کا کہا کئے ہی بنی
تھا جو رسوائیوں کا ڈر ان کو — جیب کے چاک کو سیئے ہی بنی
رات ساقی بغیر تھام کے دل — زہر کا گھونٹ پی لئے ہی بنی
مچلے تنویر جب یہ طفل ہمرنگ — گود میں انکو دے لئے ہی بنی

دوست جیسے خواہ وہ عدو سے ملے — نہوے ہم تو پھر کسو سے ملے
ساتھ اس کے پے ہیں لاکھوں دل — کیوں نہ رنگ حنا لہو سے ملے
واہ یہ شکل یہ دغا بازی — دل کسو کا لیا کسو سے ملے
ویسے ہی حسرتوں کے خون ہوئے — اور ایسے تھے جیسے آرزو سے ملے
لوگ گئے تھے نماز کو تنویر — میکدہ کے ہیں روبرو سے ملے

جب ہی اچھے تھے کہ اوس شوخ کے بیمار نہ تھے — جان کر اپنی لگا لائے یہ آزار نہ تھے
جا کے نرگس کو چمن میں جو دیکھائیں آنکھیں — کیا ہم اس نرگس بیمار کے بیمار نہ تھے
یک قلم تمنے کری خط و کتابت موقوف — گو گنہگار رہے ایسے تو گنہگار نہ تھے

پوشاک ہے زیبا تجھے گل پیرہن ایسی — گل نے کا بھی جان نہیں ہے بدن ایسی
دلکو روئے بیٹھے کہ دل لیکے وہ گھر بیٹھ رہے — ہم ادھر بیٹھ رہے اور وہ ادھر بیٹھ رہے
باتوں باتوں میں جو پہلو سے وہ دل لے اوٹھے — آخرش تھام کے ہم اپنا جگر بیٹھ رہے
نہ رہی قدر سخن جب سے جہاں میں تنویر — چھپ کے عنقا کی طرح اہل ہنر بیٹھ رہے
دل پریشان ہی رہا دیر تلک گو بیٹھے — اپنی زلفوں کو بنایا ہی کئے وہ بیٹھے
اپنی صورت پہ کہیں آپ نہ عاشق ہونا — جسطرح دیکھتے ہو آئینہ تم تو بیٹھے
زلف الجھی ہے تو شانہ سے اوسے سنبھالو — شام کا وقت ہے ہو کوستے کس کو بیٹھے
جاؤں کیا ایک تو دربان ہے اور ایک رقیب — جان لینے کو فرشتے ہیں وہاں دو بیٹھے
ہے جوانی بھی عجب چاہتا ہے دل تنویر — ے تا کو اوسے گھورو اوسے دیکھو بیٹھے
انہیں باتوں سے اس کی خو بگڑی — کبھو ہم سے بنی کبھو بگڑی
کیوں گلا غیر کا کیا ہے — فت اوس سے پئے عدو بگڑی
ہجر میں ہار کر جو صبر کیا — وصل کی ہمسے آرزو بگڑی
جیسے دل تو اوسکے ساتھ گیا — جان آفت رسیدہ تو بگڑی
قدر گوہر ہے آب سے تنویر — پھر رہا کیا جب آبرو بگڑی
جانہ تو حسرت دیدار ابھی باقی ہے — اک رمق مجھ میں دم اے یار ابھی باقی ہے
کیوں نہ دیکھوں انہیں نظروں سے خریدار کی — حسن کی گرمی بازار ابھی باقی ہے
سب ہوئے حسرت دار مان تو شب غم میں شہید — رہ گیا اک یہ گنہگار ابھی باقی ہے
دل کے بھی مجھ سے کھٹکتے رہے ہر بات پہ وہ — خار نکلا خلش خار ابھی باقی ہے
اوٹھ کے تنویر کے پہلو سے نہ جانا گھر کو — دو پہر رات ستمگار ابھی باقی ہے
یہ دلے کیوں تری زلف دوتا اولجھتی ہے — کہوں تو کہوے کہ کس کی بلا الجھتی ہے
بالائے بام آج جو چڑھکر اوتر گئے — کتنوں کو اسپہ بھی تہ و بالا جو کر گئے
وہ کر کے کیا شکایت دوران سر گئے — لاکھوں دلوں کے اوپر سے صدمے اوتر گئے
مانگوں جو بوسہ تو مچل جاتے ہیں کیسے — پھیر آنکھوں کو تیور وہ بدل جاتے ہیں کیسے

داغ دلکو لگا دیا کس نے
یہ شگوفہ کھلا دیا کس نے
آج وہ کچھ رُکے رُکے سے ہیں
[illegible] غیرا جتا دیا کس نے
خاک پر لوٹتی ہے حسرت دل
اوس کے سر پہ لگا دیا کس نے
لائے مجکو تمہارے نقش قدم
اور گھر کا پتا دیا کس نے
تم تو کعبہ چلے تھے اے تنویر
اوس صنم سے ملا دیا کس نے

نکتہ چینی ہے اور آراستن دامن سے ہے
جامہ یار میں عنقا شکن دامن سے ہے
دامن گل سے بھی ہلکا وزن دامن ہے
اوس پہ بھی بار اوسے ایک ایک شکن دامن ہے
کسی بیکس کے لہو کے ہیں یہ چھینٹے قاتل
گل حسرت سے جو پھولا چمن دامن ہے
اوس کا یہ کہنا کہ بس بس مرا دامن چھوڑو
نقش سینے پہ وہ دلکش سخن دامن ہے
تم نے پوچھا گل رخسار سے کیا دامن سے
آج کچھ اور بہار چمن دامن ہے
گرمیٔ حسن شرر ریز ہے منھ اوس سے نہ ڈہانپ
مجکو اے جان خطر سوختن دامن ہے
منھ پہ ہے اوس کے ہوا ہاں قبائے شبنم
بنگیا آئینہ صاف تن دامن ہے
جھکے جلوے سے ان آنکھوں کی قسم اے تنویر
عین تسلیم سر انداختن دامن ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان بہادر شاہ ظفر دہلوی

کسی نے اس کو سمجھایا تو ہوتا — کوئی یاں تک اسے لایا تو ہوتا
مزہ رکھتا ہے زخم خنجر عشق — کبھی اے بو الہوس کھایا تو ہوتا
جو کچھ ہوتا سو ہوتا تو نے تقدیر — وہاں تک مجھکو پہونچایا تو ہوتا
کیا کس جرم پر تو نے مجھے قتل — ذرا تو دل میں شرمایا تو ہوتا
دل اسکی زلف میں الجھا ہے کب سے — ظفر اک روز سلجھایا تو ہوتا

یار دیرینہ ہے پیر روز ہے وہ یار نیا — ہر ستم اس کا نیا اسکا ہے ہر پیار نیا
کیا قیامت ہے ستمگار تری طرز خرام — فتنہ ہر گام پہ اٹھا دم رفتار نیا
پھیرتے اس سے ظفر دلکو ہو سو اپھر جائے — ایک سودا ہے اور اس کا خریدار نیا

…ل درپہ جو سر مارکے روتا کوئی ہوتا — تو لبستر راحت پہ نہ سوتا کوئی ہوتا
دل ہی تھا نادان کہ تری زلف سے الجھا — یوں اپنے لئے خار نہ بوتا کوئی ہوتا
…بھی تھی جان باختہ پروانہ بھی جانباز — پر میری طرح جان نہ کھوتا کوئی ہوتا
…بھی گل لخت جگر لینے اسے دیتے — یہ پھول جو بالوں میں پروتا کوئی ہوتا
…ائی میں اتنا تو نہ گھبراتا ظفر میں — دل گرچہ مرے پاس نہ ہوتا کوئی ہوتا

…نے جانب کو جسے تو نے لبھایا ہوگا — کوئی اور اس کو سوا تیرے نہ بھایا ہوگا
…بھلا جس کو رسائی ترے ہوگی اس نے — سنگ در چوم کے آنکھوں سے لگایا ہوگا
…یگا وہ مزہ وہ ہوس کو نہ کبھی دلمیں جگہ — دل میں جس شخص کے تو آکے سمایا ہوگا
…دہ غم جو بتانے ہو نصیب اعدا — درد دل آپنے عاشق کو سنایا ہوگا
…حلقے نہیں ہوتے ہیں ظفر وہ برہم — زلف کو ہاتھ کہیں تو نے لگایا ہوگا

…عاشق تجھے غم کھانے سے انکار نہیں — کہ ہے غم میری غذا
…تجھے غم سے سروکار نہیں — کھائے غم اتری بلا

بھیجے خط سیکڑوں لکھ کر تمھیں ہشیاری سے　　بڑی دشواری سے
تمنے بھیجا نہ جواب ایک بھی عیاری سے　　یہ بھی قسمت کا لکھا
ہے حیات ابدی گر ہو شہادت حاصل　　تیرے ہاتھوں قاتل
تیرے آب دم شمشیر کو تیرا بسمل　　نہ سمجھے ہے آب بقا
ہمتو کہتے ہیں ظفر جو ہو سو تقدیر سے ہو　　ہے یہی بات بجا

نہ درویشوں کا خرقہ چاہیئے نہ تاج شاہانا　　مجھے تو ہوش سے اتنا رہوں میں تجھ پہ دیوانا
کتابوں میں دھرا ہے کیا بہت لکھ لکھ کے دھو ڈالیں　　ہمارے دل پہ نقش کالحجر ہے تیرا فرمانا
غنیمت جان جو دم گذرے کیفیت سے گلشن میں　　دیئے جا ساقی پیمان شکن بھر بھر کے پیمانا
نہ دیکھا وہ کہیں جلوہ جو دیکھا خانۂ دل میں　　بہت مسجد میں سر مارا بہت سا ڈھونڈا بتخانا
ظفر وہ زاہد بیدرد کی ہو حق سے بہتر ہے　　گرے گر رند درد دل سے ہاؤ ہوئے مستانا

دیا اپنی خودی کو جو ہمنے اُٹھا وہ جو پردہ سا بیچ میں تھا نہ رہا
رہے پردے میں اب نہ وہ پردہ نشین کوئی دوسرا اسکے سوا نہ رہا
نہ تھی حال کی جب ہمیں اپنے خبر رہے دیکھتے اوروں کے عیب و ہنر
پڑی اپنی برائیوں پر جو نظر تو نگاہ میں کوئی برا نہ رہا
ترے رخ کے خیال میں کون سے دن اُٹھے مجھ پہ نہ فتنۂ روز جزا
تری زلف کے دھیان میں کونسی شب مرے سر پہ ہجوم بلا نہ رہا
ہمیں ساغر بادہ کے دینے میں اب کرے دیر جو ساقی تو ہائے غضب
کہ یہ عہد نشاط یہ دور طرب نہ رہے گا جہان میں سدا نہ رہا
کئی روز میں آج وہ مہر لقا ہوا میرے جو سامنے جلوہ نما
مجھے صبر و قرار ذرا نہ رہا اُسے پاس حجاب و حیا نہ رہا
ترے خنجر و تیغ کی آب رواں ہوئی جبکہ سبیل ستمزدگان
گئے کتنے ہی قافلے خشک زبان کوئی تشنۂ آب بقا نہ رہا
اسے چاہا تھا مینے کہ روک رکھوں مری جان بھی جائے تو جانے نہ دوں

کیے لاکھ فریب کروڑ فسون نہ رہا نہ رہا نہ رہا نہ رہا

ظفر آدمی اس کو نہ جانیے گا وہ ہو کیسا ہی صاحبِ فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

یا مجھے افسرِ شاہانہ بنایا ہوتا
یا مرا تاج گدایانہ بنایا ہوتا
خاکساری کیلیے گرچہ بنایا تھا مجھے
کاش خاکِ درِ جانانہ بنایا ہوتا
نشۂ عشق کا گر ظرف دیا تھا مجھکو
عمر کا تنگ نہ پیمانہ بنایا ہوتا
صوفیوں کیلیے جو نہ تھا لائقِ صحبت تو مجھے
قابلِ جلسۂ رندانہ بنایا ہوتا
تھا جلانا ہی اگر دوریِ ساقی سے مجھے
تو چراغِ درِ میخانہ بنایا ہوتا
شعلۂ حسن چمن میں نہ دکھایا اُسنے
ورنہ بلبل کو بھی پروانہ بنایا ہوتا
روز معمورۂ دنیا میں خرابی ہے ظفر
ایسی بستی کو تو ویرانہ بنایا ہوتا

داغ کیا دل کو لے نگار لگا
عشق کے گھر پہ اشتہار لگا

اس دلربا سے کیجئے گلا دلبری کا کیا
ہو دل ہی برخلاف تو شکوہ کسی کا کیا
جب تک کہ تو نہ ہوگا نمک پاشِ ہر خراش
پائیگا کوئی خستہ مزا خستگی کا کیا
اس سوچ میں ہے یہ دلِ بیکس کہ دیکھیے
ہو بعد مرگ حال مری بیکسی کا کیا
کہتا ہے مجھ سے پھر دلِ بیتاب چل وہیں
کیا جانے مدعا ہے اب اس مدعی کا کیا
اک میں نہیں ہے دیدۂ بینا کوئی ظفر
وحدت میں اسکی دخل ہے ہر دوئی کا کیا

آپ نے خوب کیا کاٹ کے گر سر پھینکا
پر مری لاش کو کیوں کوچے سے باہر پھینکا
تیرے گھر جاتے ہی بیتابیِ دل نے جوں برق
گہ زمیں پہ مجھے اور گاہ فلک پر پھینکا
روشِ برگِ خزاں دیدۂ گل سے اُسکی
اے صبا تو نے ہمارا تنِ لاغر پھینکا
ہوں میں وہ سنگ کہ دستِ فلک نے مجھکو
گردشِ دہر کے گوپن میں پھر آکر پھینکا
دلِ سوزاں کو مرے لے تو لیا اسنے ظفر
لیک جب جلنے لگا ہاتھ میں لیکے پھینکا

[illegible] کا وہ سیاہی میں گر سحاب بنا
تو دل کا داغ بھی تابش میں آفتاب بنا
جلا دل جو ترے شعلۂ نگہ نے رات
فلک پہ نالہ مرا ناوکِ شہاب بنا

دلِ شکستہ کی تو میرے کچھ درستی کر — خدا کا گھر ہے نیا نا بڑا ثواب بنا
ہوئی نہ پاؤں تلک اُس کے دسترس افسوس — ہمارا دیدہ نہ کیوں حلقۂ رکاب بنا
ظفر جو لکھنا ہے احوالِ دل تجھے اپنا — تو ایک رقعہ سے کیا ہو دلیگا کتاب بنا

تو عیادت کو گر نہ جائے گا — تیرا بیمار مر نہ جائے گا
قاصد اشک کے سوا میرے — کوئی واں نامہ بر نہ جائے گا
ساتھ اپنے کوئی بھی زیرِ زمیں — غیر داغِ جگر نہ جائے گا
لے چکے لوگ خون بہا میرا — کیا وہ قاتل مکر نہ جائے گا
گرچہ مر جائے گا ترا بیمار — تو نہ جائیگا پر نہ جائے گا
تو اگر جائے گا تو ساتھ ترے — سایہ ساں کب ظفر نہ جائے گا

وہاں دل نہ لگاتا جو کوئی اور سا ہوتا — پہونچے نہ کٹاتا جو کوئی اور سا ہوتا
زلفوں کو دیا چھوڑ مجھے منہ تھا تمہارا — میں ٹھیک بناتا جو کوئی اور سا ہوتا
یہ ہی تھا جو خاموش رہا سنکے تری بات — دو چار سناتا جو کوئی اور سا ہوتا
کچھ قدر مری تو نے ستمگار نہ جانی — چھاتی سے لگاتا جو کوئی اور سا ہوتا
دیں گالیاں تو نے ہمیں اور ہم نہ گئے دیکھ — منہ بھی نہ دکھاتا جو کوئی اور سا ہوتا
یہ دل دیکے ظفر تم نے کہا کچھ بھی نہ اسکو — سو فیل وہ لاتا جو کوئی اور سا ہوتا

برائے بوسہ جو بیٹھے لبے ہنسی سے کہا — تو کیا کہوں مجھے کیا اُس نے بیرخی سے کہا
ارادہ ہے جو مرے قتل کا تجھے قاتل — تو کھینچ تیغ کہ میں نے بھی ہاں خوشی سے کہا
سراہئے دلِ عاشق کو جان دی اپنی — پرے نہ درد دل اپنا کبھی کسی سے کہا
قسم خدا کی تجھے قاصدا کہ یہ پیغام — کہا ہے یار نے یا تو نے اپنے جی سے کہا
ہمیشہ کرتے رہے غیر کی طرف داری — کبھی نہ آپ نے اک حرف منصفی سے کہا
ظفر وہ دشمنِ جان ہے لے بچا نیو دوست — ترے جتانے کو یہ ہم نے دوستی سے کہا

تیرے غنچہ کو کہاں غنچۂ مرجان پہونچا — جب نہ فندق کو ترے لعلِ بدخشان پہونچا
اس کی پشتِ لبِ جان بخش پہ نکلا خطِ سبز — خضر گویا کہ سرِ چشمۂ حیوان پہونچا

بخیہ گر کوئی تھا جو چاک جگر کو سیتا
خوب بر وقت ترے ناوکِ جاناں پہونچا

آتشِ عشق سے جلتا ہے مرا خانۂ دل
جب پانی کہیں سے دیدۂ گریاں پہونچا

دیکھئے صبح تری کون سے دن ہوتی ہے
میں تو مرنے کے قریب اے شبِ ہجراں پہونچا

اے ظفر پہونچے مرا ہاتھ کب اُس دامن تک
ضعف سے جو نہ گئے تا بہ گریباں پہونچا

ہمنے سبھی کو عشق میں بد ظن بنا لیا
تھا دل جو دوست اسکو بھی دشمن بنا لیا

دعویٰ تھا ایک عمر سے اسلام کا ہمیں
اُس بت نے ایک دم میں برہمن بنا لیا

قصرِ بہشت تجھکو مبارک ہو زاہدا
ہمنے تو کوئے یار میں مسکن بنا لیا

اللہ رے تیری سنگدلی تو نے اپنا دل
پتھر بنا لیا ہے کہ آہن بنا لیا

بگڑا مزاج دیکھئے کیسی ہے اے ظفر
منھ اُس نے یوں جو پھیر کے چتون بنا لیا

جب کھلکھلا کے ساقیٔ گلفام ہنس پڑا
شیشے نے قہقہے کئے اور جام ہنس پڑا

دنداں کی تاب دیکھ کے انجم ہوئے خجل
وہ مہ جبیں جو شب کو لبِ بام ہنس پڑا

کچھ تو خوش آئیں تجھکو تری بد زبانیاں
میں سن کے تیرے منہ سے جو دشنام ہنس پڑا

تھا غنچہ دل گرفتہ نہایت ہی باغ میں
پر کچھ دیا صبا نے جو پیغام ہنس پڑا

سیراب آبِ تیغ سے ہوکر برنگِ گل
ہر ایک زخمِ عاشقِ ناکام ہنس پڑا

بارش کے وقت چمکے ہے بجلی ہی کیا ہوا
رونے پہ میرے گر وہ دلآرام ہنس پڑا

کیا بات یاد آگئی اسکو کہ اے ظفر
وہ یک بیک جو سن کے مرا نام ہنس پڑا

کوچے میں تمہارے تنہا ہر شب مجھے ہو جانا
دو چار گھڑی اپنا دل کھول کے رو جانا

بے طرح مجھے آنکھیں ہر لحظہ دکھاتے ہو
نشتر کہیں مژگاں کے دل میں نہ چبھو جانا

وہ تم سے ملے جس کی تقدیر میں جینا ہو
دل دیکھ کے تمہیں ہمنے اے شعلہ رخو جانا

نیند آئے ظفر کیونکر یاد آئے جو شب مجھکو
سر رکھ کے سرِ زانو اُس یار کے سو جانا

کیا کہوں دل مائلِ زلفِ دوتا کیونکر ہوا
پھر بھلا چنگا گرفتارِ بلا کیونکر ہوا

جنکو محرابِ عبادت ہو خمِ ابروئے یار
اُنکا کعبہ میں کہو سجدہ ادا کیونکر ہوا

دیدۂ حیراں ہمارا تھا تمہارے زیر پا
ہمکو حیرت ہے کہ پیدا نقشِ پا کیونکر ہوا

جو نہ ہونا تھا ہوا ہم پہ تمھارے عشق میں   تمنے اتنا بھی نہ پوچھا کیا ہوا کیونکر ہوا
وہ تو ہے نا آشنا مشہورِ عالم میں ظفر ——— یہ خدا جانے وہ تجھسے آشنا کیونکر ہوا
روئے جو دل کھولکر ٹکڑے جگر ہونے لگا   اور اگر رونے کو روکا دردِ سر ہونے لگا
کچھ خبر قاصد نے دی ایسی کہ سنتے ہی جسے   دل سے میں مجھسے مرا دل بے خبر ہونے لگا
بیٹھے کہہ کر اپنا حالِ دل دیا سب کو رولا   ہر طرف رومال پر رومال تر ہونے لگا
مجھسے عالم اپنے حسنِ حیرت افزا کا نہ پوچھ   آپ حیران آئینہ تو دیکھکر ہونے لگا
کوچۂ جانان میں جانا ہی پڑے گا ہو سو ہو ——— کیا کرون بیتاب دل پھر لے ظفر ہونے لگا
مست سب جان گئے ساقیِ مخمور کی بات   سوجھتی یعنی نشے میں ہے بہت دور کی بات
ناتوانی سے یہ احوال ہوا ہے اب تو   کہ سنائی نہیں دیتی ترے رنجور کی بات
دولتِ حسن کا ہے جیسے ظفر اوس کو غرور ——— خالی از غمزہ نہیں کچھ بتِ مغرور کی بات
کہہ بیٹھون جو سوزِ غمِ ہجران کی حقیقت   کچھ بجھ نہ رہے آتشِ سوزان کی حقیقت
آنکھون نے ہے یہ دیدۂ گریان سے دکھایا   کانون سے سنا کرتے تھے طوفان کی حقیقت
جو حرف ہے مطلب کا وہ اشکون سے مٹا ہے   کیا خط میں لکھوں میں غمِ پنہان کی حقیقت
صد کان نمک صرف ہو ہر زخم میں میرے   تو تل نہیں کچھ ایک نمکدان کی حقیقت
حاضر ہے دل و جان کہ ظفر یار کے آگے ——— کچھ دل کی حقیقت ہے نہ کچھ جان کی حقیقت
کلی جو لالۂ احمر کی مسکرائی آج   ہنسی چمن میں مجھے تیری یاد آئی آج
عجب روش سے وہ غنچہ دہن ہنسا یارو   کہ ہو گئی مرے دل کی گرہ کشائی آج
ملا وہ شوخ تو سچ ہے کہ اے ظفر ہمسے ——— سوائے گریہ کے کچھ بات بن نہ آئی آج
ایسی آنکھوں میں سمائی رخِ جانان کی نمود   کہ نظر پر نہ چڑھی مہرِ درخشان کی نمود
قدِ رعنا کو ترے دیکھ کے اے رشکِ چمن   گل گئی خاک میں سب سروِ گلستان کی نمود
فصلِ زلف کے جھٹکے سے ہے کہاں وہ دُرِ گوش   ہے سرِ شام مگر اخترِ تابان کی نمود
مرحبا دستِ جنون اس تری چالاکی کو   نہ رہی نام کو بھی تارِ گریبان کی نمود
رخِ روشن کو جو زلفون سے چھپایا اُس نے   وصل کے دن بھی ہوئی اک شبِ ہجران کی نمود

اے ظفر خاک سے انسان کا بنا ہے پتلا ــــــ خاکساری ہی سے دنیا میں ہے انسان کی نمود

خاک ہو کر جو پڑا ہے ترے داماں سے دور	جان نثار ایک ہی تھا وہ بھی تری جان سے دور
دلِ آشفتہ نہ تھا اتنا پریشان خاطر	جب تلک یار کے تھا گوشۂ داماں سے دور
گوشِ گل تک تری فریاد تو پہونچی ہوتی	رکھ قفس کو مرے ظالم نہ گلستاں سے دور
طائرِ سدرہ نشیں گرچہ ہو گرمِ پرواز	پر کبھی جا نہ سکے حضرتِ انسان سے دور
میرے نزدیک نہیں جو کہ ظفر کافرِ عشق ــــــ	اس سے ایمان ہے دور اور وہ ایمان سے دور

یا تو وہ رکھتے تھے سرگوشی ہمیں سے اسقدر	یا لگی ہونے سخن پوشی ہمیں سے اسقدر
جون گل و بلبل چمن میں سب ہیں ہنستے بولتے	سیکھی اک غنچہ نے خاموشی ہمیں سے اسقدر
نکہتِ گل جون سفر کرتی ہے بے زحمتِ سفر ــــــ	اے ظفر سیکھی سبکدوشی ہمیں سے اسقدر

گل فشان آمد است ابرِ بہار	لذہ بنیاد کرد بلبل زار
طرفہ بکشاد سنبل و ریحان	چشم وا کرد نرگس بیمار
ہر سر سبزہ قطرۂ شبنم	تاز ابریشم و در شہوار
گل نہادست جام مے بر کف	غنچہ دارد صراحی بکنار
اے ظفر جام بادہ از سر گیر ــــــ	دور عیش است و عہد بوس و کنار

تری ہے پازیب و سر کا جھومر زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر
ہوئے ہیں جلوہ نما چمک کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر
وفورِ اشکوں کا ہے ہمارے نکلتے نالوں میں ہیں شرارے
نہ کیونکر ہوں عشق پر نچھاور زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر
پھپھولے پاؤں میں ہیں نمایاں تو سر پہ داغِ جنوں فروزاں
نہ دیکھیں دیوانے تیرے کیوں کر زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر
ادھر تو فوارے چھٹتے ہیں وہاں ادھر ہیں اشجار پر چراغاں
نئی ہے سیر اک چمن کے اندر زمیں پہ گوہر فلک پہ اختر
زمیں نہایت ہی تھی یہ مشکل ظفر ہے استاد پر وہ کامل

غرض دکھا ہی دیئے جھاڑ کر زمین پہ گوہر فلک پہ اختر

آئی گلشن میں بہار اے دلِ غمناک بہار — گر نہ ہو وہ گلِ خوبی تو ہے کیا خاک بہار
چمنِ حسن پہ کیا پھول رہا ہے اپنے — نہیں رہنے کی سدا اے بتِ بیباک بہار
جابجا خونِ شہیدان سے ہے اک تازہ چمن — ہے ترے کوچے میں اے قاتلِ سفاک بہار
کون کہتا ہے گلوں پر ہے چمن میں شبنم — ہے ترے سامنے خجلت سے عرقناک بہار
اے ظفر جامۂ گل پر نہ کرے ناز کبھی — دیکھے رنگین اگر اس شوخ کی پوشاک بہار

ہر آشنا سے ایسا ہے اب آشنا کا طور — دو دن میں جیسے بگڑے ہے رنگِ حنا کا طور
ہونگے فتنے کتنے ہی پیدا جہان میں — گر ہے یہی تری نگہِ فتنہ زا کا طور
واعظ جو اس پری میں ہے وہ حور میں کہاں — شوخی کی طرز ناز کا شیوا ادا کا طور
پھیریں نہ منہ کسی سے کوئی خوب ہو کہ زشت — یہ ہے مثالِ آئینہ اہلِ وفا کا طور
دکھلایا اے ظفر ہمیں اس پُر فریب نے — مہر و وفا کے ڈھنگ میں ظلم و جفا کا طور

زلف آشفتہ نہیں خالِ رخِ دلبر کے پاس — شاخِ سنبل باغ میں طرفہ ہے نیلوفر کے پاس
جیسے دل کے متصل رکھتا ہوں میں تصویرِ یار — اور ہی صورت کا جلوہ ہے خدا کے گھر کے پاس
ابر کی کیفیتیں خالی ہیں بھاتی نہیں — بادۂ گلگوں سے شیشہ رکھ دے ساقی بھر کے پاس
زلف کے کشتے کا تیرے ہو جہاں مدفن وہاں — جا نہیں سکتا کبھی کالا بھی مارے ڈر کے پاس
ہے آفریں تجھکو ظفر ہو کیوں نہ شاگردِ نصیر — اس غزل کو جا کے پڑھ ہر ایک دانشور کے پاس

شعلۂ عشق نہیں ہے دلِ مایوس میں شمع — جل رہی ہے عجب اس پردۂ فانوس میں شمع
جنبشِ شعلہ سے پروانہ کے جل جانے پہ سر — ہاتھ ملتی ہے کھڑی حسرت و افسوس میں شمع
گھر میں درویش کے ہے روشنیٔ دل سے چراغ — چاہیئے محفلِ اسکندر و کاؤس میں شمع

اس دل جلے کو چاہیئے کیا گور کا چراغ — ہے داغِ دل ہی کشتۂ رنجور کا چراغ
اس رخ کے روبرو مہِ پر نور کا چراغ — تارا سا یوں ہے جیسے کوئی دور کا چراغ
کس شعلہ خو کے کوچے سے آئی صبا کہ یوں — بھڑکا حیاتِ عاشقِ مہجور کا چراغ
ہو نیش زن ہیں سینے میں [illegible] — دیکھا ہے کس نے خانۂ زنبور کا چراغ

زیب ہے میکشون کی مناسب ہے ساقیا — روشن ہو جام بادۂ انگور کا چراغ
ہے صرصر حوادث دوران کا غم بھی ساتھ — کیون کر جلے کہین دل مسرور کا چراغ
روشن تمہ فروغ سے کیونکہ نہ ہو جہان — تو ہی ظفر ہے خانۂ تیمور کا چراغ

دنیا ہے گنبد کہ تو جسکو سے اوچھال کے پھینک — یہ دل ہے ٹوٹ نہ جائے ذرا سنبھال کے پھینک
نہ تجز دلِ عاشق ہدف کسی کا جگر — خدنگِ ناز کو تو اپنے دیکھ بھال کے پھینک
ہوا مین نامہ اوڑے مرغِ نامہ بر کی طرح — جو لکھ کے ہاتھ سے دامن شوق مین ملا کے پھینک
بکیا ستم ہے خدا سے ڈر صیاد — نہ پر اوکھاڑ کے مرغِ شکستہ بال کے پھینک
ظفر کمال ہے تکلیف دل کے ہاتھون سے — جو میرا بس ہو تو سینے سے دل نکال کے پھینک

بنا جو خونِ جگر عشق مین شراب کے مول — گزک مین لختِ جگر بک گئے کباب کے مول
ہوا کے گھوڑے پہ وہ شہسوار حسن ہے آج — کہ ماہِ نو کو بھی لیتا نہین رکاب کے مول
ظفر وہ روئے کتابی ہے مصحفِ عشاق — کسی کتاب کا کیا آگے اوس کتاب کے مول

ادا ہو گرا قاصد اکس کا گھر سے نکل — مجھکو جو اُس نے کہا دور ہو گھر سے نکل
ضبط کیا گریہ پہ رک نہ سکا کیا کرون — گر ہی پڑا اشکِ تر دیدۂ تر سے نکل
پار جگر کے ہوا تیرِ غمِ یار کا — یہ وہ بلا تیر ہے جائے سپر سے نکل

ہے ربط حسن و عشق کو آپس مین اے ظفر — گل ہے برائے بلبل و بلبل برائے گل

نہ ہے ساتھ تو بھی زندگی سے کیا حاصل — فنا سے پہلے فنا ہو کہ ہو بقا حاصل
کاشے سجدہ مین آنکھون کو سوئے کعبۂ دل — کہ ہو رہیگا ثواب اس نماز کا حاصل
سمجھ کے راحتِ جان اس کو دل دیا ہمنے — ہوا نہ پر ہمین کچھ رنج کے سوا حاصل
ہزار پارہ کیا اُسنے تیغ سے دل کو — ہزار شکر ہوا دل کا مدعا حاصل
مجتبا آپ کو ہے خاک پائے فخر الدین — کیا ظفر نے یہ کیا علم کیمیا حاصل

تو نہ اپنے جامے سے باہر نکل کے چل — دنیا ہے چلپلاؤ کا رستہ سنبھل کے چل
آنکھیں ہمی تو دین ہیں کہ رکھہ دیکھکر قدم — کہتا ہے کون تجھ کو نہ چل چل سنبھل کے چل
چل سکیگا ہے کہ پہچانتے ہیں ہم — تو لاکھ اپنی چال کو ظالم بدل کے چل

بلبل کے ہوش نکہت گل کی طرح اوڑا — گلشن میں میرے ساتھ ذرا عطر مل کے چل

گر قصد ہوئے دل ہے ترا اے نگاہ یار — دو چار تیر پلک سے آگے اجل کے چل

دل اگر مانگو گے تم کو اے صنم دیدینگے ہم — پر نہ دنیا اور کو یہ بھی قسم دیدینگے ہم

زاہد بے مغز کو ہوگی نہ کیفیت نصیب — جام مے کیا گرچہ اسکو جام جم دیدینگے ہم

گر کہو ہوگے نشان کیا تم دم رخصت مجھے — ہنس کے کہتے ہیں کہ چلو داغ الم دیدینگے ہم

یہ بھی تھا تقدیر میں لکھا کہ اے نوخط تجھے — یوں دل و جان دین و ایمان بقلم دیدینگے ہم

سب نکل جائینگی اے قاتل ہماری حسرتیں — جب تڑپ کر دم ترے زیر قدم دیدینگے ہم

کندہ ہے دل کے نگینہ پر ہمارے نام دوست — اے ظفر کیونکر کسی کو یہ رقم دیدینگے ہم

تری مخمور آنکھوں نہیں یہ دنبالے غضب کے ہیں — لئے ہاتھوں میں ترک مست یہ بھالے غضب کے ہیں

شتابی خار صحرائی ابھی عقدہ کشائی کر — کہ ہنگام خلش یہ پاؤں کے چھالے غضب کے ہیں

جلا دینگے مثال برق خرمن صبر و طاقت کا — وہ رخسار آتشیں آتش کے پرکالے غضب کے ہیں

طبیعہ منہ ہے کیا جو اخگر سوزان مقابل ہو — تپ غم سے مرے ہونٹوں پہ تبخالے غضب کے ہیں

ڈبو دیتے ہیں گرداب بلا میں ایک عالم کو — ترے اے بحر خوبی کان کے بالے غضب کے ہیں

غضب لوٹے ہیں کیا کیا عاشقوں پر لگتے ہاتھوں نے — ظفر وہ بھی غضب پر ٹوٹنے والے غضب کے ہیں

تدبیر کو کس طرح کی تدبیر سے بدلوں — تقدیر کو کس طرح سے تقدیر سے بدلوں

زہر آب محبت میں حلاوت ہے کچھ ایسی — میں اس کو نہ ہرگز شکر و شیر سے بدلوں

بیماری ہجران سے اب اتنی نہیں طاقت — بستر پہ جو کروٹ کسی تدبیر سے بدلوں

انجم سے مرے داغ سوا ہیں جو کہو تم — اس بات پہ شرط اس فلک پیر سے بدلوں

واللہ نہیں دل کو ظفر آہ جو بس ہو — اس غنچہ کو میں غنچۂ تصویر سے بدلوں

صوفیوں میں ہوں نہ رندوں میں نہ میخواروں میں ہوں — اے بتو بندہ خدا کا ہوں گنہگاروں میں ہوں

مری ملت ہے محبت میرا مذہب عشق ہے — خواہ ہوں میں کافروں میں خواہ دینداروں میں ہوں

اے ظفر میں کیا بتاؤں تجھ سے جو کچھ ہوں سو ہوں — لیکن اپنے فخر دیں کے کفش برداروں میں ہوں

جس جگہ ہم ہوں وہاں گر تو نہو تو کچھ نہیں — اور جہاں تو ہو وہاں قابو نہو تو کچھ نہیں

...محمل کا مٹے زانو کے نیچے ہو نہ ہو — اُنکے زانو پر مرا زانو نہ ہو تو کچھ نہیں
...شق میں لذت ہے کیا یارو بجز سوز و گداز — لب پہ نالہ چشم میں آنسو نہو تو کچھ نہیں
...میں کر لینے کو دل ہون لاکھ افسون لاکھ سحر — تیری آنکھوں کا اگر جادو نہ ہو تو کچھ نہیں
...اشارے یار کے کیون کر چلے تیغ اجل — جبتک اسکی جنبش ابرو نہو تو کچھ نہیں
...ہے رنگین مزاجون کو ظفر اظہار لطف — زیب گل خوشبو سے ہے خوشبو نہ ہو تو کچھ نہیں

...سا اپنے اس کو کیونکہ تدبیر کھینچ لون — گر خواب میں بھی دیکھون تو تصویر کھینچ لون
...ے ہے زلف یار کر میں اپنے دام میں — دل کو مثال مرغ ہوا گیر کھینچ لون
...تو جان صبح کو کر جائیگی سفر — دو چار اور نالۂ شبگیر کھینچ لون
...ں وہ قلندری ہون کہ جذبہ کرون تو پھر — ساری کرامت فلک پیر کھینچ لون
...کیا عقل ہے جس کو لکھون سوچ کر ظفر — جس دم کرون ارادۂ تحریر کھینچ لون

...ب میں جلوہ جو شب اس نے دکھایا مجکو — صبح تک غش میں رہا ہوش نہ آیا مجکو
...تھا خواب عدم میں مجھے اے شور نشور — تو نے کیون دشمن آرام جگایا مجکو

...رنی کی سیر خوبان تا سحر دیکھا کئے — اور ہم انکا رخ رشک قمر دیکھا کئے
نظر آجاؤ شاید اس ہوس میں آج ہم — صبح سے تا شام سوئے رہگذر دیکھا کئے
...ین ہے ربط کچھ باہم تو پھر محفل میں شب — تم انہیں اور وہ تمھیں کیون اے ظفر دیکھا کئے

...یا ہے نشۂ جام مے گلگون تجھے — شیشۂ دل ہے بہت نازک وہ کیونکر دون تجھے

اک نگہ دیکھ لگارا جسے — کم نگہی نے تری مارا ہے مجھے
اُسنے پکارا تھا کسی اور کو — مینے یہ جانا کہ پکارا ہے مجھے
نفع کی امید تھی لیکن ہوا — زلف کے سودے میں خسارا ہے مجھے
...اگر آنکھ چرائی تو کیا — یاد ہے وہ کل کا اشارا مجھے

...اس وجہ ہم تم سے نہیں کچھ کام انسے ہے — ہوا بدنام عالم میں ہمارا نام ان سے ہے
...ب اور ہم ہیں وہ لوگ اسکو سکیان ہائے قسمت — کہ الفت صبح ہمسے ہے محبت شام ان سے ہے
...ر تیغ پر انکا چڑھے ہے وہ اپنے کوٹھے پر — کہ یہ جور دشمنی جس ہے کنار بام ان سے ہے

جو شکلِ طائر تصویر سب بے تعلق ہیں — نہ زیب باغ اُن سے نہ زینتِ دام اُن سے ہے
بھرے بیٹھے ہیں وہ غصے میں بوسے مانگتے ہو تم — ظفر شاید کہ تم کو خواہش دشنام اُن سے ہے

نامہ بر سے پہلے میرا نام سنکر ہنس پڑے — پھر سنا پیغام تو پیغام سنکر ہنس پڑے
عاشق آزردہ نہو ہرگز جفائے یار سے — دے اگر دشنام تو دشنام سنکر ہنس پڑے
بزم میں بھی زبان ساقی کی کچھ اس لطف سے — جام و مینائے مئے گلفام سنکر ہنس پڑے
یہ غرور جاہ غافل وہ ہمفنی کی بات ہے — خاک میں جم گور میں بہرام سنکر ہنس پڑے
تونے دیکھا اہل دانش کو کہ آخر اے ظفر — کوتہ اندیشوں کی عقل خام سنکر ہنس پڑے

نہ ہنسو دیکھ کے تدبیر کو پلٹے کھاتے — دیر لگتی نہیں تقدیر کو پلٹے کھاتے
یوں نظر یار کی پلٹی کہ نہ دیکھا ہمنے — اس طرح برق کی شمشیر کو پلٹے کھاتے
اے ظفر اُس سے نہ کر بات کہ دیکھا سو بار — ہمنے اُس یار کی تقریر کو پلٹے کھاتے

جام ہے شیشہ ہے ساقی بھی ہے برسات بھی ہے — اندنوں بادہ کشی دن بھی ہے اور رات بھی ہے
کچھ تو ہے اپنی طرف سے طلب ساغر مئے — دور ساقی کی کچھ امداد مدارات بھی ہے
شیشہ خالی ہو تو خم پاس دھرا ہے لبریز — خم ہو خالی ہو تو نزدیک خرابات بھی ہے
وہ بھی سرمست ہے اور ہم بھی نشے میں سرشار — ہاتھ گردن میں ہے اور لطف عنایات بھی ہے
یاں ہے یار کے ہے ساتھ ظفر بوس و کنار — اور اگر چاہیئے کچھ بات تو وہ بات بھی ہے

آتش الفت دل بیتاب میں روشن ہوئی — آگ کیونکر معدنِ سیماب میں روشن ہوئی

تا در جاناں ہمیں اول تو جانا منع ہے — اور گئے تو حلقۂ در کا ہلانا منع ہے
حلقۂ در گر ہلایا بھی تو بولے کون ہے — اب بتائیں کیا کہ نام اپنا بتانا منع ہے
آنکھ اُٹھا کر بھی اگر دیکھا تو وہ پردے میں ہے — سامنے بے پردہ ہوکر آنکھ آنا منع ہے
سامنے بھی وہ کسی صورت سے گر آئے تو پھر — بولنا ہنسنا تو کیا واں مسکرانا منع ہے
عاشقانہ شعر بھی کوئی پڑھا تو پڑھ کے پھر — آہ بھرنا منع ہے آنسو بہانا منع ہے
آہ بھر کر کچھ اگر آنسو بہائے بھی تو پھر — وہ جو دل کی بات ہے اسکا جتانا منع ہے
بات گر دل کی جتائی بھی تو پھر ہوتا ہے کیا — اے ظفر ایسی جگہ دل ہی لگانا منع ہے

کافر تجھے اللہ نے صورت تو پری دی — پر حیف ترے دل میں محبت نہ ذری دی
دی تو نے مجھے سلطنت بحر و بر اے عشق — ہونٹوں کو خشکی مری آنکھوں کو تری دی
کافر ترے سودائے سر زلف نے مجھ کو — کیا کیا نہ پریشانی و آشفتہ سری دی
صیاد نے دی رخصت پرواز پر افسوس — تو نے نہ اجازت مجھے اے بال و پری دی
ساقی نے دیا کیا مجھے اک ساغر سرشار — گویا کہ دو عالم سے ظفر بے خبری دی

بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی — جیسی اب ہے تری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی
لے گیا چھین کے کون آج ترا صبر و قرار — بیقراری تجھے اے دل کبھی ایسی تو نہ تھی
نگہ یار کو اب کیوں ہے تغافل اے دل — وہ ترے حال سے غافل کبھی ایسی تو نہ تھی
چشم قاتل مری دشمن تھی ہمیشہ لیکن — جیسی اب ہو گئی قاتل کبھی ایسی تو نہ تھی
کیا سبب تو جو بگڑتا ہے ظفر سے ہر بار — خو تری حور شمائل کبھی ایسی تو نہ تھی

حضرت دل عشق کے رنج و تعب میں پڑ گئے — ہے غضب بیٹھے بٹھائے کس غضب میں پڑ گئے
کار دنیا ہووے یا ہو کار دیں محنت ہے شرط — ایسے کیا ہوگا کہ جو عیش و طرب میں پڑ گئے
کیا ادھر اودھر چشم عنایت سے نہیں پڑتی نظر — پڑ گئے کیا آنکھوں پہ رنج بے سبب میں پڑ گئے
اب کہیں ہے میں کہیں ہوں اور کہیں میرے حواس — کافر تھے اب نہ فراق یار سب میں پڑ گئے
منزل مقصد کو وہ پہونچے یا ساقی ظفر — سیدھے رستے جو رہ رسم ادب میں پڑ گئے

صحبت گل ہے فقط بلبل سے کیا بگڑی ہوئی — آجکل سارے چمن کی ہے ہوا بگڑی ہوئی
دل شکستوں کا سخن کیوں کر نہ ہووے نادرست — ساز بگڑے ہے تو نکلے ہے صدا بگڑی ہوئی
کہاں گئی ہم پر کہ [illegible] دن سے کہیں بگڑی ہے آج — سر پہ ہے پگڑی جو تیرے زاہدا بگڑی ہوئی
دیکھئے کیسی بنے ہر بات پر بگڑے ہے تو — ہے تری خوب طرح اے دلربا بگڑی ہوئی
ہیں بھی باتیں بناتے پر ہیں قائل آپکے ہم — اے ظفر جو بات دے کوئی بنا بگڑی ہوئی

دل جلائے جو ادھر شام دیکھا ہے گا ہے — تو کہے اوس سے یہ با نالہ و آہ ہے گا ہے
چشمۂ زخم سر خال بنا ہے گا ہے — اس طرف بھی تمھیں لازم ہے نگاہ ہے گا ہے
دمبدم لحظہ بہ لحظہ نہیں گاہے گاہے

دلِ پُرشورش سے صدا لب پہ ہے ہر دم دمِ سرد   اشک چشم آنکھوں میں ہے رنگِ رخسار کا زرد
بھلا ہو پوچھو نہ تم حالِ دلِ غم پرورد   ہے بلا کثرتِ انبوہِ ہجومِ غم و درد
دلکو فرصت نہیں اتنی کہ کراہے گا ہے

کیا کہوں کیونکہ غمِ ہجر میں گھڑیاں گن گن   دن سے ہم رات کیا کرتے ہیں اور رات سے دن
مر بھی جاویں اسی حالت میں اگر ہم اس بن   بزمِ جاناں میں نہیں بار کہاں ہے لیکن
دیکھ لیتے ہیں اُسے ہم سرِ راہے گا ہے

فرصت اکدم کی نہ دی دلکو ہجومِ غم نے   خون کے دریا کئے جاری مژۂ چشمِ نم نے
جو نہ کہنا تھا کہا تیرے لئے عالم نے   اب جو یہ عہد کیا چاہ کے تم کو ہم نے
رو سیہ ہو جو کوئی اور کو چاہے گا ہے

جب سے میں عشق میں اُس شوخ کے ہوں بے خور و خواب   کہ فغاں لب پہ ہے اور چشم سے جاری خونناب
دیکھنا اس کو بھی ایکدن یونہیں با چشمِ پُر آب   وہ بھی ہو جاوے گا میری ہی طرح سے بیتاب
اُسکو پہونچا جو ظفر صدمہ کہ آہے گا ہے

حصہ دوم

شاباش دلا ارشدک اللہ تعالےٰ
ہاں پا نا اُسے تو نے جیسے دیکھا نہ بھالا

اللہ ری تری جنبش مژگان ستم کیش
اک پل میں کئے تو نے دو عالم تہ و بالا

تیرے رخ روشن کے تصور سے ہمیشہ
ہے کلبۂ تاریک میں عاشق کے اوجالا

جائیگی نکل جان مری دیکھ کماندار
تیر اپنا اگر تو نے مرے دل سے نکالا

بازار محبت میں نہ دل بیچ تو اپنا
بک جاتا ہے ساتھ اسکے ظفر بیچنے والا

اے قاصد تو ہی اس جان جہان تک جائیگا
اور تو ایسا نہیں کوئی جو وہاں تک جائیگا

جا کے کوچہ کیا کریگا تیرا عاشق اے صنم
وہ اگر جائیگا تیرے آستان تک جائیگا

جانے دو جاتا ہے گر عمر رواں کا کاروان
ٹھہر جائیگا کہیں آخر کہاں تک جائیگا

دام سے صیاد مرغ ناتوان چھوٹا تو کیا
یہ نہیں امید اُڑ کر آشیان تک جائیگا

کون ہے قاصد ظفر ایسا بجز اشک روان
لیکے جو پیغام دل اس دلستان تک جائیگا

جب تھا ساقی یار ہمارا ہم تھے اور میخانہ تھا
اب وہ کہاں وہ کیفیت ہے وہ بھی اک زمانہ تھا

حسن و جمال یار ظفر جب رات کو بزم افروز ہوا
شمع رخ پر نور پہ اسکے بھی اک پروانہ تھا

نہ اسکا بھید یاری سے نہ عیاری سے ہاتھ آیا
خدا آگاہ ہے دل کی خبرداری سے ہاتھ آیا

ہوا عشق میں ہمارے کیوں ستمگار آسماں اتنا
کوئی پوچھے کہ ظالم کیا ستمگاری سے ہاتھ آیا

ظفر جو دو جہان میں گوہر مقصود تھا اپنا
جناب فخر دین کی وہ مددگاری سے ہاتھ آیا

یاروں سے ہماری پاسداری کی ترک
ہمنے یاروں کی اپنی یاری کی ترک

ہم شیوہ وفا کا ترک کرتے کیونکر
تو نے نہ کبھی ستم شعاری کی ترک

غم بھی نہو غمگسار میرا افسوس
اوروں نے تو مری غمگساری کی ترک

جو کچھ تھا وہ ہمنے دل سے سب ترک کیا
لیکن نہ محبت اک تمھاری کی ترک

جس دن سے دیا ظفر دل اسکو اپنا
اس دن سے نہ ہمنے آہ و زاری کی ترک

واللہ بتوں نے ہے یاری کی ترک
پر ہمنے نہ اُنکی پاسداری کی ترک

دیتا نہیں تو جام تو ساقی ہم نے
لے آج ہی سے شراب خواری کی ترک

سو بار خفا ہوئے نہ بچھوڑا ملنا
کیون آمد و رفت اُنکی بار کی ترک

مین غم ہی کو جانتا ہون اپنا غمخوار
یارون نے تو میری غمگساری کی ترک

جس دن سے کہ دم تری محبت کا بھرا
اک دم نہ ظفر نے آہ و زاری کی ترک

ہیں نشے میں مست جو تری مے الفت کے ہم
عمر کرتے ہیں بسر کب ساتھ کیفیت کے ہم

آگئی صورت نظر کس عالم تصویر کی
صورت تصویر ہو عالم میں ہیں حیرت کے ہم

دیکھئے کیا رنگ ہوگا جبکہ آئیگی بہار
ڈھنگ ابھی سے دیکھتے ہیں اور کچھ وحشت کے ہم

اور کچھ مطلب نہیں پر دیکھ لیتے ہیں تجھے
صورت آئینہ عاشق ہیں تری صورت کے ہم

ان بتون کی صورتون میں واہ کیا کیا اے ظفر
ہیں تماشے دیکھتے اللہ کی قدرت کے ہم

قتل کرتی ہین مجھے اُس کی رسیلی آنکھین
رہتی ہیں خون سے میری روز رنگیلی آنکھین

نک جھوک انکی چلی جائے ہے دل سے میرے
کتنی مژگان ہین بلا تیری نکیلی آنکھین

دل کے لینے ہی کے سو ڈھب ہیں اُنہیں یاد ظفر
اُس ستمگر کی قیامت ہیں ڈھیلی آنکھیں

جان عالم ہو کوئی کیونکر جدا رکھے تمہیں
زندگی ہے اے بتو تمسے خدا رکھے تمہیں

خود نما ہو تم کوئی پردے مین کیا رکھے تمہین
وہ رکھے در پردہ جو دل میں چھپا رکھے تمہیں

تم تو ہو عیار لیکن وہ بڑا عیار ہے
اس بگڑنے پر جو یار اپنا بنا رکھے تمہیں

نکلے دم جب تک کہ میرا آہ بالین پر مرے
کوئی ایسا ہو کہ باتوں میں لگا رکھے تمہیں

اس کے حسن حیرت افزا کو جو دیکھو اے ظفر
عمر بھر آئینہ سان وہ چشم وا رکھے تمہیں

جو لالہ ہو دست حنائی کے قربان
تو ہو شاخ نازک کلائی کے قربان

دکھاتا ہے ہر رنگ میں جلوہ اپنا
میں اُس شوخ خود نمائی کے قربان

کہون رتبہ کیا تیرے در کے گدا کا
کہ شاہی ہو جس کی گدائی کے قربان

یہ اک دل تو کیا ہے اگر لاکھ دل ہون
تو کیجئے تری دلربائی کے قربان

وفا ہو جو تجھ میں تو کیا جانے کیا ہو
کہ دل ہے تری بیوفائی کے قربان

ترے شیوہ آشنائی کے صدقے
تری طرز نا آشنائی کے قربان

کیا صاف ہاتھ اُس نے پہلے مجھی پر
ظفر اسکی تیغ آزمائی کے قربان

دوستی کیونکر اپنا اس کے جی میں ڈالدوں — جو عداوت دشمنوں کی دوستی میں ڈالدوں
بات وہ کرتے ہو تم جسمیں پڑے رونا مجھے — کب تلک میں ٹالدوں کبتک ہنسی میں ڈالدوں
توسنِ وحشت جدھر چاہے ہے یہ لیجائے مجھے — ہاتھ سے باگ اپنی میں بیاباں میں ڈالدوں
اے صبا کر رہبری اتنی کہ ہم ہیں خاکسار — جا کے مشتِ خاک اپنی اس گلی میں ڈالدوں
اسکی چشمِ مست کو دعویٰ ہے گر ڈالوں نظر — زاہدانِ چلہ کش کو مے کشی میں ڈالدوں
ہوش جاتے اپنے مجنوں گر ہو لذت آشنا — وہ نمک شورِ جنوں سے عاشقی میں ڈالدوں
عقل ڈالے ہے خرابی اب ہے دانائی یہی — اے ظفر میں آپکو دیوانگی میں ڈالدوں

نہ ہم کچھ ہنسکے سیکھے ہیں نہ ہم کچھ روکے سیکھے ہیں — جو کچھ تھوڑا سا سیکھے ہیں کسی کے ہو کے سیکھے ہیں
کسی کو کیا اگر جی کھو کے سیکھے ہم فنِ الفت — نہیں سیکھے کسی کا کھو کے اپنا کھو کے سیکھے ہیں
کسی کو کاہکو آتی ہے راہ و رسمِ جانبازی — مگر ہم زندگی سے ہاتھ اپنے دھو کے سیکھے ہیں
ہمیں عشقِ محبت نے سکھائی نالہ و زاری — ظفر دو کام یہ ہم فیض سے ان دو کے سیکھے ہیں

بھری دماغ میں کس زلفِ پر شکن کی بو — کہ خوش نہ آئی ہمیں نافۂ ختن کی بو
لگایا ہمنے جو اس غیرتِ چمن کو گلے — بدن میں بس گئی نسرین و نسترن کی بو
چمن سے دور رہا اس قدر قفس میرا — کہ پہونچی اڑ کے نہ مجھ تک گلِ چمن کی بو
عرق فشاں کہیں گلشن میں تو ہوا شاید — ہر ایک گل سے جو آئی ترے بدن کی بو
اثر سے عشق کے دامانِ کوہ میں ہر گل — عجب نہیں جو سکھے خونِ کوہکن کی بو

جلایا آپ ہمنے ضبط کر کر آہ سوزاں کو — جگر کو سینہ کو پہلو کو دل کو جسم کو جاں کو
ہمیشہ کنجِ تنہائی میں مونس ہم سمجھتے ہیں — الم کو یاس کو حسرت کو بیتابی کو حرماں کو
نہو جب تو ہی اے ساقی بھلا پھر کیا کرے کوئی — ہوا کو ابر کو گل کو چمن کو صحنِ بستاں کو
نہیں تنقل دعا دیتا ہے شیشہ دمبدم ساقی — سبو کو خم کو مے کو میکدہ کو مے پرستاں کو
بنایا ہے ظفر خالق نے کب انساں سے بہتر — ملک کو دیو کو جن کو پری کو حور و غلماں کو

دل و جان و دین و ایمان ہے جو ہو لینا صنم لیلو — کرونگا عذر دینے میں نہ میں تجھے قسم لیلو
ہمارا منہ کہاں لیکن بوسہ اس کا بے رضامندی — کہیں جبتک نہ وہ منہ سے کہ ہاں راضی ہیں ہم لیلو

تم آئے عین گرمی میں نکل کر دل سے اے شکوہ
کوئی دم ظلِ مژگاں کے ذرا سایہ میں دم لیلو

یہی ہے حضرتِ دل عشق کے بازار میں سودا
اگر لیتے ہو اپنے واسطے تم مول غم لیلو

نہیں ہے اعتبار انکا وہ کہکر ہیں مکر جاتے
نوشتے انکے ہاتھوں کے ظفر تم لکھا کر لیلو

جاؤ اس بن اگر آرام نہیں تم جانو
حضرتِ دل ہمیں کچھ کام نہیں تم جانو

چتر چھتے نظر و مژہ میں ہو لگ جائے کسی کی نظر
ڈھونڈھنا خوب لبِ بام نہیں تم جانو

قتل کرتا ہے ترا ناز سے کہنا ساقی
کوئی پیتے ہو پیو جام نہیں تم جانو

میکشو جان جلا دیگی کہ ساقی کے بغیر
ہے یہ آتشِ مئے گلفام نہیں تم جانو

تم مسلمان ہو ظفر خوب نہیں عشقِ بتاں
اور اگر یہ ہے تو اسلام نہیں تم جانو

تو نے کیا جانے نکالا ہے کدھر کا راستہ
تیرے گھر سے تو ہے سیدھا میرے گھر کا راستہ

نامۂ شوق کی تاثیر سے قاصد نے مرے
طے گھڑی بھر میں کیا آٹھ پہر کا رستہ

چارۂ زخم کو سینہ کے لگا ست ٹانکے
بند ہو جائیگا فریاد جگر کا رستہ

پاسباں ہونگے ترے کوچے میں لاکھوں لیکن
روک سکنے کا نہیں کوئی ظفر کا رستہ

جب کھولکے رو لیجئے ہم یہ ہوس شیشہ
پر ساتھ ہی ہچکی کے الٹا نفسِ شیشہ

منہ کھلتے ہی شیشہ کا اڑ جائے ہے اے ساقی
ہوئے مئے گلگوں سے مرغِ قفسِ شیشہ

کیا خوب ہو بندہ گر بادہ پرستوں کے
ہو گنبدِ تربت پر ساقی کلسِ شیشہ

ہے جی میں ظفر کیجئے خالی دمِ مینوشی
شیشہ کو لبِ ساغر اور غم کو لبِ شیشہ

عیش سے گذری کہ غم کے ساتھ اچھی نبھ گئی
نبھ گئی جو اس صنم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

خوب گذری گرچہ اندونکی نشاط و عیش میں
اپنی بھی رنج و الم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

ہمکو تھا منظور اپنی خاکساری کا نباہ
پاسے اس خاکِ قدم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

بوئے گل کیا رہ کے کرتی گل نے رہ کر کیا کیا
وہ نسیمِ صبح دم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

شکر صد شکر اپنے منہ سے جو نکالی ہم نے بات
اے ظفر اسکے کرم کے ساتھ اچھی نبھ گئی

آئینہ سے یونہیں تیری آنکھ گر لگ جائیگی
دیکھنا پھر تمکو تیری ہی نظر لگ جائیگی

آن کبھی آئیگا تو یا پھر وہی کل کی طرح
پاؤں میں مہندی تیرے اے فتنہ گر لگ جائیگی

جینے دینے کا نہیں یاں اضطرابِ دل مجھے
دیکھ کر تجھکو وہاں اے نالہ بر لگ جائیگی

تم جو پوچھو گے کسی سے کوچۂ دلدار میں
ہمنشیں کچھ نہ کچھ دل کی خبر لگ جائیگی

گر کبھی ہے آہ آتشبار تو جائے شفق
خیمۂ افلاک کو آگ اے ظفر لگ جائیگی

صلح کی ٹھہرایئے اب تو لڑائی ہو چکی
ہو چکی صاحب محبت آزمائی ہو چکی

یار کہتے ہیں مجھے ظاہر نہ کر عشقِ بتاں
واہ واہ آگاہ جب ساری خدائی ہو چکی

کل ظفر بیٹھے تھے بن کر پارسا اور آج پھر
میکدہ کا قصد ہے تو پارسائی ہو چکی

اس نگاہِ مست سے کچھ ایسی مستی لگ گئی
چھٹ گئی پرہیزگاری مے پرستی لگ گئی

اک نگہ پر لیا ہے مول تو نے میرا دل
دیکھ تیرے ہاتھ یہ کیا جنس سستی لگ گئی

اس نے ہنس ہنس کر گذاری عمرِ غفلت میں ظفر
مثلِ گل جسکو ہوائے باغِ ہستی لگ گئی

تری نظر ادھر سے ادھر کیونکہ ہو گئی
چاہت کی میری تجکو خبر کیونکہ ہو گئی

ہم موزلف و رخ ہیں ترے ہمکو کیا خبر
کسطرح ہوئے شام سحر کیونکہ ہو گئی

محتاج رہ نمائے نہیں رہروِ عدم
معلوم انکو راہِ سفر کیونکہ ہو گئی

کرتا نہ فکر عمر کی گذریگی کسطرح ہے
غافل یہ سوچ اتنی بسر کیونکہ ہو گئی

ہمنے تو اپنے دل کی کسی سے کہی نہ تھی
ظاہر وہ بات سب میں ظفر کیونکہ ہو گئی

کھنچ کے قاتل جب تری شمشیر آدھی رہ گئی
غم سے جانِ عاشقِ دلگیر آدھی رہ گئی

کہہ سکے ساری حقیقت ہم نہ اسکے روبرو
ہمنشیں آدھی ہوئی تقریر آدھی رہ گئی

کھینچتا تھا رات کو میں خواب میں تصویرِ یار
جاگ اٹھا میں کھینچی تصویر آدھی رہ گئی

کم نصیبی اس کو کہتے ہیں کہ میرے ہاتھ میں
آتے ہی خاصیتِ اکسیر آدھی رہ گئی

دل نے کی ساری خرابی لیگیا مجکو ظفر
واں کے جانے میں مری توقیر آدھی رہ گئی

دل پر بلائے زلف گرہ گیر ڈال دی
تو نے مصیبت اے مری تقدیر ڈال دی

جب روبرو وہ آئے تو پائے نگاہ میں
موجِ سرشکِ چشم نے زنجیر ڈال دی

لکھا جو ہمنے اپنی سرافگندگی کا حال
گردن قلم نے بھی دمِ تحریر ڈال دی

کیا خاک دل مرا ہوا خالی کہ اور بھی
تو نے تو آگ نالۂ شبگیر ڈال دی

کیونکر ہو نہ اثر دلِ عالم میں اے ظفر
تیرے سخن میں عشق نے تاثیر ڈال دی

حضرت دل وہ انداز کے بانکی نشابی میں پڑے
ہائے یہ بیٹھے بٹھائے کس خرابی میں پڑے

یوں چھپے آنسو تونے کیسے یہ بتلائے رنگِ گل
ہیں جو یہ قطرے عرق جبین گلابی میں پڑے

بات وہ کہہ سکے ہیں سے جو اپنے کہہ کر سو سنے
منہ پہ کون اُس شوخ کے حاضر جوابی میں پڑے

دل کی سوزش دیکھیا سینے میں مرغانِ کباب
رشک سے بھنتے ہیں دو کان کبابی میں پڑے

کیا رہیں اس کے ٹھکانے ہوش جب پر لے ظفر
وہ نگاہ مست عین بے حجابی میں پڑے

تشنہ کامی میں کبھی کام آئیگی اے سے کشو
رہنے دو دو چار قطرے تو گلابی میں پڑے

کیا مزے سے تڑپ کر ہجر کی شب مر بہین
رات بھر سو بلکہ تم ماہتابی میں پڑے

کیا مزہ کہ یار ساتھ اپنے نہیں کھانے کا لطف
ہے مزا جب ہاتھ دونوں کا رکابی میں پڑے

بلائیں زلفِ جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے
بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے

اُسے کیا کام تھا وہ بے خبر کیوں پوچھتا پھرتا
دلِ گم گشتہ کی اپنے خبر لیتے تو ہم لیتے

نہ لیتا مول سودا کوئی بازار محبت کا
مگر کچھ جان اپنی بیچ کر لیتے تو ہم لیتے

نہ ہوتا کوئی منت کش تری شمشیر کا ہرگز
یہ احسان اپنے سر پہ لے بیداد گر لیتے تو ہم لیتے

لگایا جب نام اپنے ہونٹوں سے اپنے ہمکو رشک آیا
کہ بوسہ اُن کے لب کا اے ظفر لیتے تو ہم لیتے

آستیں کا بھی یہ پیمانہ تم کیوں اٹھاتے نہ آتے
کھینچا ہے جذب دل نے جب جانتے نہ آتے

ہوتا عذر نہ تم کو گر خاک ہے ہماری
دامن کو تم وہیں سے گر دیتے نہ آتے

ہم سامنے تمہارے آئے تھے سادگی سے
تیور اگر تمہارے پہچانتے نہ آتے

لاتا نہ تیرے در پر گر ہمکو دل ہمارا
گلیوں کی خاک ناحق کیوں چھانتے نہ آتے

افسوس آگئے یوں اُس کے فریب میں ہم
کہنا ظفر ہمارا اگر مانتے نہ آتے

تم وہاں مشغول شب کو محفل آرائی میں تھے
ہم یہاں بیتاب کیا کیا کنج تنہائی میں تھے

جب تلک عاشق نہ تھے اُس شوخ ہرجائی کے ہم
شہرۂ آفاق لوگوں کا سیو رسوائی میں تھے

مسجدوں میں اسطرح کاہے کو ٹکراتے تھے سر
اس صنم کے در پہ جب تک ہم جبیں سائی میں تھے

دیکھکر اُس قد رعنا کو چمن میں کٹ گئے
سرو جو مغرور سرکشی اپنی رعنائی میں تھے

کر دیا اک آن میں اُس دلربا نے ناشکیب
ہمکو دعویٰ اے ظفر کیا کیا شکیبائی میں تھے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان شاداں حصہ اول

جب غنچے نے سر اپنا گریبان سے نکالا [illegible] — بلبل نے قدم [illegible] گلستان سے [illegible]

[illegible]فی کو عطا جس نے کیا مذہب صافی — نخوت کو اُس نے [illegible]

[illegible] ان میں [illegible] بات پہ عشق کہ شاداں — دل کو نہ کبھو چاہ [illegible] نکالا

جلوہ گر تھا ہر جگہ کعبہ تھا یا بتخانہ تھا — گھر ہزاروں تھے مگر وہ ایک صاحب خانہ تھا

[illegible] ات کو کیا خوب گذری پیتے ہی پیتے [illegible] — اسقدر [illegible]

دیکھ دلکو اسطرح شاداں نہ تاشہ دلیوں — شاہ میرا تخت [illegible]

[illegible] زخم جو خنداں نہوا تھا سو ہوا — [illegible] عشق [illegible]

[illegible] تاثیر عجائب دیکھی [illegible] — جو کبھو دشت [illegible]

عشق چھپتا ہی نہیں لاکھ رکھو پردے میں — کبھی بدنام ہو [illegible] سو ہوا

[illegible] جھگڑے سے [illegible] سامنے [illegible] — [illegible] کے آنے سے زمانے میں ایک آشوب ہوا

[illegible] اسکو محبت کی [illegible] ہوئی — کیا پسندیدہ زمانے میں یہ اسلوب ہوا

[illegible] ہے جیسا [illegible] شاداں — [illegible] وہ اسی واسطے محبوب ہوا

[illegible] نشہ کام کیوں نہ رہے تیرے جام کا — ہمکو [illegible] لعل [illegible]

[illegible] سلام ہم [illegible] عشق باز کا — [illegible]

[illegible] شاداں ہو روز شب — [illegible]

[illegible] سے پیش آیا — جیسا کہ میں چاہا تھا اُس سے بھی [illegible] آیا

[illegible] — جب سامنے آنکھوں کے وہ عربدہ کیش آیا

[illegible] نہ آئی — کیا شہد سے آلودہ زنبور کا نیش آیا

[illegible] شاداں [illegible] قسمت کا [illegible] — [illegible] آیا دلبر خویش آیا

[illegible] بہار میں کیا تھا — [illegible] پیالہ کف بادہ خوار میں کیا تھا

[illegible] نے کیا [illegible] خوشی اُس کی — [illegible] یار کے قول و قرار میں کیا تھا

[illegible] ئے بوس وکنار میں کب تھا
[illegible] ور نہ خمار ہو رہنا
[illegible] بیقرار ہو رہنا
[illegible] ار ہو رہنا
[illegible] میں ہوش ربا
[illegible] دلنوش ربا
[illegible] خوش ربا
[illegible] میں دھوم
[illegible] دھوم
[illegible] دھوم

[illegible]

سو سو طرح سے لیتے ہیں

آسودگی ہے آ ...

یار پھر ...

ملا کے ...

کب ...

خدا ...

یا رب ہے دلیں گر یہ ہم کو خبر اُسکی نہیں — جس طرح سو سے کچھ چیز دھری رہتی ہے
کام نیکی کے کریگا تو رہے گا شادان — ایسی باتوں میں تری ناموری رہتی ہے

دلِ عشاق اگر کوئے گریبان بن جائے — مژۂ چشم تری سوزنِ دامان بن جائے
گر نظر اُس کی پڑے مور سلیمان بن جائے — پارۂ سنگ ابھی لعل بدخشان بن جائے
نام عشاق کے دفتر میں لکھیں گے اس کا — دل کسی کا جو غبارِ رہِ جانان بن جائے
حسن کو تیرے سبھی رشک پری کہتے ہیں — دیکھ تصویر تری آئینہ حیران بن جائے
جس کے سننے سے مسرت ہو سخن سنجوں کو — اک غزل اور بھی کہہ تجھ سے جو شادان بن جائے
جسکو دانا بھی اگر دیکھے تو نادان بن جائے — ہر خردمند یہاں طفلِ دبستان بن جائے
بیٹھے ناجنس میں انسان تو حیوان بنجائے — صحبتِ نیک سے حیوان بھی انسان بن جائے
جبکہ مہندی سے وہ رنگین کرے ہاتھوں کو — پنجۂ دست وہیں پنجۂ مرجان بن جائے
کون کہتا ہے کہ کافر کو نہیں ہے ایمان — یاد اُسکی جو کرے گبر مسلمان بن جائے
بیت ابرو کی جو تعریف لکھی ہے شادان — کیوں نہ یہ شعر ترا مطلعِ دیوان بن جائے

آنکھ سے پردا نہ کریں مے کو گھر پہ بھی تو ہے — تو تو دیکھے ہم نہ دیکھیں طرفہ تر یہ بھی تو ہے
بھول کر دیکھا نہ تجھے آنکھوں میں ہے تیری شبیہ — دیکھتا ہی کیوں اُدھر پیشِ نظر بھی تو ہے
چھپکے اس کو دیکھنا چاہیں تو دیکھیں کس طرح — دیکھنے دیکھے نہ کوئی ہم کو ڈر یہ بھی تو ہے
کیوں صنم ہم سے صفائی کے نہیں کرتے کلام — بات کرنے میں تمھارے اک ہنر بھی تو ہے
ہے مشتاق شادان کب ادھر آئیگا تو — اس طرف آجاؤ تیری رہگذر یہ بھی تو ہے

آ دیکھ چشم جانان مخمور ہے تو یہ ہے — نرگس کی آنکھ کیا ہے مشہور ہے تو یہ ہے
کیا اختیار اسکا کہتے ہیں جسکو انسان — ناچار ہے تو یہ ہے مجبور ہے تو یہ ہے
پردے میں گرچہ وہ ہے لیکن عیان ہے سب پہ — ظاہر جو ہے تو یہ ہے مستور ہے تو یہ ہے
اپنے صنم سے ملتا ہر رنگ میں ہے شادان — شادان جو ہے تو یہ ہے مسرور ہے تو یہ ہے

یہ تم سے پوچھتے ہیں دل کی چاہت ایسی ہوتی ہے؟ — نہیں رکھتے ہو الفت ہے الفت
کرامت سنتے تھے اب دیکھنے میں تم نے آئی ہے — یہ سلسلہ اے مسلمان کرامت ہی ہے

یہ سلسلہ فیض ہے شاہ سکندر رشک حاتم کا ــــــ جو تیرے ہاتھ سے شاداں سخاوت ایسی ہوتی ہے
وہ عید نہیں ہے کہ مہ نو نظر آوے ــــ ہے عید اُسی رند کو معشوق گھر آوے
کیسے کو نثار اُس گل خنداں پہ چمن ہے ــــ گل ہاتھوں میں لیے طبق سیم و زر آوے
معشوق اگر کچھ کہے عاشق ہے خاموش ــــ عاشق نہیں جو یار کے ہاتھوں سے تڑپے
تھا شب جو صنم پاس تو کس لطف سے گذری ــــ دل تڑپے ہے پھر کچھ کہ یاد گزرنے
سُن سُن کے خبر یار کی ہوتا ہوں میں شاداں ــــ پھولا میں سمانے کا نہیں وہ اگر آوے
آتی نہیں کہنے میں ملاقات کی گرمی ــــ سمجھے گا وہی جو اُسے جانے دل رات کی گرمی
گو ہو نہ جھڑی اور نہو بادہ گلرنگ ــــ آتی نہیں خوش ہو تو برسات کی گرمی
اک لمحہ میں ذرّے کو جو خورشید بنا دے ــــ بھولے ہو کہاں اس کے عنایات کی گرمی
ہے بات میں گرمی تو ملاقات میں کیا ہو ــــ کرتی ہے ہے گرم تری بات کی گرمی
شاداں کو جو تکیہ ہے اُسی ذات کا یارو ــــ کیا چاہیئے کچھ ہووے ہے ذات کی گرمی
جب آئے گھٹا برسے ہے افلاک سے پانی ــــ ہر جائے اُبلتا ہے تہ خاک سے پانی
پیوے جو اُسے کوئی تو ہو نشہ دوبالا ــــ بخشے ہے نشہ ٹپکے ہے جو تاک سے پانی
یہ وہ جبیں گرمی محبت نہیں سہتے ــــ شبنم کی طرح ٹپکے ہے پوشاک سے پانی
کہتا ہی نہیں راز کبھی دل کا وہ شاداں ــــ یہ بات ہے مشکل بت بیباک سے پانی
ساون کی جھڑی تب ہوا گھوم رہی ہے ــــ بجلی بھی چمکتی ہے گھٹا جھوم رہی ہے
برسات میں چلتی ہے عجب باد بہاری ــــ کہتا ہوں جو مست چھیڑ مجھے گھوم رہی ہے
شیشے کو پری چھوڑ کے اب آتی ہے شاداں ــــ ساغر کو مرے مُنہ سے لگا کر دم رہی ہے

اب سیر کو یار کیونکہ جاوے ــــ ہم ہیں وہ نگار کیونکہ جاوے
ساقی تو آج دیر مت کر ــــ بے بادہ خمار کیونکہ جاوے
کاکل تری دام بن گئی ہے ــــ اب بچ کے شکار کیونکہ جاوے
لاکھوں ہیں سوار یک شاداں ــــ اُس آگے سوار کیونکہ جاوے

مرا دل تھا اور آرزو تھی کسو کی ــــ یہ وہ پھول ہے جسمیں بو تھی کسو کی

[illegible] [illegible] کی
[illegible] کی
وہی آنکھ [illegible] [illegible] کی
[illegible]

[illegible] آگے
[illegible] آگے
[illegible] گے
[illegible] خیال میں [illegible] گے

[illegible]
[illegible] ٹپکے ہے
[illegible]
[illegible] ہے
[illegible]

انتخاب دیوان [illegible]

مثال [illegible]

[illegible]

خدا کے فضل سے اب ہاتھ [illegible] نگار چڑھا

کہ کس کے واسطے کوٹھے پہ بیقرار پڑا [illegible]

ہماری آنکھوں میں ہے نشہ بیشمار چڑھا

یار اپنا بہار میں آیا — سیکڑے پھولنے خمار میں آیا
مثل پروانہ عاشق شیدا — سیر کو بزم یار میں آیا

میری نظروں سے تو کب باہر ہے جان تا نظر — دیکھتی رہتی ہے تجکو ہے یہی کار نظر
گل سے تو نازک ہے دیکھے سے یہی کہلا جائے ہے — کب نزاکت تیری ہوتی ہے سزاوار نظر
کوئی نشہ ہو دو روزہ اُس کا رہتا ہے سرور — کام کیا نشے سے مجکو میں ہوں سرشار نظر
ناز اُس پر ہے بہار اجس پہ دل ہے مبتلا — ہے نظر میں رات دن وہ ناز بردار نظر
ڈھونڈتا ہے کب سے شاداں کوئی بتلا دے اُسے — کیوں نظر سے چھپ گیا اپنا خریدار نظر

ہیں وہ متوالی نگاہیں یا کسی ترکش کے تیر — بیگمان چلتی ہیں یوں جیسے کسی میکش کے تیر
اسکا ترچھا دیکھنا خالی نہیں انداز سے — دیکھئے تو دلیں جا لگتے ہیں اُسکے ہوش کے تیر
اپنے ترک شعر رو کو دیکھ شاداں نے کہا — یوں برستے ہیں ترے ہاتھوں سے جو آتش کے تیر

پی بادہ تو اب شوق سے مستانہ رہا کر — یاد اسکی میں ہر چیز سے بیگانہ رہا کر
شوخی سے جو لیجائے دل عاشق بیتاب — ایسے ہی پریزاد کا دیوانہ رہا کر
سنا تو وہی بات کہ جو کام کی ہو شے — شاداں نہ کبھو مائل افسانہ رہا کر

سرشار حسن یار کو پیمانہ کیا ضرور — میکش جو ہو سے عشق کا میخانہ کیا ضرور
اپنے جمال کا ہے وہ معشوق آپ ہی — جو شمع خود جلے اُسے پروانہ کیا ضرور
سنتے ہیں ہم کہ دشت میں مجنوں نے گھر کیا — دیوانہ جو کہ ہو اُسے کاشانہ کیا ضرور
شاداں کہانی اور کوئی کسطرح سنے — رہتا ہے اس کی یاد میں افسانہ کیا ضرور

بہار ایسی کبھی چھائی نہیں دیکھی گلستاں پر — گماں ہوتا ہے جنت کا زمین کوئے جاناں پر
گل بیخار تو ہے اور اُسے ہے خار سے نسبت — نہ کیوں گل کا گریباں چاک ہو تیرے گریباں پر
لب رنگیں کے آگے غنچۂ گل کی حقیقت کیا — کہ ہے لعل بدخشاں بھی نثار اُس لعل خنداں پر
مداد بحر سے بھی شکر اسکا لکھ نہیں سکتا — نگاہ لطف جو اُس یار کی ہے حال شاداں پر

کس نے تجھے کہا تھا کہ جا طور پہ برس — لے ابر آ ادھر کبھی مجنوں پہ برس
موسم میں جب برستا ہے ہوتی ہے تب بہار — بیجا یہ کیا برستا ہے دستور پر برس

سایہ ترا ہے رحمتِ باری جہان کو   ہے یہ دعا ہماری کہ جمہور پر برس
شادان یہ ابرِ فیض سے کہتا ہے بار بار   نزدیک پر برس تو کبھی دور پر برس

شیرین کی طبع آئی جو بیداد کی طرف   جز عشق تھا نہ کوئی بھی فرہاد کی طرف
تو بھی کبھی نہ دل سے بھلا مجکو ایک دم   مائل ہے دل مرا جو تری یاد کی طرف
جو حکم ہو کردن مین سر آنکھون سے قبول   رہتا ہے میرا دھیان تو ارشاد کی طرف
شادان تجھے جو کہتے ہین یہ بات گوش کر   تو دل سے اعتقاد رکھ استاد کی طرف

اس سے اے بادِ صبا کہیو سلام عاشق   طول دے دیکے بیان کیجیو پیام عاشق
عطرِ گل جسکی لطافت کو نہ پہونچے ہرگز   اس کی خوشبو سے معطر ہے مشام عاشق
نہین پہ وانے سے زنہار مگس کو نسبت   چھوڑ دے عشق کو اے یار نبام عاشق
فخر اس بات کا کیا چاہیے سب مین شادان   چشم و ابرو سے اگر لے وہ سلام عاشق

ہو جہان روشن اگر وہ بے نقاب آئے نکل   ابر کے پردے سے جیسے آفتاب آئے نکل
جشن شادی ہے سکندر جام کے گھر کیا عجب   زہرہ لیکر چرخ سے چنگ و رباب آئے نکل
اُڑ گئی ہے نیند جسکے ہجر مین شادان میری   کیا مزہ ہو وہ ادھر جب وقت خواب آئے نکل

جون موج ہو دریا مین ہین یون تجھسے قرین ہم   جون شیر مین روغن ہو جدا تجھسے نہین ہم
ہین دیکھنے مین دور نہین دور پر اُس سے   سچ پوچھیے ہم سے تو جہان وہ ہے وہین ہم
باقی نہ رہا حرف دوئی پیش رُخِ یار   آئینے کو دیکھا تو نظر آئے ہمین ہم
جون ماہ تو چھپتا ہے عبث ابر کے اندر   بے پردہ تجھے دیکھتے ہین پردہ نشین ہم
شادان ہین اُسی روز سے مثل گل خندان   جس روز سے دیکھا ہے تجھے ماہ جبین ہم

سکندر سا نہ دیکھا ہم نے سلطان   جہان کو کر رکھا ہے جسنے بستان
نکلتا ہے پرا سے سیر جسدم   بھرا رہتا ہے لشکر سے بیابان
خدا کا نور ہے چہرے پہ اُس کے   خجل ہو وے نہ کیون مہر درخشان
خدا رکھے اُسے سرسبز دائم   برنگِ گل ہمیشہ ہو وہ خندان
کرم سے اس کے عالم بہرہ ور ہے   ثنا خوان ہے جہا نمین جبکہ شادان

سوا تیرے نہین کچہ جانتا ہون   تجھی کو جان من پہچانتا ہون
ہزارون رنگ سے جلوہ گری ہے   تجھے اے عشوہ گر مین جانتا ہون
یہی ہے مشغلہ ان روزون شادان   جنون مین خاک صحرا چھانتا ہون

سمجھتے ہو تمہاہے شور کیون اکبار پانی مین   تڑپتی ہین یہ موجین دیکھ عکس یار پانی مین
قیامت کا تلاطم اس گھڑی دریا مین پیدا ہو   کبھو مکھڑا جو دیکھے جھک کے وہ دلدار پانی مین
جہاز ان یار نے باندھا جو ساحل پر تماشے کو   نظر آتا ہے ہمکو ہر طرف گلزار پانی مین

شبانہ روز یہ آنکھین لگی رس مین ہین   ہین کہین یہی وہ لیجاے اُسکے بس مین ہین
کبھو بہار ہے گل کی کبھو ہے لالے کی   ہزار رنگ نئے دیکھہ ہر برس مین چمن
کوئی ہزار دن مین شادان مگر ہے آزاد   جہان مین جتنے ہین چھوٹے بڑے ہوس مین ہین

سلطان کے گہر مین اب ہنڈولا جھولو   موسم آیا ہے سب ہنڈولا جھولو
ہر ایک کہے ہے مسکرا کر جی مین   سب بیٹھ کے با ادب ہنڈولا جھولو
جب ہووے جھڑی تو خوب ساون گا کر   ہل مل با طرب ہنڈولا جھولو
دیتی ہے دعا تمام خلقت تم کو   ہر شب کو بفضل رب ہنڈولا جھولو
شادی رہے نت گھرمین تمہارے اور عیش   شادان ہو تم اس سبب ہنڈولا جھولو

نام کا تیرے سبق ورد زبان ہے مجکو   ہوویگی میری نجات اس سے عیان ہے مجکو
دیر ملنے مین نکر اتنی کہ مین ہون بیچین   بن ترے چین مری جان کہان ہے مجکو
یون دل و جان سے کہتا ہے ہمیشہ شادان   ترا ملنا ہی صنم راحت جان ہے مجکو

شہ دکن کو مبارک ہزار سال گرہ   خوشی سے آتی رہے بار بار سال گرہ
اگرچہ دور بہت گذرے بادشاہون کے   نہ دیکھی ایسی کوئی باوقار سال گرہ
نثار ہوگئے اختر فلک کے سب اسوقت   ہزار رنگ سے دے ہے بہار سالگرہ
خدا کے فضل سے شادان کی آرزو ہے یہی   رہے ہزار برس برقرار سال گرہ

عجب اک حور اپنے بر مین آئی   مسرت آج میرے گھر مین آئی
کہا رندون نے جان آئی بدن مین   صراحی سے جو مے ساغر مین آئی

نہیں تو کون اس کو پوچھتا تھا
چمک تیری مہ انور میں آئی

تجھے لکھ لکھ کے سارے لکھنے والے
حقیقت کب تری دفتر میں آئی

خدا کے فضل سے کہتا ہے شاداں
خوشی ساری اسی کشور میں آئی

آج کی شب خوشنما ہے چاندنی
سیر کر لے باصفا ہے چاندنی

دلربا کے ساتھ چل کر دیکھئے
بوستاں میں دلربا ہے چاندنی

نور رخ ہے یار کا شاداں شریک
اسطرح جو دلکشا ہے چاندنی

جو کہ پھیکا ہو سخن اسکو نمک سے بھر دے
پئے گلگوں میں مزہ لیکے نمک سے بھر دے

برق کی طرح سے کیوں آکے نکل جاتا ہے
چشم عاشق کو میاں اپنی جھلک سے بھر دے

دیکھ صاحب کی تو یہ صاحبی اور ہو شاداں
کس میں طاقت ہو زمیں کو جو فلک سے بھر دے

اے مایۂ نشاط و آرام و کامرانی
سنتا جو تو تو کہتے اپنی بھی ہم کہانی

ہر چند تو چھپا ہے پردے میں یار جانی
کرتے ہیں تو بھی عاشق نظارہ نہانی

پتلی کی طرح تجھکو رکھوں نہ آنکھ میں کیوں
تیرے ہی دیکھنے سے ہے میری زندگانی

ملتا ہے بھید تیرا اے یار کب کسی کو
مشکل سے بھی ہے مشکل کچھ تیری بات پانی

کب آنکر ملوگے اے دلربا ہمارے
شاداں کو ہو گی حاصل کس روز شادمانی

جب سے کہ پڑ گئی ہے ہمپر نظر کسی کی
بیخود ہوئے ہیں ایسے کب ہے خبر کسی کی

شاید کہ یاد کوئی کرتا ہے دل سے ہمکو
رہتی ہے یاد ہمکو شام و سحر کسی کی

بے آب جوں ہو ماہی دریا کی جستجو میں
خواہش ہمارے دلمیں ہے اسقدر کسی کی

کچھ شک نہیں ہے شاداں یہ بات ہے مقرر
ہوجائے گی کبھو تو ہمپر نظر کسی کی

گر وہ نہیں ہے یار تو پھر یار کون ہے
اسمیں وفا نہیں تو وفادار کون ہے

زاہد کرے ہے زہد گنہگار ہے خجل
دیکھیں کرم کا اس کے سزاوار کون ہے

جنس اور کچھ نہیں ہے یہاں جز گناہ و جرم
تیرے سوا اب اسکا خریدار کون ہے

جو مانگ سر پہ ترے مرجان نکل آئی
اسی کے دیکھنے کو کہکشاں نکل آئی

ہما[illegible] عشق کے جذبہ نے کیا ہی کام کیا ق
نہاں جو ہم سے پری تھی عیاں نکل آئی

مثالِ برق پلک مارنے مین کوند گئی — کہان تھی اور وہ دم مین کہان نکل آئی
چھپا نہ رازِ محبت کا بوے گل کی طرح — جو بات دلمین تھی وہ درمیان نکل آئی
ذرا سے پردے سے وہ حورزاد اے شاداںؔ — سنا جو نام ترا شادمان نکل آئی

شکر خدا دل سے کیا چاہیے — نام خدا دل سے لیا چاہیے
گر نہ تامل تو براہ خدا — ہو جو ترے پاس دیا چاہیے
چاک پڑے دامنِ دل مین اگر — سوزنِ مژگان سے سیا چاہیے
نام کا تیرے ہی اُجالا ہے بس — کس کو اندھیرے مین دیا چاہیے

تمام شد

تاج محل آگرہ

از شفیق صدیقی جونپوری شاگرد حضرت موہانی

ہیں جلوے آگرے کی سرزمیں کو آشکارا ابتک
نظر آتے ہیں کچھ پہلے کے آثار بہار اب تک

کسی کی خوابگاہ ناز پر رحمت برستی ہے
کھڑی رہتی ہے صف باندھے فرشتوں کی قطار اب تک

ہے فردوس نظر تاج المحل پامال ہو کر بھی
نمایاں ہے عروس حسن کا پہلا سنگار اب تک

بچشم غور دیکھو اس عمارت کے مناظر کو
کہ ہے شاہان مغلیہ کی عظمت آشکار اب تک

گزرگاہ حسیناں ہے نمائش گاہ خوباں ہے
اسے کہتے ہیں ملک ہند کا دار القرار اب تک

کہے دیتا ہے انداز تجلی آنکھ والوں سے
یہاں روپوش ہے کوئی عروس نوبہار اب تک

جس کا نظارہ اس چمن کے مرغزاروں میں
نظر آئی نہ باغ دہر میں ایسی بہار اب تک

جس کا خاکہ کھنچ گئے گلزار جنت میں
نظر آتے ہیں دیواروں پہ وہ نقش و نگار اب تک

گلزار فیض آتا ہے اے دیکھنے والو
بہار قدس ہے جسکی فضا سے ہمکنار اب تک

شجر کا جھومنا شاخوں کا ہلنا پھول کا کھلنا
نظر کے سامنے لاتا ہے تصویر بہار اب تک

بیان حال سے کہتے ہیں غنچے اس گلستاں کے
کہ جو زینت بھی ہوتی ہیں مرے پھولوں کا ہار اب تک

نقشہ ہے وہ جلوہ ہے وہ رونق ہے وہ عالم ہے
کہ ہوتی ہے بہار خلد آ آ کر نثار اب تک

یہاں کی خاک سے کانوں میں یہ آواز آتی ہے
کہ سوتا ہے مرے آغوش میں کوئی نگار اب تک

خیابان گلستاں کے سنا بر ہیں کہ [illegible]
پڑی جاتی ہے جن پر [illegible] نگار اب تک

ایسی نفاست اس عمارت کی عیاں ہے
[illegible]

غزل حضرت ہادی [illegible]

[illegible]ان بھی صحرا نظر آتا ہے
جو پھیل[illegible]

ایک قطرہ آنسو جسے کہتے تھے
فیضان [illegible]

[illegible]وں میں میلان کرم دیکھوں
مجھکو تو کچھ [illegible]

[illegible]ن آئینہ فطرت ہوں
ہر سو مجھے اپنا ہی جلوا [illegible]

دیکھنا ہے زمانے میں
میرے ہی نصیبوں کا لکھا نظر[illegible]

فہرست کتب موجودہ دفتر رسالہ اردوئے معلیٰ کانپور

جلد رسالہ اردوئے معلیٰ بابت ۱۹۱۲ء و ۱۹۱۳ء مکمل و مجلد عیمر

جلد رسالہ اردوئے معلیٰ بابت ۱۹۰۸ء و ۱۹۰۹ء و ۱۹۱۰ء مکمل و مجلد للعہ

دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی مع مقدمہ مفیدہ و حالات غالب و تنقید کلام غالب عمر

کلیات حسرت موہانی یعنی مجموعہ دواوین حسرت از حصہ اول تا حصہ دہم مع ضمیمہ مکمل — ہے

انتخاب کلیات حسرت موہانی مع ترجمہ انگریزی از فہمی چھپا ہوا ٹائپ قابل دید عمر

انتخاب سخن از حسرت موہانی گیارہ جلد میں

یعنی اردو زبان کے جملہ مستند اور صاحب دیوان شعرا کے نایاب کلام کا انتخاب حسب تفصیل ذیل

انتخاب سخن جلد اول (سلسلہ شاہ حاتم) یعنی انتخاب دواوین تاباں۔ یقین۔ سودا۔ بیدار۔ تاباں۔ ماہر۔ آمیر۔ افسر۔ مہتاب۔ عشرت۔ طالب۔ معروف و شاہ نصیر ۱۰؍

انتخاب سخن جلد دوم (سلسلہ ذوق) دیوان ذوق۔ جملہ دواوین داغ۔ رسا۔ جگر۔ قیمت ۱۰؍

انتخاب سخن جلد سوم (سلسلہ مومن) دیوان مومن۔ نسیم۔ تسلیم و حسرت موہانی قیمت ۱۲؍

انتخاب سخن جلد چہارم (سلسلہ مظہر) دیوان حسرت۔ یقین۔ حزیں۔ شاعرہ بیان۔ شاگردان مظہر قیمت ۱۲؍

انتخاب سخن جلد پنجم (سلسلہ جرات) دیوان حسرت استاد جرات۔ دیوان جرات۔ غضنفر۔ رضا۔ رفعت۔ رضوی۔ ممنون۔ نصرت۔ معروف۔ محبت۔ جلال۔ شائق۔ نساخ و وحشت قیمت ۱۰؍

انتخاب سخن جلد ششم (سلسلہ مصحفی) دیوان مصحفی۔ مسرور و منتظر قیمت ۱۳؍

انتخاب سخن جلد ہفتم (سلسلہ آتش) دیوان آتش۔ صبا۔ حنا۔ ماہ۔ قمر و فروغ قیمت ۱۲؍

انتخاب سخن جلد ہشتم (سلسلہ اسیر و امیر) دیوان اسیر۔ امیر و جلیل قیمت ۱۲؍

انتخاب سخن جلد نہم (سلسلہ ناسخ) دیوان ناسخ۔ برق۔ جلال۔ و آشفتہ قیمت ۱۲؍

انتخاب سخن جلد دہم (سلسلہ غالب) مجروح۔ سالک۔ حالی۔ ذکی۔ شعلہ۔ عندلیب و تحمیل عمر

انتخاب سخن جلد یازدہم (اساتذہ متفرق) دیوان فغاں۔ راسخ۔ ذوق۔ صمیم۔ ہیبت۔ خانی۔ عزیز و مکرر ۸؍

دیوان شاہ حاتم	۶؍	دیوان علی میاں کامل لکھنوی	۸؍
دیوان سرور مرحوم اعظم آبادی	۱۰؍	دیوان دیبی راۓ نظر لکھنوی	۳؍
مجلد	۳؍	دیوان نازش بدایونی	۲؍
	۳؍	رسالہ محاسن سخن از حسرت موہانی	
[illegible] سخن از حسرت موہانی قیمت	۶؍	رسالہ معائب سخن [illegible]	

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رجسٹرڈ نمبر

اردوئے معلی

کانپور

مرتبہ سید فضل الحسن حسرت موہانی بی اے

(علیگ)

جلد ۲ | بابت اکتوبر نومبر و دسمبر سنہ ۳۰ء | نمبر ۱۰-۱۱-۱۲

فہرست مضامین

جسکو منشی احمد علی نے

احمد المطابع واقع کانپور مین چھاپا

اور

حسرت موہانی نے دفتر اردوئے معلی کانپور سے شائع کیا

اس پرچے کی قیمت ۹/

غزل شفیق صدیقی جونپوری شاگرد حسرت موہانی

زمین وشتِ ایمن کو ہے کسکا انتظار اتبک
پے تعظیم اُٹھتے ہین بگولے بار بار اتبک

نہین جاتا خیال عارض و گیسوی یار اتبک
اسی رفتار پر ہے گردش لیل و نہار اتبک

ہمین سے ہمکو چھوٹے ایک مدت ہو گئی لیکن
ہمارے واسطے بے چین رہتی ہے بہار اتبک

خدا کے واسطے پردے کے باہر آ کہ باقی ہے
وہ دل کا اشتیاق اتبک نظر کا انتظار اتبک

نجانے کون کہتا ہے آ کر میری تربت پر
کہ تیرے واسطے رہتا ہے کوئی بیقرار اتبک

فنا کے بعد بھی ہے عشق لیلےٰ کا اثر باقی
اسیکو ڈھونڈھتا پھرتا ہے مجنون کا غبار اتبک

ہوا تھا چاک کسکے عشق مین خورشید کا دامن
کہ ظاہر ہے کرن کی شکل مین ایک ایک تار اتبک

سنا ہے اب تو وہ اس بات کا اقرار کرتے ہین
شفیق ایسا ملا ہمکو نہ کوئی جان نثار اتبک

غزل جناب ہادی مچھلی شہری

غم فرقت کی مدت مختصر معلوم ہوتی ہے
سحر میری قیامت کی سحر معلوم ہوتی ہے

سحر ہوکر بھی تاریکی وہی ہے شام ہجران کی
جدھر دیکھو وہی پیش نظر معلوم ہوتی ہے

فراغت سے تری امید مین کٹتی ہے عمر اپنی
سیہ بختی بھی تنویر سحر معلوم ہوتی ہے

شناسائی مری ہر منحصر اک آہِ سوزان پر
مری حالت سے دنیا بے خبر معلوم ہوتی ہے

نہ کیون محرومی دل پر بھی ہادی صبر کر لیتا
یہی میری متاع مختصر معلوم ہوتی ہے

غزل حسرت موہانی

وہ کہتے ہین پھر تجھکو آنا پڑے گا
ہمین کو پھر اُنکے منانا پڑیگا

نہ جب تجھسے مطلب رہا کچھ تو دل سے
تری یاد کو بھی بھلانا پڑیگا

تری یاد بھی چھوٹ جائیگی لیکن
بہت دل کو صدمہ اٹھانا پڑیگا

کہان جائے گی عشق بازی کی عادت
کہین اور ہی دل لگانا پڑیگا

تجھے بزم خوبان مین درخور کا لینے
بلا کر ہمو نا دکھانا پڑیگا

دکھا کر تماشائے و سوخت آخر
تجھے پھر [illegible] جانا پڑیگا

ارادے سے غرض ہین بہت کچھ یہ حسرت
وہ [illegible] تجھکو آنا پڑیگا

ردیف (ق)

قلق	امجد علی دہلوی مقیم گدورہ صاحب دیوان
قمر	مرزا قمر الدین لکھنوی شاگرد قتیل صاحب دیوان
قمر	مرزا قمر طالع دہلوی
قمر	حیدری بیگم واجد علیشاہ
قناعت	مرزا غلام نصیر الدین دہلوی شاگرد احسان صاحب دیوان
قیس	منشی عنایت اللہ عرف چھوٹے خان صاحب دیوان
قیس	منشی گربرشاد لکھنوی

ردیف ک

کامل	مولوی سید نجم الدین الحسینی لکھنوی صاحب دیوان
گلشن	شاہ گلشن دہلوی
گمان	نذر علیخان دہلوی شاگرد فغان
گمنام	مولوی جمال الدین خان مرحوم مدار المہام بھوپال
گوہر	نواب منور خان مدراسی صاحب دیوان
کوکب	احمد علیخان دہلوی متوطن کلکتہ
کوکب	نواب کوکب لکھنوی صاحب دیوان
کیفی	منشی چندر بھان دہلوی
کیفی	مولوی محمد مبین چڑیا کوٹی

ردیف (ل)

لطف	لطف علیخان نعت گو بریلوی صاحب دیوان

ردیف (م)

مائل	[illegible] علیخان لکھنوی صاحب دیوان
مائل	ڈاکٹر احمد حسین [illegible] شاگرد وصفی

مبتلا	مردان علیخان غازی پور صاحب دیوان تذکرہ
محسن	عطا رد دولہ لکھنوی متوصل واجد علیشاہ
محشر	مرزا کاظم حسین لکھنوی صاحب دیوان
محمود	حافظ محمود علیخان دہلوی صاحب دیوان
محو	نظام الدین بریلوی صاحب دیوان
محو	آغا یوسف علیخان صاحب دیوان
مخفی	بیگم شمرو متوطن سردھنہ
مخلص	مخلص علیخان مرشد آبادی صاحب دیوان
مذاق	احمد حسینخان رئیس پریانوان صاحب دیوان
مرزا	مرزا محمد ہادی لکھنوی معروف بہ مرزا رسوا
مشتاق	نواب بنے صاحب لکھنوی صاحب دیوان
مشتاق	مشتاق حسین اکبر آبادی صاحب دیوان
مشتری	قمر النساء عرف منجھو طوائف لکھنؤ صاحب دیوان
مشفق	راجہ جادو کشن رئیس کلکتہ صاحب دیوان
مصیب	شیخ غلام قطب الدین الہ آبادی صاحب دیوان
مضطر	مولوی غلام حضرت خان رامپوری صاحب دیوان
مضطر	کنور حسین لکھنوی
مضمون	شیخ شرف الدین جاجموی
معطر	مدار الدولہ مرزا امداد علی لکھنوی متوصل جد واجد علیشاہ
مقبول	لالہ سجے سکھ رائے لکھنوی شاگرد رضا صاحب دیوان
ممنون	میر نظام الدین سونی پتی
منت	میر قمر الدین سونی پتی
موج	سید محمد رضا عظیم آبادی شاگرد شاد

موزون	میر فرزند علی دہلوی صاحب دیوان
مہجور	اقبال الدولہ نواب عنایت حسین خان مخاطب صاحب دیوان
مہدی	جلال الدولہ مہدی علیخان لکھنوی صاحب دیوان

ردیف (ن)

ناجی	محمد شاکر دہلوی صاحب دیوان
نادر	نادر کاکوروی (”)
نازنین	مرزا علی بیگ دہلوی ریختی گو
ناسخ	حکیم سید یعقوب حسن فرخ آبادی صاحب دیوان
ناطق	مولوی نظام الدین بدایونی صاحب دیوان
نالان	میر وارث علی بہاری شاگرد وفا صاحب دیوان
ناظم	میر یحیی دہلوی صاحب دیوان
ناطق	ابو الحسن ہاپوڑی
نامی	میرن صاحب لکھنوی شاگرد دعا علیخان شور
نجم	سید محمد رضا خاں دہلوی شاگرد ممنون صاحب دیوان
نجم	میر نجم الدین دہلوی صاحب دیوان
نجم	گیلانی بہاری
ندرت	مولوی شعیب احمد میرٹھی خلف شوکت صاحب دیوان
ندیم	علی قلی خان دہلوی
نسبت	میر احمد علی ریختی گو لکھنوی صاحب دیوان
نصیر	محمد نصیر لکھنوی شاگرد عاشور علی خاں صاحب دیوان
نظام	نواب عماد الملک غازی الدین خان ثالث صاحب دیوان
نظیر	میر ولی محمد اکبر آبادی
نظم	مولوی سید علی حیدر طباطبائی لکھنوی صاحب دیوان
نفیس	میر نفیس لکھنوی خلف انیس صاحب کلیات
نیاز	شاہ نیاز احمد بریلوی صاحب دیوان
نیسان	منشی ماتا پرشاد لکھنوی

ردیف (واو)

وارث	شاہ محمد وارث الہ آبادی صاحب دیوان
واصف	منشی تصوف حسین اکبر آبادی
وحید	حکیم وحید اللہ خان بدایونی صاحب دیوان
وزیر	شیخ وزیر علی بلگرامی صاحب دیوان
وصف	نواب وصف لکھنوی صاحب دیوان
وفا	منشی نول رائے برادر دیوان نواب نجیب الدولہ صاحب دیوان
وقار	راجہ کشن کمار صاحب دیوان
ولا	مظہر علی دہلوی شاگرد ممنون صاحب دیوان
ولی	شاہ ولی اللہ گجراتی صاحب دیوان
ولی	مرزا محمد ولی دہلوی صاحب دیوان

ردیف (ہا)

ہادی	میر جواد علیخان دہلوی صاحب دیوان
ہاشمی	نادر حسین خاں استاد رئیس کالپی صاحب دیوان
ہدف	مرزا کاظم حسین لکھنوی
ہر چند	منشی ہر چند رائے صاحب دیوان
ہزبر	خلف واجد علی شاہ اودھ صاحب دیوان
ہشیار	منشی کیول رام صاحب دیوان
ہنر	مرزا مظفر علی صاحب دیوان
یاس	مرزا واجد حسین عظیم آبادی صاحب دیوان
یکرنگ	مصطفی خان دہلوی شاگرد آبرو صاحب دیوان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتخاب دیوان

ہوس — مخمور

عیشی — غافل

شہیدی — تنہا

شاگردان مصحفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان ہوس شاگرد مصحفی

مہر معنی میں نے جب کاغذ پہ نور افشاں کیا — مطلع صبح قیامت مطلع دیوان کیا
اک تبسم کو نہ فرصت لب تک آنے کی ملی — کسقدر اُس گل نے پاس خوبی دندان کیا
سحر کاری خامۂ صنعت کی اس کے دیکھیے — غنچۂ دل تنگ کو جس نے گل خندان کیا
در تلک اُس کے نہ پہنچا نقش پا کیطرح آہ — ناتوانی نے مجھے حسرت کش دربان کیا
خامۂ مانی ہوس کا کیوں نہ ہو حیران کار — صفحہ کاغذ کو تو اس نے نگارستان کیا

اے عشق قدم اپنا تو تری راہ میں ڈالا — اَلآن توکّلتُ علی اللہ تعالے
سب راز نہاں عشق کا تجھپر تو عیاں ہے — ہوں پردۂ اسرار کا میں جھانکنے والا
آنکھوں سے ہو آنے لگا اشک کی جاگہ — نیرنگی الفت نے عجب رنگ نکالا
اے جوش جنوں آبلوں کو پاؤں کے میرے — لذت تو ذرا خار مغیلاں کی چکھالا
رحمت ہے ہوس تجھکو کہ یہ بار محبت — افلاک سے جب اُٹھ نہ سکا تونے سنبھالا

مسی سے لب ہے رنگیں اس غیرت چمن کا — اندیشہ ماہ نو کو ہے کیونکر گہن کا
اُڑ جائے نور اُس کا ہو منہ سحر کا کالا — نقشہ بگاڑ ڈالا مستوں کی انجمن کا
ہو آہ سے تسلی افسردہ خاطروں کی — تسکین صبح سرما گر ہو دھواں دہن کا
لاکھوں بنے مرقع گلشن میں عکس رخ سے — جو برگ یاسمن تھا آئینہ تھا چمن کا
یاد آئے گی ہوس کو بالوں کی بو کسی کی — مرقد پہ اُس کے لانا مت پھول یاسمن کا

چشم شوخ یار میں سرمہ نہیں حل ہو گیا — رنگ مژگاں چھوٹکر آنکھوں کا کاجل ہو گیا
درد سر سے صاحبو اُن کی بلا ہو آشنا — رنگ مینائی جہاں ماتھے کا صندل ہو گیا

شغل شب تنہائی کس سے کہیں ہم اپنا — دو چار گھڑی رو کر بہلاتے ہیں غم اپنا
اپنے تئیں جو جھوٹا سمجھے وہ قسم کھاوے — ہم ورنہ کہو دینگے کھا کھا کے قسم اپنا
خواہش نہ بقا کی تھی نہ خوف فنا ہم کو — ہستی سے ہوس اپنے بہتر تھا عدم اپنا

تم نے ظاہر میں گلے لگنے کا انکار کیا   خواب میں چھپ کے ہمیں دیر تلک پیار کیا
دھوپ قسمت کی تری کوچہ میں سے سر نکلی   لمعۂ حسن نے کم سایۂ دیوار کیا
شرم کی اوٹ میں سب کام بنا جاتا تھا   ذوق بے پردہ نے رسوا سر بازار کیا
پیار آتا ہے مجھے یا ہو خوش اسلوبوں کے   آپ کا بندہ ہوں انہیں جس نے طرحدار کیا
خون کا دعوی نہ کیا حشر میں بھی قاتل سے ہوس   میں نے رکھا دل کا اس نے اگر اقرار کیا

پھکتا پاؤں مستی میں نہ گر پیر مے شرابی کا   نہ ٹوٹا کان میں مستوں کے جھنکار گلابی کا

گو ہوس یاران رفتہ کا بہت ماتم کیا   حق صحبت یاد کر کے جو کچھ کیا سو کم کیا
جب گواہ پاک دامانی نہ پایا شرم نے   چشم حیرت کو حریم عصمت مریم کیا
ہوا نہ تھا لیکن فرو دادین نہ سر نازک مزاج   گردن مینا کو بار چرخ نے کج خم کیا
مانع گفتار تھی لگا سے حیا گہہ بیخودی   وہ گھڑی اس رت قضا نے گر ہمیں باہم کیا
ہوں میں وہ عاشق ہوس کن لیجیو میری قبر کو   جو رہا اخلاص عاشقوں نے پھیر کر وہ کرا

میں بار پیمان نہیں مشتاق چمن کا   دیکھا ہی نہیں لطف گل و سرو و سمن کا
اے ہم سفران پھر خدا یاد دلا دو   غربت میں ہمیں بھول گیا نام وطن کا
اے دست جنون کچھ تو موئے پر بھی مدد کر   بدنامی وحشت ہے گریبان کفن کا
دیوانہ ترا ضعف کی دولت سے غنی ہے   زنجیر کا محتاج نہ پابند رسن کا
کیوں درد بھو نالۂ مرغان قفس میں   سیکھے ہیں ہوس مجھ سے یہ انداز سخن کا

نزع میں گر دم ہمارا تن سے رخصت مانگتا   عشق خوبان جہان تھوڑی سی مہلت مانگتا
بس مرا چلتا تو تخمینہ گل معشوق کو   میں خدا سے قطرہ ہائے آب رحمت مانگتا
حسرت دیدار کچھ کرتی اگر میری مدد   ضعف سے ایک قدم چلنے کی طاقت مانگتا
بے بصری میں جنون کی باغ کو جاتے جو ہم   دیدۂ زنجیر نرگس سے بصارت مانگتا
حسن کو ہوتی ہجوم عاشقان کی گر خبر   تو جلوہ خانہ کر صحبت سے قیامت مانگتا
وقت غمازی کا ہوس اس چشم کی آئینہ   لو سے غنچہ گلگون قبا بھی رنگ حیرت مانگتا

جب اس کے لعل لب نے لعل کو کم رنگ ٹھہرایا   نزاکت تیا کا دل شیشہ ... شیشہ سنگ ٹھہرایا

تعجب کی جگہ یہ ہے کہ اعجاز محبت سے
خس مژگاں پہ میں نے اشک آتش رنگ ٹھہرایا

اٹھا جاتا ہے رنگ قیس تو ہر لحظہ مہار ہونے سے
مصور نے ورق پر کیونکر اُس کا رنگ ٹھہرایا

نہیں ہے طینت اہل صفا میں جا کدورت کی
وہ نابینا ہے جس نے آئینہ میں زنگ ٹھہرایا

نہیں پروائے تخت سلطنت ہم خاکساروں کو
گماں ہیں اپنے فرش خاک کو اورنگ ٹھہرایا

ہمیشہ ناخن دست جنوں کاوش جو رکھتا ہے
رگ جاں کو میرے کیا اس نے تار چنگ ٹھہرایا

ہمارے نام سے دیکھا تو نفرت کو بھی نفرت ہے
ہمیں رسوائی الفت نے ننگ ننگ ٹھہرایا

سریع السیر تھا از بس میں صحرائے محبت کا
مری سرعت نے سفر سیخ کو اک فرسنگ ٹھہرایا

ہوس پھر کیجئے اب قصد صید طائر مضموں
خیال شاہباز طبع نے یہ ڈھنگ ٹھہرایا

مزاج عشق نے ہستی کا عرصہ تنگ ٹھہرایا
قدم سے بھی گذر جانے کا جب آہنگ ٹھہرایا

جو اڑتا تو گماں طاقت کا ہوتا ہمصفیروں کو
ہجوم ضعف نے چہرے پہ میرے رنگ ٹھہرایا

چلا جب صبح ہوتے قافلہ باد بہاری کا
تو گلہا رنگ شکست رنگ گل کو رنگ ٹھہرایا

جسے کہتے ہیں دل ہے اس میں نو لاکھی صفائی
یہ حسن و عشق نے اپنا مقام جنگ ٹھہرایا

جہاں یاقوت لب کو آگے رکھتے تھے ترازو میں
مقیم عشق نے واں لعل کو پاسنگ ٹھہرایا

تری تصویر کا خاکا نظر آیا جو مانی کو
تو نیرنگی کو اُس کے عالم نیرنگ ٹھہرایا

زباں طاعناں سے اے ہوس کیونکر بچیں کیا ہو
جنون عشق نے ہمکو حریف ننگ ٹھہرایا

میں کہا بولنا شب غیر سے تھا تمکو کیا
مسکرا کہنے لگا شوق ہمارا تم کو کیا

جو کہا میں کہ بُرے طور نکالے تم نے
پھیر کر منہ کو لگا کہنے بھلا تم کو کیا

شکوہ اس بُت کے جفا کا جو کیا تو نے تو کہا
تم تو دنیا میں ہو اک اہل وفا تم کو کیا

دو سر دشمنوں کے آنکے ہوا مات نہیں
جو ہیں گھبرا کے یہ پوچھا تو کہا تم کو کیا

تان کر منہ پہ دوپٹہ بدم سرد کہا
تم لگے پوچھنے کیوں حال برا انکو کیا

ہر گھڑی تم جو خوشامد سے بجا لاتے ہو ہوس
آپ ہیں دام محبت میں پھنسا تم کو کیا

شوق خراش خامہ مرے دل میں رہ گیا
ہائے تلاش پہلی ہی منزل میں رہ گیا

میں نہ مزہ سے سر تو تجھ سے گیا ہے
افسوس کہ گرہ عقدہ دل میں رہ گیا

زنجیر موج پانوں میں آکر لپٹ گئی — طوفان اشکوں کا دامان ہی ساحل میں رہ گیا
تصویر اس کی کیسے کھینچے مانی خیال — حیران جس کی شکل و شمائل میں رہ گیا
کام اپنا تو تمام کیا یاس نے ہوس — جی اشتیاق خنجر قاتل میں رہ گیا

ہم سے وارفتہ الفت میں بہت کم پیدا — ہاتھ سے کھو نہ ہمیں ہونگے نہ پھر ہم پیدا
التیام اس کا جو ہے لطف بتاں پر موقوف — زخم دل کا مرے ہوتا نہیں مرہم پیدا
بد نہ کہہ بد کو کہ صانع بد و نیک ہے ایک — خار و گل ہوتے ہیں اک شاخ سے باہم پیدا
نہیں ابرو ترے رخسار کی سجدے کیلئے — عکس انگشت شہادت نے کیا خم پیدا
میں بھی ہوں باعث ایجاد ہوس اک شے کا — میری خاطر سے خالق نے کیا غم پیدا

اگرچہ ہجر کا ڈر وصل یار میں بھی تھا — یہ کچھ قرار دل بیقرار میں بھی تھا
اٹھا جو خاک سے قیس بگولا سا — اک اضطراب سا پیدا غبار میں بھی تھا
اگرچہ آج ہے بالیں سنگ و بستر خاک — کبھی تو سر مرا آغوش یار میں بھی تھا
زبسکہ تھا مجھے خطرہ تنک مزاجی کا — بگڑ ہی جانے کا ڈر اس کے پیار میں بھی تھا
رواں ہیں اشک میرے جس طرح بجوش و خروش — یہی سماں کبھی ابر بہار میں بھی تھا
زبسکہ آٹھ پہر تھا مجھے تصور یار — مزا وصال کا اک انتظار میں بھی تھا
گذشتگاں کے زمانے کا تم نہ وصف کرو — یہی غم و الم اس روزگار میں بھی تھا
ہوس کا دل ترے جانے سے اب ہے منزل غم — کبھی خوشی کا گذر اس دیار میں بھی تھا

تیرے کشتہ نے نہیں زرد چمن دکھلایا — غرق خون ناب ہر اک تار کفن دکھلایا
اڑ گئی تازگی رنگ رخ لالہ و گل — کس نے جوبن کا نہیں داغ کہن دکھلایا
قیس آوارہ کی غربت میں کٹی ساری عمر — پر فلک نے نہ اسے روئے وطن دکھلایا
بعد اک عمر کے بارے فلک کج رو نے — ان کو پھر از سر نو حسن دمن دکھلایا
اے ہوس فرش بچھے وصل کا ساماں ہوا — اہل خدمت نے رخ شمع و لگن دکھلایا

بلبل نے کڑھایا نہ غم گل نے رلایا — ہم کو تو فقط اس کے تغافل نے رلایا
ساقی جو نہ تھا یار تو شب مجلس مے میں — تا صبح مجھے شیشہ کے قلقل نے رلایا

گلشن میں بہار آئی ہے گل جام بکف ہیں — اس فصل میں ساقی کے تساہل نے رلا یا
بس میں نہ دیکھا جو مجھے تہ دم مستان — میخوار دگر رو و قدح مل نے رولا یا
دین و دل جس کے غم ہجر میں برباد کیا — ہائے بھولے سے کبھی اس نے نہ بھی یاد کیا
جس سے کل خون میں ڈوبا قفس مرغ اسیر — تو نے پھر آج وہی زمزمہ بنیاد کیا
عشق جہاں برہمن نے کیا مجھکو فقط حیران کیا — تھا جو مجلہ دل سے رگ انکا سب حیران کیا
کل [illegible] گرو [illegible] داماں ناز سے گرا گلشن میں — اڑ گئی رنگ گل کی نزاکت خوب جو میں نے دیکھا لکیا
برق نگہ جانسوز عالم غمزہ ابرو تیر مژہ — قتل کا اک بیکس کے سب کیوں اتنا سامان گیا
جرم محبت غیر کا رکھکر مارا مجھکو اس بت نے — قتل کیا تو خوب کیا پر ناحق یہ بہتان کیا
وصل میں ڈرتے ہیں انکا ہر دم ہجر میں ساتے رہتے ہیں — ہمکو تو بیتابی دل نے آہ بہت حیران کیا
آئے اگر تو آنکلے گھر تو کیا یہ تیرے نذر کریں — ایک ہوس دل رکھتے تجھے سو آئی ہی قربان کیا

جگر یہ داغ ہوا یار کی جدائی کا — یہ داغ جی سے نہ جائے گا آشنائی کا
برنگ غنچہ زبان لال ہو گئی [illegible] — بیان کر نہ سکا تیری بیوفائی کا
پھنسا ہے زلف میں اس شوخ کے ہمارا دل — سبب نظر نہیں آتا کوئی رہائی کا
پھرے ہے دیدۂ پرخون میں اسکے دست نگاریہ — مزہ [illegible] پنجہ حنائی کا
ہوس ہے کہوں ہوں میں عشق شراب و شاہد و شعر — مجھے گھمنڈ نہیں اپنی پارسائی کا

مژدہ یہ صبا اس بت بیباک کو پہنچا — [illegible] دل [illegible] خستہ [illegible] پہنچا
پیغام زبانی تو نصیبوں میں کہاں تھا — نامہ ہی [illegible] تیرا [illegible] پہنچا
خون ہے نہیں ہر فندق دست انکی ہے [illegible] — [illegible]
صد چاک کیا پیرہن گل کو صبا نے — جب [illegible] تری خوبی [illegible] پہنچا
صحرا میں ہوس خار مغیلاں کی [illegible] — [illegible] ہر [illegible] پہنچا
گئے جیسے تو فائدہ اتنا ہوا [illegible] عشق کا [illegible] — [illegible]
کوئی مونس بیکسی [illegible] — [illegible]
ہوا [illegible] — [illegible]

ہر جا آن تھی سب کی نگہ سو کاہی کہتے تھے غنچہ پہ نہ تھا — وہ چمن جو قدیم زمانہ میں تمہارے عہد میں گلشن نہ رہا
تری زلف کی بو کو جو لے کے صبا گئی ملک ختن میں تو خطا — نہیں شوق جو دیدہ کا تیرے جو کوئی آہو دشت ختن نہ رہا
کہا لیلےٰ نے میں نے سنا ہے ابھی جام گرم تنے قدم کے آگ لگی — وہاں جاتے ہیں دوڑ کہ لاگی لگن تھا نہ درختہ پہ نجد کا سلسلہ
مجھے وصل تمام تھا نہ ایک نفس میں آ رہا تھا نہ زکر شب — مجھے فرق ہے تو ہمسایہ ہم کو تو ہوس کی رہا ہے چشمہ تیں نہ رہا
بجز میں کس سے کہوں حال دل زار اپنا — نہ تو مونس کوئی ہوئی اور نہ غمخوار اپنا
شمع پروانہ پہ مصروف ہے گل بلبل پہ — حسن بیرنگ تیں پاتے ہے خریدار اپنا
گوہر پہ دیکھ کر وہ دندان خجل ہوا — سرخی ترے لب کو لعل بدخشاں خجل ہوا
محشر میں ساتھ لے گیا کیوں دشت ارمیا مر — سینہ سے تیرے نکال کے پیکان خجل ہوا
بے اختیار وہاں تک آنسو جو گر پڑے — اس در پہ روک کر مجھے دربان خجل ہوا
سینہ کے داغ دیکھئے میرے خلق نے — وحشت نے پھاڑ کر نہ گریبان خجل رہا
زندانی اس کے قید میں جب مر گئے تمام — سنکر وہ سرگذشت اسیران خجل ہوا
کیوں در پہ یار ہی کے نہ کاٹی تمام عمر — طے کر گئے تیں جنوں کا بیابان خجل ہوا
لیلیٰ کا جنازہ جب دو چار قدم نکلا — کہتے ہیں کہ مجنوں کا اک آہ میں دم نکلا
جب یاروں نے تیر اس کا سینہ سے میرے کھینچا — دیکھا تو جگر ہو کر پیکان سے باہم نکلا
حوروں نے مری دیکھی اشکوں کی گل افشانی — دامن کا ہر اک تختہ گلزار ارم نکلا
کیا لطف ہو وہاں یارب جو منزل آتی سحر — ہر شخص مہیا ہے صحرا کے عدم نکلا
جائے غم معشوقاں کیا میرا ہی سینہ تھا — جب دل کو ہوس ڈھونڈھا سینہ میں تو غم نکلا
جی اس کے در سوا نہیں لگتا کہیں ذرا — فرصت نے ناتوانی تو جا ویں وہیں ذرا
کہتی تھی لیلی بس ہو جو سہا تو جیتے جی — ہوتے نہ دامن میں فیہ کو اندوہگیں ذرا
رویا میں ساری عمر لے اس نے لے ہوس — دیکھی نہ چشم تر پہ مری آستیں ذرا
زے ڈر سے میں آہ کا ضبط کیا لے گریہ کا ضبط تو نہ — ہے چپکے ہی چپکے تب آنسو سے دیں بھگو کے دل کی
ہے دل فراق میں گل کے زبس تہ و بالا — کیا ہے مرغ قفس نے قفس تہ و بالا
بہہ گیا ہے گر ناقہ آج صحرا میں — جو دلکو کرتی ہے بانگ جرس تہ و بالا

خدا کے واسطے اب ضبط کر تو آہ نہ کر ـــــ زمانہ ہو نہ کہیں اے ہوس تہ و بالا

ولولے جب عشق کے تھے اور جنوں کا جوش تھا   گہہ میں کچھ بکتا تھا گہ دو دو پہر خاموش تھا

گلشن ہستی نہ تھا زنہار جائے بود و باش   ہر نہال اس باغ کا بار سفر بردوش تھا

کون دریا میں بہایا تھا کہ جس کے واسطے   حلقۂ گرداب ہر اک صورت آغوش تھا

بر سر تقریر تھی کس کے لب جادو بیان   تنگ رہی تھیں بلبلیں منہ گل سراپا گوش تھا

اور کیفیت تھی بزم میکشاں میں شب ہوس ـــــ ایک کا لغزش کے باعث ایک کا ہمدوش تھا

میں نہ سمجھا بلبل بے بال و پر نے کیا کہا   گوش گل میں قاصد باد سحر نے کیا کہا

نزع کے دم بھی زمیں لینے کو مانع تھا حجاب   چپکے چپکے روئی اور اس نوحہ گر نے کیا کہا

تیرے وحشی سے عبث تجکو خفا کرتے ہیں لوگ   سب یہ باتیں جھوٹھ تھیں اس بیخبر نے کیا کہا

سینکڑوں رنگینیاں پیدا کیں اس نے وقت فصد   خون مجنوں سے زبان نیشتر نے کیا کہا

نامہ بر کو گالیاں دیں اس نے سنکر میرا نام   منہ کو تکتا رہ گیا اور نامہ بر نے کیا کہا

ہو گیا اس کو پہنکر اور بھی مغرور وہ   کان میں اس شوخ کے سلک گہر نے کیا کہا

جوڑنا انکا نہایت اے ہوس دشوار تھا ـــــ دل کے ٹکڑے دیکھ میرے شیشہ گر نے کیا کہا

یار جب رخصت پے عزم سفر ہونے لگا   خنجر غم سے یہاں ٹکڑے جگر ہونے لگا

بیخودی سے ہو کے آگے مجکو آجاتا تھا ہوش   طول غش کا اب تو یاں دو دو پہر ہونے لگا

ابتدا میں عشق بازی سہل سمجھی تھی ہوس ـــــ آخر آخر جان کا اسمیں ضرر ہونے لگا

اک داغ جگر مثل شرر ہم کو ملا تھا   یہ یاس کے گلشن سے ثمر ہم کو ملا تھا

منزل میں جہاں کی نہوا دل سے جدا غم   اس راہ میں کیا یار سفر ہم کو ملا تھا

ہر داغ جگر صورت خورشید طپاں ہے   کیوں راہ میں وہ رشک قمر ہم کو ملا تھا

غم کھانے کو تھا پینے کو خون جگر اپنا   الفت میں یہی زاد سفر ہم کو ملا تھا

کہتا تھا اسے کوئی ہوس اور کوئی مجنوں ـــــ کل دشت میں اک خاک بسر ہم کو ملا تھا

یوں اس کا بدن آئینۂ آب میں دیکھا   جیسے در یکتا شب مہتاب میں دیکھا

آنکھوں کو مجا چوند ہوئی جیسے تن اس کا   لپٹا شب مہتاب کے جلباب میں دیکھا

سوتے سے ہوش کر کے جو اک آہ تو اٹھا ـــــ اے عاشق دم باختہ کیا خواب میں دیکھا
بسمل نے قاتل کا دم ذبح جو پاپوس کیا   رحم اس نے نہ کیا لاکھوں نے افسوس کیا
شعلۂ شمع کی نیرنگ نے شب محفل میں   پر پروانہ کو رشک پر طاؤس کیا
ایسے آنے سے تو قاصد تو نہ آیا ہوتا   کیسی امید میں تو نے مجھے مایوس کیا
کیا وحشت میں خوش آئی ہیں رسوائی عشق   ننگ کا پاس نہ اندیشۂ ناموس کیا
اے ہوش حسن چھپائے سے کہیں چھپتا ہے ـــــ حائل شمع عبث پردۂ فانوس کیا
کیوں عشق سے دعویٰ کر دوں قیس کے جنوں کا   اب سلسلہ جنباں ہوں میں زنجیر جنوں کا
جب آہ میں کرتا ہوں تو چھا جاتا ہے اک ابر   کس رتبہ کو پہنچا ہے دھواں سوز دروں کا
بے چین ہو ایسا کہ کبھی نیند نہ آئے   افسانہ سنے گر وہ میرے حال زبوں کا
سینہ میں تڑپتا ہے پڑا برق کے مانند   کچھ حال نہ پوچھو دل بے صبر و سکوں کا
دنیا میں خوشی جان غنیمت کہ ہے دشوار   اک رنگ پہ رہنا فلک بوقلموں کا
کو غم فرقت کا یہ کیا بوجھ اٹھائے ـــــ کہتے ہیں ہوش دل شب اک قطرہ ہے خوں کا
گر جان پہ کوفت ہے تو تن ناتواں کو کیا   دل کی شکست سے ہو خبر استخواں کو کیا
آتی نہیں چمن سے یہ سوئے قفس کبھی   روکا ہے بخت بد نے نسیم رواں کو کیا
یاران رفتہ بھول گئے ہم کو اے ہوش ـــــ رہ میں کسی نے لوٹ لیا کارواں کو کیا
بنا فرہاد نے شیریں کی جب تصویر کو توڑا   تو گویا بیستوں کی رونق تعمیر کو توڑا
گراں ہے اس کے تن پر عکس بھی موج رگ گل کا   ترے دیوانہ گیسو نے کب زنجیر کو توڑا
دل عشاق سے ملتا جو پایا گل کی کلیوں کو   خفا ہو ان سے ہر اک غنچۂ دلگیر کو توڑا
ہوش ہم پار ہوویں کیونکہ دریائے محبت سے ـــــ قضا نے بادبان کشتی تدبیر کو توڑا
کسی کا روکنا وحشت میں جو مجھکو نہ بھاتا تھا ـــــ جنوں میں ہم نے سر پر خار دامن گیر کا توڑا
یا حق کی اک بلا میں مجھے مبتلا کیا   اے آرزوئے حسن بتاں ہائے کیا کیا
وہ لب قتل خون سے مرے سرخ کر کے ہاتھ   بولا کہ ہم نے آج سے ترک حنا کیا 1
شمشیر اس نے کھینچی ادا سے جو بہر قتل   خوش ہو کے میں نے شکر کا سجدہ ادا کیا

ہر چند ہجر یار نے لاکھوں ستم کیے — شکوہ سے میں نے لب کبھی آشنا کیا

راہ جنوں میں ہمنے جو مارا قدم ہوس — مجنوں نے پاؤں پڑکے مجھے پیشوا کیا

پہناؤں مردم دیدہ کو وہ خونناب کا جوڑا — زمانہ نے نہ دیکھا ہو جس آب و تاب کا جوڑا

شب وصل اس طرح لپٹے ہے مشتاق ہمدیگر — کہ مل جاتا ہے جیسے قطرۂ سیماب کا جوڑا

سمند لنگ خامہ کیا کرے ضبط اس کی چالاکی — نہیں ہے ابلق گردوں ترے سنجاب کا جوڑا

بہار گل ہی جب اس پر کیے پائے نازک پہ — بنا پایا نئی دہرا ونے محراب کا جوڑا

ترے رنگ کفک کا گر یہ عالم ہے تو دریا میں — کسی دن ڈوب کر رہ جائے گا سرخاب کا جوڑا

نہ نازاں ہو تو اے مطرب کہ کاوش کو رگ جانکے — ہمارا ناخن غم ہے تری مضراب کا جوڑا

ہوس اب وہ غزل ہمکو سنا بحر سخن میں تو — کہے مطلع سے تا مقطع یہ ہے سرخاب کا جوڑا

عجب ساعت سے ڈوبی کشتی دل بحر الفت میں — کسی نے پھر نہ تختہ زورق غرقاب کا جوڑا

خیال زلف و رخ میں روز و شب سودائی کرتا ہوں — مرے تار نظر سے کس نے رشتہ خواب کا جوڑا

دکھا دو صفحہ کاغذ پہ اب تو جو نہ دیکھا ہو — ہوس چشم فلک نے بھی اس استعجاب کا جوڑا

نقش پائے رفتگاں کا سلسلہ جاتا رہا — ہم تو تھک کر رہ گئے اور قافلہ جاتا رہا

ہم گئے تھے اس سے کرنے شکوۂ درد فراق — مسکرا کر اس نے دیکھا سب گلا جاتا رہا

اس مسافر سے رہ الفت ہو طے کیا اے ہوس — پہلی ہی منزل میں جس کا راحلہ جاتا رہا

اک سرو بدن سے اس کے زمیں پر جہاں گرا — تا حشر اس پہ خون دل نو خطاں گرا

اے آہ کہ تو ہے توسن ایام پر سوار — گر تو نے اس کے ہاتھ سے چھوڑی عناں گرا

کلک قضا سے نقطۂ سہو قلم کی طرح — میں تیرہ بخت پھر وہیں اٹھا جہاں گرا

صدمہ سے باد تند کے کیتی تھی عندلیب — آتش پہ گل کے کیوں نہ مرا آشیاں گرا

مانند برگ کاہ ہوس ہو گیا ضعیف — جب اس سے سر پہ عشق کا کوہ گراں گرا

لباس خون ہنسے کیونکہ شیخ و شاب کا جوڑا — کہ عباسی ہے اس رشک گل مہتاب کا جوڑا

شب ہجراں کا میں نے اسکو افسانہ سنایا تھا — پٹک کر سر کو اپنے مر گیا سرخاب کا جوڑا

سپیدی پھر گئی ہیبت سے رشے مہر تاباں پہ — جب اس نے لال رنگوایا شب مہتاب کا جوڑا

نسیم اس تک مگر لوٹی گئی تھی کوچہ سے تیرے　　معطر ہو گیا ہے جو گل شاداب کا جوڑا
ہوس نے اس غزل سے یوں دیا پیوند رنگینی　　بنا دے اہل صنعت جس طرح کمخواب کا جوڑا
مجھے بھی کاش کے اک بوسہ اس سے پا دیتے　　ملا تھا خنجر قاتل کو جب زہراب کا جوڑا
قمر نے بام گردوں پر نہایت سر اٹھایا ہے　　کسی دن تم بھی پہنو گے شب مہتاب کا جوڑا
گر اسکی پیشواز سرخ لاہی کا یہ عالم ہے　　کسی دن دیکھنا ہو گا گل سیراب کا جوڑا
اگر میری سی شب اسکی کبھی ہیگی تو نہ دیکھے گا　　کبھی روئے سحر کو خواب میں سرخاب کا جوڑا
ہوا اعتقاد شدت پر گرد جنوں میں کیا گذر اسکا　　غبار آلودہ آتا ہے نظر سیلاب کا جوڑا
چمک رکھتا ہے یہ اس مہ لقا مہتاب کا جوڑا　　گلے میں اوس کے ہر نور جس سے آب کا جوڑا
سیا خیاط قدرت نے میرے کالوں سینہ میں　　رد لے کے برق سے میرے دل بیتاب کا جوڑا
چھڑک دو آب گلہائے سخن اب اہل محفل پر　　ہو تر جس سے ہوس ہر ایک شیخ و شاب کا جوڑا
چمن میں دیکھ سرخ اس غیرت مہتاب کا جوڑا　　جلا ہے رشک سے ہر لالہ سیراب کا جوڑا
بہت خوش آج روح مست میخانے سے آئی ہے　　پہن کر صبح دم بوئے شراب ناب کا جوڑا
سلک گہر تھے مژگاں کب اشک واں نہ ٹھہرا　　جرم نظارہ مجھ پر لے بدگمان نہ ٹھہرا
شعلہ من تعلق سے بھڑکی جو آتش دل　　سیماب سا بدن میں ایک استخوان نہ ٹھہرا
برق تبسم اس کی کوندی چمن میں جس جا　　بلبل کا شاخ گل پر واں آشیاں نہ ٹھہرا
تیر نظر نے اس کے برباد کر دیا دل　　سینہ میں گو بظاہر اس کا نشان نہ ٹھہرا
تو بھی تو جستجو میں سرگشتہ ہے کسی کی　　مجرم مجھی کو ناحق اے آسمان نہ ٹھہرا
جوں شمع تیرے دم سے گرمی ہے انجمن میں　　پھر کس طرح ہوس تو آتش زبان نہ ٹھہرا
عہد طفلی سے غم عشق ہے دمساز اپنا　　قیس وارفتہ کا انجام ہے آغاز اپنا
پاس ناموس محبت سے کبھو آہ نہ کی　　تا دم مرگ کسی پر نہ کھلا راز اپنا
مشوق دیدار بتاں ہے گرو پنجہ یاس　　خون ناکامی سے پروردہ ہے شہباز اپنا
عاشق اب حسن پہلے تھے وہ معشوق مزاج　　آخر کار ہو بالا اوس سے ہوا ناز اپنا
فن میں گو شاعری کے ہیچمدان ہوں لیکن　　ہے ہوس سب سے جدا شعر کا انداز اپنا

سبک سر ہونکا بزم دوستاں میں جی نہیں لگتا　　صدا لے تنگ کا یہاں کارواں میں جی نہیں لگتا
عدم سے شوق لایا ہے مجھے یہاں تک اسیری کا　　میں وہ بلبل ہوں جس کا آشیاں میں جی نہیں لگتا
بہت کی بت پرستی اب ہوس اللہ یاد آیا ـــــ　　چلیں کعبہ کو اب ہندوستاں میں جی نہیں لگتا

غفلت ہی میں ہم خوش تھے بیداری کا اک غم تھا　　ہنگام شباب اپنا کیا خواب کا عالم تھا
عصمت پہ گل تر کے کیوں شاد نہ ہو بلبل　　جو تختہ گلشن تھا سو دامن مریم تھا
لذت دل عاشق کی کیا جانے ہوس کوئی ـــــ　　سوز دل پروانہ اس راز سے محرم تھا

مشت پر بلبل نالاں کے جو برباد ہیں سب　　ہاتھ پر ہاتھ دھرے موج میں صیاد ہیں سب
ان تلک پہنچے گی کب بلبل لب تنگی صدا　　کہ اسیران قفس گوش بفریاد ہیں سب
حشر کب ہو کہ انہیں یار کو اپنے دیکھیں ـــــ　　منتظر قیس و ہوس وامق و فرہاد ہیں سب

کی تکلف کی جب خط یار کو رخصت　　کیا خزاں نے چمن سے بہار کو رخصت
ستانہ ہجوم نزع اے تصور یار　　چلے ہیں ہو کے ہم اپنے دیار کو رخصت
ہے شرم عشق جو مانع ذرا نہیں ملتی　　کہ اب ہے کی مری جان زار کو رخصت
فروغ ہستی موہوم پہ نہ بھول ہوس ـــــ　　نہیں ہے وقفہ کی اکدم شرار کو رخصت

کھنچی کیونکر مانی سے تصویر وحشت　　یہاں ناتوانی ہے زنجیر وحشت
گرفتار تیرا ہے دیوانہ تیرا　　شکار جنوں ہے نہ نخچیر وحشت
بہار آئی آغاز فصل جنوں ہے　　کرو صبا جو جلد تدبیر وحشت
غبار تن قیس ہو کر بگولا　　ہوا ایسا بھی کرتا ہے تعمیر وحشت
بیاباں کے کانٹے جو تھے آبلوں میں ـــــ　　ہوس پائی پاؤں نے تقدیر وحشت

مت لے نسیم برگ گل یاسمیں اُلٹ　　سوتے میں اُس جبین سے دوپٹہ کہیں اُلٹ
یاد دلا دیا وہ اگلی وہ صحبتیں　　صدمہ سے جائے گا دل اندوہگیں اُلٹ
بدلی کو جیسے چاند سا نکلا تھا وقت صبح　　اُس نے شب جو بال پریشاں دیے الٹ
حیرت سے چشم وا ہوئیں اس طرح اے ہوس ـــــ　　جاتی ہیں آنکھیں جیسے دم واپسیں الٹ

گلشن میں گئی جلوہ کناں کون پری آج　　غلطاں ہے خیاباں میں نسیم سحری آج

کچھ اور فنون سے ہے فزون نالۂ بلبل
کیا گل ہے کوئی باغ جہان سے سفری آج

جا خاک پہ مجنون کے ہوس پھر زیارت
دل کھول کے رو خوب سی کر نوحہ گری آج

شب مہ میں جو وہ مہ چہرہ گیا حور کی طرح
کہب گئی دل میں مرے اس بت مغرور کی طرح

پھول وہی کھلے پہ جب زلف سیہ فام اپنے
بھر گئی آنکھون میں اپنے شب دیجور کیطرح

گرچہ ہے اک دو قدم راہ عدم ہستی سے
سب کا ہشش یہان تھی سفر دور کی طرح

جلوہ دیتا ہے نگاہون میں شب ہجر مجھے
نخل آہ شرر افشان شجر طور کی طرح

اختیار اپنا نہین اس بت کافر پہ ہوس
کف افسوس کہو سے ملتے ہین مجبور کی طرح

کس کے دیوانے کی گور غریبان آباد
اب نہ صحرا میں پھر رونق نہ گلستان آباد

سب مسافر ہین یہان میں نہین عالم کو ثبات
چارون کو رہیگا یہ منزل ویران آباد

ہوتی طاقت نہین گر سلسلہ جنبانی کی
رکھتے ہم نالۂ زنجیر سے زندان آباد

کعبہ دل کو تو ویران کیا اس بت نے
گر رہا مسکن ہو گبر و مسلمان آباد

آہ یکسر وہ ہوئے بادیہ پیمائے جنون
کبھی دیوانون سے تھا کوچہ جانان آباد

خوب دنیا میں ہوس دیکھ کے ویران اسکو
دم سے مجنون ہی کے تھا نجد کا میدان آباد

نہین ہوس وقت جوش مستی قد خمیدہ سے پکڑ کر
بتونکا بندہ رہیگا کب تک خدا خدا کر خدا خدا کر

جو چاہتا ہے کہ آشنا ہو ترا وہ ناآشنائے عالم
کبھی نہ بان واپ وہانکو نہ حرف مطلب سے آشنا کر

کہان کی نیند آگئی الٰہی مسافران رہ عدم کو
کچھ لیے سوکے کہ پھر نہ جنبش تھکے ہم اٹھو جگا جگا کر

سعادت دو جہان ہو حاصل جو بار پائے حضور شبیر
بیابان در تک تو ہم بھی پہنچ گئے ہین خدا خدا کر

کہان سلیمان کہان سکندر کہان ہے جم اور کہان ہے دارا
یہ سب سے خاک کے تلے تلے نگار دنیا بنا بنا کر

بہار ابر و ہوا میں ساقی اندہیری راتونکا خوف کیا ہے
چراغ داغ جگر سے پیدا ہے روغن خمانہ فضا کر

ہے منہ پہ بیدار ابرون سے زردری ہوس اگر نیند آ چلی ہے
تصور اس کے دیس سو رہا اب بغلکے تکیہ گلے لگا کر

تنہا نہین اجل کا سر انجام دوش پر
خنجر ہے دست یار پہ صمصام دوش پر

طفلی کو یاد کرلے جنازہ کو دیکھ لے
آغاز بھی ہے دوش پہ انجام دوش پر

یک قطرہ مے کا گرنے نہ دون مثل شیشہ رانہ
ہاتھون سے سر پہ سر کے بلاون تمام دوش پر

کیا صاف تن ہے عکس در گوش سے عیان
تاشے عیان ہیں صبح سے تا شام دوش پر

طفلی میں تو گویا اپنی ہوس خوابگاہ تھی
صدر بہشت سینہ تھا آرام دوش پر

گرے اگر میری آہ آتشین کی برق گلشن پر
کریں کار شرر شبنم کے قطرے گل کے دامن پر

خبر آشفتگی میں دل جلوں کی کون لیتا ہے
پھرا کس روز دست شانہ زلف دود گلخن پر

ہمارے شہر میں ہے عام راہ و رسم خودداری
نہو یہاں جذب مقناطیس تک انداز آہن پر

زمین مزرع الفت ہمارستان آتش ہے
یہاں پروانہ کرتا ہے شرر کا کام خرمن پر

خندہ زن ہے برق میرے نالۂ شبگیر پر
گریہ آتا ہے مجھے اس آہ بے تاثیر پر

دیدنی ہے حسن اس بت کا کہ کیا کیا صنعتیں
خرچ کیں ہیں صانع قدرت نے اس تصویر پر

جب ہوئی تھی قالب خاکی سے آدم کی بنا
تھی خرابی خندہ زن اس قصر کی تعمیر پر

سحر ہے کیا تیرے کوچہ میں کہ جو آیا یہاں
ڈھیر ہو کر رہ گیا اس خاک دامنگیر پر

خشمگیں غیر و نہ ہو مارا ہوس کو آپ نے
واہ کیا غصہ لگا لا ایک بے تقصیر پر

لگاتے ہیں حنا دامان غیر بے وسواس ناخن پر
گرون کیونکر نہ میں مونہہ کے بل یاس ناخن پر

وہاں رنگ حنا سے ہے یہ آب و تاب ناخن پر
مجھے گرما کر ہیں برگ گل شاداب ناخن پر

بیاض چشم پر کیا ٹھہرے اشک بیقرار اپنا
ٹھہرتا ہے کہیں بھی قطرۂ سیماب ناخن پر

نہ ہاتھ آئی حنا جس جا وہاں مشاطہ نے انکی
جمائی صبح سے برگ گل سیراب ناخن پر

جنون میں لاکھ عقدے عشق کے حل ہو گئے اس سے
کھلا جاک گریباں تھا میرے جب تاب ناخن پر

ہوس تار نفس سے کیوں نہ آواز حزین نکلے
میرا نالہ رکھتے ہے رات دن مضراب ناخن پر

کیونکر نہ زمین لیپ کرے شیون بہار
باد خزان نے لوٹ لیا مسکن بہار

از بسکہ اس میں ہیں گل زخم جگر نہان
سینہ مرا بھی عشق کا ہے مدفن بہار

کوتل جو اسپہ موج نسیم سحر کا ہے
جاتا ہے مثل آب روان توسن بہار

سیراب ان جو ہیں چمن حسن میں تری
ایسی کہاں ہے تازگی گلشن بہار

رنگ کفک سے کیوں ترے رو کش ہوئی تھی وہ
خون بہار ہے بسر و گردن بہار

خطرہ ہے نت ہوس کو ترے برق حسن کا
جس نے جلا کے خاک کیا خرمن بہار

آیا تھا کون جلوہ کنان شب کو بام پر — تو نہ قمر نثار تھا طرزِ خرام پر
میں کیا کہوں تغافلِ صیاد کے سبب — کیا کیا ستم ہوئے ہیں اسیرانِ دام پر
رخسارِ یار آنکھوں میں ہوتے ہیں جلوہ گر — کرتا ہوں جب نگاہ میں ماہِ تمام پر
مشتاقِ وصلِ سیم تنان ہوں جو لے ہوس — ہنستا ہے ایک جہان میرے سودائے خام پر
ایک دیوانہ یہ کرتا تھا بیانِ زنجیر — ہم بھی کچھ خوب سمجھتے ہیں فغانِ زنجیر
بجا میں اب نہیں گو شور و فغانِ زنجیر — جا بجا خاک پہ باقی ہے نشانِ زنجیر
ناتوانی ہے مری لاکھ سلاسل سے زیاد — کہ رگیں جسم پہ بیٹھی ہیں بسانِ زنجیر
غل وہ زنداں میں نہیں اچھی ہوئی ہے شاید — مرگِ مجنون سبب خوابِ گرانِ زنجیر
ہوں ہوس وادیٔ وحشت کا میں اونگ نشین — کون ہے میرے سوا مرتبہ دانِ زنجیر
گل کو ہنستے دیکھ صورتِ بلبل گلزار پر — ضبط کی مہرِ خاموشی لبِ اظہار پر
یاد آتا ہے کہ ڈر سے باغبان کے ہم غریب — جھانکتے تھے ہاتھ رکھکر اس کی دیوار پر
کیا عجب گر اب بھی ہو وہاں لالہ خود رو کا جوش — بہہ چکی ہیں موجِ خون ایک وقت میں کہسار پر
مجکو ناجی کر دیا ہے شکر احسانِ جنون — رہ گئی یادداشتِ عصیان عاقل ہشیار پر
کیوں نہ ہو یکساں اپنا اپنا رنگ و بو بھی اے ہوس — خندہ گل بے محل ہے نرگسِ بیمار پر
تربت پہ مرے یار نے رکھا قدمِ ناز — جب جل چکے ہم جی سے ہوا تب کرمِ ناز
باہر نہ نکالا در سے جب اس نے قدمِ ناز — مشتاقوں نے کیا کیا نہ اٹھائے ستمِ ناز
خالِ سرِ ابرو کو ترے دیکھ کے دانا — کہتی ہیں یہ ہے نقطہ نوکِ قلمِ ناز
[illegible] خاک سے ہر پھول بھی اُگتا ہے گلابی — مدفون ہے جہاں کشتۂ تیغِ ستمِ ناز
یہاں شوخیٔ نظارہ لہو پیتی ہے میرا — وہاں ہے نگہ شرم مقیمِ حرمِ ناز
ہر گام خرام اسکے میں کیوں کر ہو پامال — ہر پلک ٹھوکر پہ نکلتا ہے دمِ ناز
[illegible] صورت سے انہیں کام نہیں ہے — ہیں وہ جو پرستندۂ بیت الصنمِ ناز
[illegible] کو یاں کے ہوس کہتے ہیں جو لوگ — مرجاتے ہیں کھاتے نہیں جھوٹی قسمِ ناز
ہے داغ میرے ہوش ربا کے پرِ طاؤس — کیا بھائے مجھے حسن و صفائے پرِ طاؤس

نیرنگیِ الفت کے سبب آہ ضعیفان ... لے ہاتھ میں چلتی ہے عصائے پر طاؤس
یاد آتا ہے اُس ڈانک کی لشوارہ کا عالم ... دیکھے سے دم رقص ادائے پر طاؤس
مانا ہے جو ہر اشک میرا بوقلمون سے ... ہے کلک مژہ چہرہ کشائے پر طاؤس
کینے کو ہوس چہرۂ عشاق سے دلکش ... کی صانع قدرت نے بنائے پر طاؤس

مجلس آرائی کرے جب وہ رخ گلرنگ و شمع ... تھر میں جلنے میں برابر عاشق بے ننگ و شمع
موم کافوری سے کچھ انکی صباحت کم نہیں ... ایک سانچے میں ڈھلے ہیں ساعد خوش رنگ و شمع
سامنے اس شعلہ رخسار آتشناک کے ... ایک سا مجھکو نظر آیا گداز سنگ و شمع
کارفرمائی پر آئے گر مزاج حسن و عشق ... ہووے سرگرم دو یدن ساق پالنگ و شمع
سرکشی یہاں جسنے کی اسکے تئیں لٹکا دیا ... مت سمجھ بیجا ہوس تو نسبت اورنگ و شمع

پنہاں ہے مرا زخم جگر زیر چمن داغ ... طاؤس نمط مجھکو ملا پیرہن داغ
یہ جم کے وہ بیٹھا ہے کہ اٹھتا نہیں ہرگز ... گویا دل پر درد ہوا ہے وطن داغ
جوں شمع خاموش جلا چکیے ہی چپکے ... لائے نہ زبان پر کبھی ہمتو سخن داغ
جو لالہ نکلتا ہے سو وہ داغ بدل ہے ... پنہاں ہے تہ خاک مگر انجمن داغ
ترلسکہ ہوس آتش فرقت نے جلایا ... کچھ ہم کو ہوئے پر نہ ملا جز کفن داغ

جانا تو اگر ہو صبا اُس آفت جانکی طرف ... کہیو خدا کے واسطے آ میرے زندانکی طرف
دامن جو میرے خاک سے اس مست کا چھوٹا ... پھر پھر کے چشم قہر سے دیکھے لکھا دامانکی طرف

ہر ساعت و ہر لحظہ فزون ہے الم عشق ... ہم سے تو اٹھائے نہیں جاتے ستم عشق
بتنگ ہے غبار تن فرسودہ عاشق ... پھرتا ہے بگولا سا بگرد حرم عشق
تصویر سے تصویر چلی آتی ہے بہتر ... کچھ خامہ مانی سے نہیں کم قلم عشق
کعبہ میں ہوس میں کے ذرا ڈھونڈھو تو انکو ... کس راہ گئے زائر بیت الصنم عشق

پہنچا جو اشک فرط دلان آستین تلک ... جانے نہ دیا ضعف نے اس کو زمین تلک
کرنے لگے گا رنگ کفک سے برابری ... پہنچا یہ خون گر اُس کے کف نازنین تلک
ہم بسمل خدنگ تغافل ہے مدام ... پہنچے کبھی نہ اُس نگہ شرمگیں تلک

تیشہ سے بیستون میں جو فرہاد مرگیا — آواز نوحہ تھی فلک ہفتمین تلک
شیرین جو اس کو دیکھنے شبدیز پر گئی — وہان موج خون بلند تھی دامان زین تلک
ہم بھی مزے بہار کے لوٹین گے اے ہوس — جیتے رہے جو فصل گل یاسمین تلک

ترپ اٹھی ہے مرغ قفس سے مثل کہون کس سے عزیزو میں حالت دل
غم ہجر میں مجھسے جدا ہوے سب یہ طپش نے چھوڑی رفاقت دل
غم عشق سے ہم ہین ملول و حزین کبھی چین ہمیں تو ملا ہی نہیں
وہ ہیں کون الٰہی کہ جن کے تئیں ملی عشق بتان میں فراغت دل
کہان اس کی خرابی ہیں کس سے ہوس اسی دو کھا گئی سبھی ناکس و کس
مجھے سوچ ہے اتنی ہی بات کا بس کہ جنون نے بھی کی نہ حمایت دل

ہو جو نہیں گرد پریشان پس محمل — آتا ہے کوئی بے سر و سامان پس محمل
از بس کشش عشق سے آگاہ تھی لیلے — تھی دیکھتی وہ فتنۂ دوران پس محمل
کس سوختہ کی خاک سے اٹھا ہے بگولا — اک شعلہ جوالہ ہے پیچان پس محمل
فکر قدم ناقہ ہوا قیس کو پیدا — دیکھا جو ہین صحرا کے مغیلان پس محمل
اے ناقہ کش آنی بھی نہ تو تیز روی کی — مجنون زخود رفتہ ہے نالان پس محمل
شاید میں اسے دیکھون ہوس بالب خندان — جاتا ہون اس امید پہ گریان پس محمل

ہری کبھی تھی لیلی سوختہ جان نہیں کھاتی اوب سے خدا کی قسم
غم قیس ہوا مجھے غم نہیں کچھ اسی کشتۂ ناز و ادا کی قسم
کبھی کہتا تھا قیس غزالون سے جا کہو ناقہ یہان سے کدہر کو گیا
کبھی کہتا تھا تو ہی بتا اے صبا تجھے لیلی کی زلف دوتا کی قسم
ترے کشتۂ غم کا ہے حال برا یہی کہیو جو جانا ہو تیرا ادہر
تجھے قاصد موج نسیم سحر میری ہجر کی شب کی بکا کی قسم
نہ تو آئی ہوس مجھے پھولون کی بو کبھی بٹھا نہ جا کے میں یہ لب جو
میری تنگی دل تو گئی نہ کبھو مجھے باغ جہان کے فضا کی قسم

یا بہ ان عدم کا شغل ہے کیا ظاہر میں تو کوئی کام نہیں ــــــ اندیشہ قوت صبح نہیں تشویش چراغ شام نہیں
دل ننگ ہے مشق ضبط آہ و زاری اندنون   طائر بے آشیان ہے ہر بیقراری اندنون
کیون خزان ایک پنکھڑی بھی گلکے ہاتھ آتی نہین   سر پٹکتی ہے کہان باد بہاری اندنون
ہے سلیمان کو میرے جوش جوانی کا غرور   مرکب باد صبا پہ ہے سواری اندنون
ناز پرور دچمن تھے اب اسیر دام ہیں   کچھ تو لے صیاد کر خاطر ہماری اندنون
ابتلک نہ ہوئیں مچا چکتیں مری رسوائیان   ضعف اگر کرتا نہ میری پردہ داری اندنون
لوٹتا ہے آپ وہ اب حسن کی اپنی بہار   مائل آئینہ ہے چشم خماری اندنون
نہ ضبط کا دعوی تھا آخر ہجر میں چلا اٹھے ــــــ اے ہوس کیا ہو گئی خویشتنداری تمہاری اندنون
کیا کہیں ہم روبرو اس بت کے جا سکتے نہیں   دیکھیں ہم کیونکر اُسے آنکھیں ملا سکتے نہیں
یا خفا ہوتے تھے ہم تو منتیں کرتے تھے آپ ــــــ یا خفا ہین ہم سے وہ اور ہم منا سکتے نہین
دل کا ہر حال میں رہتا تھا بہت پاس ہمین ــــــ سو گیا ہاتھ سے اب کچھ نہیں وسواس ہمین
اس پری وش نے تجھے ہی بنا ہی کیا کرون   سر کدھر ٹکون کدھر جاؤن الہی کیا کرون
وصل کا دن ہے ولے آنکھونکے میری سامنے   ہے کھڑی شب ہائے ہجران کی سیاہی کیا کرون
تختہ تختہ ہو گیا طوفان میں آ کر جہاز   تم سے اے یارو بیان اپنی تباہی کیا کرون
ہے لوحہ دشمن پہ محضر دیکھکر خون کا مرے   سوچتا ہے اس پہ میں اپنی گواہی کیا کرون
ٹکڑے ٹکڑے دل ہوا جاتا ہے پہلو میں ہوس ــــــ ذبح کرتی ہے بتان کی کم نگاہی کیا کرون
ہے جنالان ہم صفیران چمن کی یاد مین ــــــ اک مزا ہے عندلیب زار کی فریاد مین
ہر لحظہ چشم منتظران ہے رواق مین   دکھلا دے منہ کو بیٹھے ہین سب اشتیاق مین
مجنون سے کوئی کہدے کہ سنوا تو پردہ پر ہے   لیلی غریب روتی ہے تیرے فراق مین
سب سے جدا ہے لہجہ ہمارا تو اے ہوس ــــــ زنہار یہ زبان نہیں روم و عراق مین
جنکی خاطر اپنے تئیں ہم آپ میں آتے نہین   آہ آ کر وہ کبھی چھاتی سے لگ جاتے نہین
دیکھنے سے جس کے سیری ہی کبھو ہوتی نہین   برسون اب وہ ہم کو صورت اپنی دکھلاتے نہین
ہم نے ٹک دیکھا تو آنکھیں نیچی کرلیں شرم سے   دیکھیو اسطرف پھر کبھو کہ شرماتے نہین

لگی ہے دور از خود ننگی اُن سے ہیں — مدتیں گزریں کہ اب ہم آپ میں آتے ہیں
اُسکے جاتے ہی ہوا ہے مضطرب کیسا ہوس ——— ہجر بھی ہوتا ہے لیکن اتنا گھبراتے ہیں

ہماری نذر کو جو خامہ تحریر لائے ہیں — لب خاموش گویا بر سر تقریر لائے ہیں
اڑ گئے ہی ورق چہرے کا لیلیٰ کو غش آیا ہے — مصور اس کنے مجنوں کی جب تصویر لائے ہیں
سوا غم کے نہ کچھ دیکھا بجز حسرت نہ کچھ پایا — عدم سے ساتھ اپنے ہم عجب تقدیر لائے ہیں
ہمیں پرستش سے بتا کیا کام ہیں ہم لوگ دیوانے — صف محشر میں ہمکو یار بے تقصیر لائے ہیں
مجھے کر قتل جب فتراک سے باندھا تو یہ بولے — ہم اس صحرائے الفت سے عجب نخچیر لائے ہیں
ہوس احسان جلادونکا ہے یہ میری گردن پر ——— کہ میرے قتل کو اُس شوخ کی شمشیر لائے ہیں

خواہ وہ قید کہیں خواہ وہ آزاد کریں — ہم کو طاقت نہ رہی اتنی کہ فریاد کریں
گل سے کہہ جا کے اسیروں کی طرف سے یہ صبا — قید سے چھوٹیں تو پھر ہم چمن آباد کریں
مجھکو ڈر ہے کہ کہیں باد صبا کے جھونکے — اس چمن سے نہ میری خاک کو برباد کریں
نام لینے سے ترے ہم کو حیا آتی ہے — روبرو کس کے ترا شکوہ بیداد کریں
جن ذبیحوں کو ہوس پاس ہو قاتل کا بھلا ——— کس طرح نالہ تہ خنجر فولاد کریں

تو جو پڑا پھرتا ہے آج کہیں کل کہیں — اے دل خانہ خراب تجھکو بھی ہے کل کہیں
چاہ بھی کیا چیز ہے سوجھتا پھر کچھ نہیں — گر وہ ہوا اک ذرا آنکھوں سے اوجھل کہیں
دل نے تو حیران کیا روز کہے ہے یہی — رات کٹی اوٹھ میاں صبح ہوئی چل کہیں
جاتا ہوں جب اس کے پاس کہتا ہے وہ اے ہوس ——— آگے تو میرے نہ آ سامنے سے ٹل کہیں

جب اُس سے درد دل کرتا ہوں میں اظہار باتوں میں — لگا لیتے ہیں بس اُس کو وہیں اغیار باتوں میں
ارے او بے خبر ہیں یاد وہ دن بھی کہ جب دونوں — گزر جاتی تھی ساری شب پس دیوار باتوں میں
سر بازار اکثر گالیاں دیتا ہے وہ مجھکو — زباں اس شوخ کی ہے کسقدر طرار باتوں میں
ہوس مت ذکر کر تو میرے آگے اسکی ابرو کا ——— کہ چل جاتی ہے یہاں اکثر یونہی تلوار باتوں میں

جی میں آتا ہے کہ احوال اسیران دیکھوں — چھپ کے جاؤں طرف سوئے زندان دیکھوں
یہ بھی قدرت ہے خدا کی کہ انہیں سب اوپر میں — لب افسوس کو اپنے تہ دندان دیکھوں

بیکسی رے چلی ہے گور غریبان کی طرف
کہ ذرا جا کے میں تنہائی یاران دیکھون

ہدف تیر مژہ کرکے مجھے کہتا ہے
کس نے مارے ہین ترے سینہ پہ پیکان دیکھون

سایۂ گل کو کبھی بو نہ کیا ہو جس نے
کیا غضب ہے میں اُسے عدم ہستان دیکھون

سوزش دل کسے کہتے ہین ہوس کیا شے ہے ـــــ
ہاتھ رکھکر مین ترا سینۂ سوزان دیکھون

چمن سے کون گذرا نشہ کی بے اختیاری مین
نسیم صبح کس کو ڈھونڈھتی پھرتی ہے کیاری مین

کسی کا دل نہ رنجیدہ ہو افریاد سے اپنے
عجب لذت اُٹھائی ہم نے چپکے چپکے آہ و زاری مین

تقاضائے ناقہ چلاتا ہے مجنون وہ نہین سنتی
ہے مست خواب راحت صاحب محمل سواری مین

خدا کے واسطے صاحب ذرا تم بام پر آؤ
سرِ رہ کوئی کھڑا ہے دید کی امیدواری مین

سرشک سرخ ہین لعل بدخشان سے ہوس بہتر ـــــ
مقابل اُس کے کیا سلک گہر ہو آبداری مین

کہہ باد صبا جا کے اسیرون سے قفس میں
بھولے ہین ہم آتے ہی صیاد کے بس میں

ظاہر نہیں ہوتا در و دیوار چمن سے ـــــ
سر مارتی ہے باد صبا کس کی ہوس میں

جنگلون میں جستجوئے قیس صحرائی کرون
کب تلک ڈھونڈھون کہان تک بادیہ پیمائی کرون

گر ہوئی مانع نہو وان سجدہ کرنے کا مجھے
آستان یار پر برسون جبین سائی کرون

بزم ہستی میں نہین جز بیکسی اپنا رفیق
کس کی خاطر دوستو میں محفل آرائی کرون

غارت دل کا جو کرتا ہے ارادہ ترک چشم
غمزہ کہتا ہے میں تاراج شکیبائی کرون

آشنا کوئی نظر آتا نہین اب اے ہوس ـــــ
کس کو میں اپنا انیس کنج تنہائی کرون

وہ انکھڑیان جو نشے کے اُتار میں آئین
جماہیان اُسے لاکھون خمار میں آئین

جنون میں میری بھی اشکون کی شست و شو سے ہوس ـــــ
صفائیان گہر آبدار میں آئین

بہتر عدم میں یہان سے ہے کیا حال کاروان
جو کاروان جاتے ہین دنبال کاروان

محمل نشین ناز کو مطلق خبر نہین
کس کس کی خاک ہوتی ہے پامال کاروان

لاکھون ملے ہیں خاک میں ہوتا ہے منکشف
ہر سطر موج ریگ سے احوال کاروان

گھر مین یہ اضطراب عشاق کا ہے حال
گذرے ہے جون سفر مین مہ و سال کاروان

یاران رفتہ سے تو ہے غافل نہین ہوس ـــــ
آنکھون میں تیرے پھرتی ہین اشکال کاروان

بلبل کی زبان پہ ہے یہ افسانہ چمن میں
کیا باد خزاں کر گئی ویرانہ چمن میں

اے باد صبا ہو گئی بلبل کو ندامت
لیجا نہ تو خاکستر پروانہ چمن میں

پابوس کیا سلسلہ موج صبا نے
آشفتہ جو آیا ترا دیوانہ چمن میں

اس شرم سے جاتا نہیں وہ سیر کو گل کی
دیکھے نہ مجھے سبزۂ بیگانہ چمن میں

کچھ ایسی جنون خیز ہے یہ باد بہاری
دیوانہ بنے جائے جو فرزانہ چمن میں

لیلےٰ نے انیسوں سے کہا ہم نے سنا ہے
تھی کل عجب مجلس رندانہ چمن میں

کیا جانے مرا قیس حزیں تھا کہ ہوس تھا ـــــ
کرتا تھا کوئی نعرۂ مستانہ چمن میں

بھرے گلشن سے مینے پھول کب میں جیب و داماں میں
یہاں تو عمر بھر جھگڑا رہا دست و گریباں میں

چبھے ہے خار سنجد آنکھوں سے مجنوں اس توقع پہ ـــــ
کہ شاید ناقۂ لیلیٰ ہی آئے اس بیاباں میں

گو چپ ہوں میں جوں بلبل تصویر قفس میں
ہے حسرت صد نالۂ گلوگیر قفس میں

بلبل کو ترنم نے گرفتار کیا ہے
ہر تار نفس ہے اسے زنجیر قفس میں

حیرت نے یہ گھیرا ہے کہ اب مرغ چمن کے
وا ہو نہیں سکتے لب تقریر قفس میں

بے سیر چمن اے ہوس بال فشانی
ہے ہر پر بلبل لیے شمشیر قفس میں

صیاد کو دے رحم خدا اب یہ دعا کر ـــــ
بلبل کو ہوس لائی ہے تقدیر چمن میں

رنگ گل شگفتہ ہوں آب رخ چمن ہوں میں
شمع حرم چراغ دیر قشقۂ برہمن ہوں میں

کثرت جور یار سے سب ہیں یہ میری تیرہ تن
سوز و ملال و یاس و درد و رنج و غم و محن ہوں میں

میں ہوں نسیم نوبہار میں ہوں شمیم زلف یار
گو کہ نظر سے ہوں نہاں داغ انجمن ہوں میں

سرو نشیں اور ہیں شاخ نشیں گل ادھر ہیں
قمری آشیاں خراب بلبل بے وطن ہوں میں

خندہ زناں ہیں مجھ پہ گو بے خرداں روزگار ـــــ
اہل خرد ہیں اے ہوس رونق انجمن ہوں میں

آیا نہ آجتلک وہ سوار دلا شام دن
قاصد کے انتظار میں گزرا تمام دن

• عالم فریب خوردۂ حسن کلام ہے
دعوے کے تیرے کیوں نہ کہیں خاص و عام دن

اے آفتاب بادی کوئے نگار ہو
آئے بھلا کبھی تو جائے بھی کام دن

واہ جو پردۂ رخ محمل نشیں ہو حسن
مغرب کو پھر نہ مہر کی کھینچے زمام دن

میکشاں خوش ہو کر دگر گرا کہہ عصیاں ما میں — بوئے گل ہے حصن بہر حفظ رنداں باغ میں
کون میکش آج گذرا تھا خراماں باغ میں — پھول آتے ہیں نظر پامال داماں باغ میں
یاد حق صحبت دیرینہ کر کے لے نسیم — گل سے کہیو شرح احوال اسیراں باغ میں
ابھی پہونچیں پڑا تھا عکس رخ کس کا ہوس — ہر شجر پر تھا غیرت سرو چراغاں باغ میں
راحت ملک عدم یاد نہیں یاروں کو — عالم آزادی کا بھولا ہے گرفتاروں کو
وہ جو ہیں دیکھنے والے ترے اے مایۂ ناز — سرزنش کرتے ہیں یوسف کے خریداروں کو
غضب ہے وہ بت خونخوار دیکھئے کیا ہو — نئے نکالے ہیں اطوار دیکھئے کیا ہو
گہے ہے عفو کی امید گاہ قتل کا بیم — کھڑے ہیں تیرے گنہگار دیکھئے کیا ہو
نہ آشنا ہیں موافق نہ دوست ہیں غمخوار — فلک ہے درپے آزار دیکھئے کیا ہو
متاع حسن ہے اس گل کی اندنوں میں ہوس — چمن چمن ہیں خریدار دیکھئے کیا ہو
[illegible] شب مرا دل آسودہ مجھے حاصل ہو — اک چاند بغل میں ہو اک چاند مقابل ہو
بیٹھے بٹھلائے ناحق لگتا ہے روگ جی کو — یارب کبھو کسی سے الفت نہو کسی کو
صحرا میں ناقہ بیٹھا جاتا ہے بیکسانہ — شاید سنا ہے اس نے مجنون کی بیکسی کو
دوری سے رو دئیے کیا ہم یاران رفتگاں کی — اک دن سفر جہاں سے درپیش ہے سبھی کو
جب شال سرخ اوڑھی اس نے ہوس میں اسدم — دیکھا شفق میں پنہاں خورشید خاوری کو
صحرا میں جنون کے مجھے نخچیر بناؤ — دل کو میرے اس کا ہدف [illegible]
چوری تو عیاں ہو گئی لکنت سے زباں کی — جھوٹی نہ مرے سامنے نقل [illegible]
اے منعمو کیا قصر و محل کرتے ہو تم طرح — ٹوٹے ہوئے دل کی کوئی تعمیر [illegible]
ہوتا ہے ہوس وہ ہی جو ہے خواہش تقدیر — یوں سیکڑوں [illegible] تدبیر [illegible]
عاشق کا ذرا چاک گریباں تو دیکھو — آتا ہے عجب رخ سے چلا شاں تو [illegible]
ہر چند کہ کب دیکھتے ہو نامہ کو میرے — پر تم کو قسم ہے کسی عنوان تو دیکھو
دیکھو نہ پریشانی میری آئینہ لیکر — آشفتگی زلف پریشان تو دیکھو
دیدار کی خواہش میں کھلی رہ گئیں آنکھیں — جان باختہ عشق کا ارمان تو دیکھو

عاشق تو تمھارا ہے ہوس پر ہنر بد بیں ـــــ اک مرتبہ بات اسکی ذرا مان تو دیکھو
نت وطن میں تو رکھا بے سر و سامان مجھکو   اب دکھاتا ہے فلک شام غریبان مجھکو
میں چراغ سر رہ ہوں نہیں صرصر درکار   قتل کرنے کو ہے بس جنبش دامان مجھکو
ہجر میں اشکوں کی دولت نظر آیا ہے ہوس ـــــ خوشتر از سلک گہر تار گریبان مجھکو
نت جی ہی جی میں عشق کے صدمے اٹھائیو   شکوے کی بات منہ پہ ہوس تم نہ لائیو
شوق ان دنوں ہوا ہے اسے داستان کا   یارو کوئی میری بھی کہانی سنائیو
پہنچے جو میری خاک تو اُس در پہ اے صبا   مشت غبار خستہ دلاں مت اٹھائیو
مجھ کو یقین ہے حشر میں ڈھونڈونگا میں تجھے   ظالم وہاں تو مجھسے نہ کترا چھپائیو
اسمیں زیان ہے جان کا سنتا ہے اے ہوس ـــــ زنہار بار عشق نہ سر پر اٹھائیو
کیوں حال تڑپنے میں نہ بسمل کا بُرا ہو   خنجر ہی دم ذبح جو قاتل کا بُرا ہو
لیلیٰ کو ستانے لگی تاثیر محبت   اس رنج دہ صاحب محمل کا بُرا ہو
رہتا نہ وہ دل کو تو یہ سب رنج نہ ہوتے   کیا دل نے ستایا ہے ہمیں اس دل کا بُرا ہو
مجنوں نے کیا نجد میں جا اپنا نشیمن   افسانۂ رسوائی محفل کا بُرا ہو
خوباں کے ہوا خواہ ہیں سو دل سے ہوس ہم ـــــ یارب نہ کسی حور شمائل کا بُرا ہو
ہمنے کی طے رہ غم کس حشم و جاہ کے ساتھ   اشک خونیں کے پرے ہیں علم آہ کے ساتھ
تیرے بیمار کی شب مثل چراغ سحری   ہو گئی جان ہوا نالۂ جانکاہ کے ساتھ
ہے دم نزع مریض اپنے کو ظالم نہ پکار ـــــ لو لگی ہے ہوس زار کی اللہ کے ساتھ
برہمن نے ہاتھ میں دیکھا جو میرا لیکے ہاتھ   مرگ بتلائی کسی بدمست متوالے کے ہاتھ
اب ہوئی تیری ترقی مژدہ اے شور نشور   ضبط کو فریاد نے رکھا گرو نالے کے ہاتھ
عشق کی گرمی سے کیونکر جل نہ جاویں استخوان   آگیا اک مشت خس آتش کے پرکالے کے ہاتھ
دیکھنا بھی ہو گیا خواب و خیال اب اے ہوس ـــــ روز شب پھرتے تھے انکا ہاتھ میں یا لیکے ہاتھ
ہے گل سے لالۂ خنداں سے دور رہ   لیکن نہ اے نگہ رخ جاناں سے دور رہ
تجھکو جلن کے نہ ہو جائے راکھ تو   اے آگ میرے سینۂ سوزاں سے دور رہ

جبرئیل گر طواف کو آوے تو وہ سگ ہے
میرے شہید ناوک مژگاں سے دور رہ

ہے لطف جانکنی کا شب انتظار میں
اے گردِ خواب دامنِ مژگاں سے دور رہ

میں تو اسیر دام بلا ہو چکا ہوس
بہر خدا تو کاکل پیچاں سے دور رہ

تھا جو حیران میں یہ حیرت کدہ مانی دیکھ
رہ گیا آئینہ حیران میری حیرانی دیکھ

تو جو گذرا درِ زندان سے تو کس حسرت سے
رہ گیا دور سے تجھکو ترا زندانی دیکھ

چہچہے اپنے پہ مغرور ہے کیا مرغ چمن
اک ذرا مرغ قفس کی بھی غزلخوانی دیکھ

خوبرو تجھکو بنایا ہے خدا نے اے بت
اپنی تصویر پہ صنع قلم مانی دیکھ

بیوفا سے مرے رکھتا ہے یہ امید وفا
اے ہوس دل کے ذرا تو میری نادانی دیکھ

جو آئی یاد مجھکو اپنی پھر بے اختیار آئی
ہوا دیوانہ میں جب غل بہار آئی بہار آئی

ہوا تھا مرگ سے غافل میں کس دن جوش وحشت میں
صبا کیوں لیکے میرے سامنے مشت غبار آئی

دکھلائے رنج پیری کے اجل تیرے تغافل نے
تجھے آنا تھا پہلے آہ تو انجام کار آئی

بجائے توسنِ عمر رواں کے تیز کرنے کو
شمیم زلف دوش بدوش صرصر پہ سوار آئی

نہ پایا وقت اے زاہد کوئی مینے عبادت کا
شب ہجران ہوئی آخر تو صبح انتظار آئی

نہ کچھ خطرہ خزاں کا ہے نہ احسان بہار اسیر
عدم سے اپنی شاخ آرزو بے برگ و بار آئی

ہماری دیکھو غفلت نہ سمجھے وائے نادانی
ہیں دو دن کے بہلانے کو عمر بے مدار آئی

جو ننگ عشق ہیں وہ بوالہوس فریاد کرتے ہیں
لب زخم ہوس سے کب صدا اے زینہار آئی

گو بر سر ترحم وہ تندخو نہ کہوے
شہرہ وفا ہو لب پر شکوہ کبھو نہ آوے

گردش سے اُس نگہ کی ہیں مست اہل عرفان
کہو کہ لیکے ساقی جام و سبو نہ آوے

ہر سبزہ کی زبان یہاں مصروف العطش ہے
افسوس ابر رحمت گر آج تو نہ آوے

اللہ رے بدمزاجی کرتا ہے عاشقوں سے
وہ گفتگو کہ جس میں الفت کی بو نہ آوے

دکھلاؤں گر ہوس میں رنگ سخن چمن میں
بلبل کو میرے آگے پھر گفتگو نہ آوے

نہ پایا کھوج برسوں تعشق بائے تو نگاں ڈھونڈے
نہ ممکن تھا جن کا انہیں کوئی کہاں ڈھونڈے

تلاش اس طرح بزم عیش میں ہے بے نشانوں کی
کوئی کپڑے میں جیسے زخم سوزن کا نشاں ڈھونڈے

ہم اُس کے ذکر ہی سے خوش کیا کرتے ہیں دل اپنا — سہانا جیسے تنگی کا عزیز ہم جان ڈھونڈتے ہے
کہ ہر کوزہ کا کرجاتا رہا عہد شباب اپنا — نہ پایا اُس مسافر کو ہزاروں کارواں پہنچے
اٹھانا ہو سکا آدم سے جب بار امانت کا — کہاں سے پھر کوئی اس کے لئے بار گران پہنچے
زرد سا سینہ میں جوانی ہے ہوش افزا گریہ نے — نہ آہ نا توان آنے کو نہ تب شب دہان ڈھونڈتے
دل میں ایک اضطراب باقی ہے — یہ نشان شباب باقی ہے
اس کی رحمت سے نا امید نہ ہو — ابھی روز حساب باقی ہے
ایک دم کیلئے نہ گھبراؤ — نفس چند خواب باقی ہے
دل کو ہر دم ہوش بقول حضور — پھر وہی اضطراب باقی ہے
ہوئے آج بوڑھے جوانی میں کیا تھے — جب اُٹھتے تھے زانو سے ہاتھ آشنا تھے
جہان کی تو ہر چیز میں ایک مزا تھا — نہ سمجھے کہ کس شے کے ہم مبتلا تھے
نہ خاطر سے خلوت نہ راحت الفت — ہم اک بزم میں تھے پہ سب سے جدا تھے
نہ تھا اسیرے جنگل میں آزاد کوئی — بگولے بھی پابند زلف ہوا تھے
مزار عزیزان تاسف کی جا ہے — وہ سوتے ہیں پھرتے جو کل جا بجا تھے
بنا کر بگاڑا ہمیں کیوں جہان میں — یہ سب حرف کیا سہو کلک قضا تھے
کئے آخری نالے دو چار میں نے — وہی نالے بانگ شکست درا تھے
خدا جانے دنیا میں کس کو تھی راحت — ہوش ہم تو جینے سے اپنے خفا تھے
چھٹ کے ہم شب گلرخون سے انجمن میں رہ گئے — نکہت گل کی طرح پنہان چمن میں رہ گئے
ترک چشم یار نے لی تیغ ابرو دوش پر — ہوئے گیسو کے پیچھے بانکپن میں رہ گئے
کام آخر شمع کا بھی جلد کر اے سوز عشق — راکھ ہو کر لاکھ پروانے لگن میں رہ گئے
خوبی قسمت ہے چھوٹے تب قفس سے ہم اسیر — چند گل پژمردہ باقی جب چمن میں رہ گئے
شام غربت خندہ زن ہے تیرہ بختی پر ہوش — ہم مسافر آکے گردون وطن میں رہ گئے
مر گیا غصہ میں حاجت بھی نہ تلوار کی تھی — کیا میری موت بھی مرضی میں مرے یار کی تھی
یاد ایام توانائی و آغاز جنون — وہ بھی کیا دن تھے کہ طاقت مجھے رفتار کی تھی

گر نہ تھا دل کے تڑپنے کے مزے سے آگاہ ——— روز خواہش اُسے کیوں تازہ گرفتاری کی تھی
کبھی زلف دن کو جو کھول دی تو نمونہ ہے شب تار کی ——— جو نقاب منھ کو اُلٹ دیا تو سحر ہوئی فصل بہار کی
گل و لالہ و نسترن جدا ہے کچھ وہ جو بو ہے گیسوئے یار میں ——— نہ مہک عنبر و عود میں نہ لپٹ ہے مشک تتار کی
کسے حال زار دکھاؤ میں کسے ڈھونڈھ کہاں جاؤں میں ——— وہ غریب ہیں کہ خبر نہیں جسے اپنے یار و دیار کی
مرا قتل مد نظر جو ہے نہیں دشمنی کا سبب ہوس ——— اُنہیں حسرت آنکھوں کی دیکھنی کبھی کشتہ نیم شکار کی

نہ شجاعت آتی ہے کام یاں نہ رہائی ہے زر و سیم سے
میری موت مجھکو چھڑاتی ہے مرے دوستاں قدیم سے
وہ جو آنکھیں نیند کی ماتی ہیں کوئی سوتے کو وہ جگاتی ہیں
گل نیم وا کو سکھاتی ہیں کہ تو شکوہ کیجو نسیم سے
شب غم سے کون بچائیگا جو دن انتظار کا آئے گا
کوئی مرگ جھٹ نہ چھڑائے گا مجھے اس بلائے عظیم سے

تو بہ سے کام جلے ہیں داغ ہم دل پر لیے ——— سامنے آئینہ نہ ہو تنہا ہاتھ میں ساغر لیے

رنج و الم و درد تھے تقدیر میں میری ——— سیماب شگفتہ ہوا اکسیر میں میری
ہے ماحصل کشت جہان درد و غم و رنج ——— یہ مرگ تو لو تیسے جا گئی میں یہ [illegible]
سنتا ہوں نہ کانوں سے کچھ منہ سے ہو نکلتا ——— خالی ہے جگہ محفل تصویر [illegible]
چڑھ جائے اگر ہاتھ ہوس شیشہ گردوں ——— پریاں سبھی ہو جاتی ہیں تسخیر [illegible]
کب تک تری شوخی سے شوخی کو حجاب آئے ——— لے فتنہ بیداری تو سوئے تو جو [illegible]
گلشن میں بہکتا وہ گر مست شراب آئے ——— لغزش کو تو لغزش ہو مستی [illegible]
لکھتے ہو عبث یار داب حال بدا اس کو ——— یہاں کام ہی آخر ہے جب تک [illegible]
مجھ سا کوئی میکش آجائے لب دریا پہ ——— ساغر میں حباب ہونگے بو [illegible]
ان صومعہ والوں کو خودداری کا دعوی ہے ——— مسجد کیطرف یارب وہ مست [illegible]
گر تابش خور سے وہ چہرہ عرق افشان ہو ——— کرنے کیلئے سایہ اُس گل پہ سحاب [illegible]
اُس گل کا تصور ہے اور گوشہ تنہائی ——— اغلب کہ [illegible] تجھکو [illegible]

زاہد کا دل نہ خاطر میخوار توڑیئے — سو بار توبہ کیجئے سو بار توڑیئے
ہو حکم باغبان تو پنے بلبل اسیر — پژمردہ پھول باغ سے دو چار توڑیئے
تصویر یار جی میں ہے لیجا کے مصر میں — یوسف کا مول کچھ سر بازار توڑیئے
آزادی میں بھی یہاں تو اسیری ہے رحم کے ہاتھ — زندان کی کس امید پہ دیوار توڑیئے
اسرار عشق مرنے تلک منکشف نہو — مہر سکوت منہ سے نہ زنہار توڑیئے
میں نیم جان رہا تو نزاکت کا تھا قصور — جھنجھلا کے آپ اپنی نہ تلوار توڑیئے
سر رشتہ عشق کا ہے جدا سب لے ہوس — تسبیح پھینک دیجئے زنار توڑیئے
عالم کی زبان اوپر گو قصہ مجنون ہے — افسانہ رسوائی اپنا بھی تو موزون ہے
ہر چین بھی دامن کی سر رشتہ مضمون ہے — ہر بند قبا اُس کا ایک مصرعہ موزون ہے
بال اس لئے ہین سر پہ آشفتہ و ژولیدہ — محزون کی سیہ بختی گرد سر مجنون ہے
آشوب دو عالم ہے رونا ترے عاشق کا — ہر قطرہ میں دریا ہے ہر اشک میں جیحون ہے
لے جلد خبر پیارے ان روزون ہوس تیرا — مفتون و جگر خستہ دل دادہ و محزون ہے
نیند بھر کوئی نہ سویا مرے زندان میں کبھی — صلح اکدم نہوئی دست و گریبان میں بھی
حسن و فرہاد نہین ہائے میں کس سے پوچھون — نیند آتی ہے کسی کو شب ہجران میں کبھی
عیان باقی ہے اب بھی کوئی تنکا کہ نہین — آشیان ہمنے بنایا تھا گلستان میں کبھی
چشمہ اصلاح ہے بعد اپنے زبان دانون سے — غلطی نکلے ہوس گر مرے دیوان میں کبھی
روتے ہیں رات ہجر کی ساری گذر گئی — گذری بری یہ یونہین ہماری گذر گئی
جس راہ سے گذر مرے دلدار کا ہوا — سمجھا میں یہ نسیم بہاری گذر گئی
چشمک زنی سے غیر کی یہان یہ ستم ہوا — گویا کہ اپنے دل سے کٹاری گذر گئی
لیلیٰ نے عیش و ناز میں گو عمر کی بسر — مجنون کی بھی بذلت و خواری گذر گئی
تنہا جو پر غبار ہے یہ دشت دل ہوس — یہان سے مگر کسی کی سواری گذر گئی
تھے پہ لگا صندل وہ بار یہین نکلے — ہم کھینچ وہین قشقہ زنار یہین نکلے
تیری شورش اے فصل جنون تجھ سے — دیوانون کی زنجیرین ہت یار یہین نکلے

عاشق کے تئیں اپنے سج اپنی دکھانے کو — ململ کا انگرکھا وہ سو بار پہن نکلے
مرعوب جنون پائی پوشاک نہ جب کوئی — ہم جامۂ عریانی ناچار پہن نکلے
کیونکر نہ ہوش جاوے صد قتیٰ فلک نیلی —— نیلم ہی کا سب گہنا جب یار پہن نکلے

کیا دن تھے جب چھپ چھپ کر تم پاس ہمارے آتے تھے
کانپتے تھے بدنامی کے ڈر سے آنسو پی پی جاتے تھے
ہائے جوانی کیا موسم تھا اب وہ دن یاد آتے ہیں
روٹھتے تھے ہم ہر دم ان سے اور وہ آکے مناتے تھے
ہائے غضب ہے مجھ وحشی کو اسی موسم میں قید کیا
سن جب شور فصل بہار اس مرغ قفس گھبراتے تھے
ذکر کیا میں آپ کا کس سے کس کے آگے نام لیا
دشمن تھے وہ لوگ جو میرے آپ کے تئیں بہکاتے تھے
ہائے وہ پہلے چاہ کا عالم کس سے میں اظہار کروں
میں تو حجاب سے آپ مخجل تھا وہ مجھ سے شرماتے تھے
اس سے ہوش ملنا مشکل تھا پر وہ ہم سے دور نہ تھے
ان کے تصور ہی سے ہر دم اپنا جی بہلاتے تھے

ہوئے عازم ملک عدم جو ہوش تو خوشی یہ ہوئی تھی کہ غم سے چھٹے
یہ فراغ الم سے نہ وہاں بھی ملا وہاں غم یہ ہوا کہ وہ ہم سے چھٹے
کبھی دیر میں تھے کسی بت پہ فدا کبھی کعبہ میں کرتے جا کے دعا
ترے کوچے میں بیٹھے تو خوب ہوا کہ کشاکش دیر و حرم سے چھٹے
یہی کہتی تھی لیلی پردہ نشیں کہ فراق کی اب مجھے تاب نہیں
ملول اس سے میں تا مرا قیس حزیں غم ہجر کے درد و الم سے چھٹے
میں ہوا ابھی جو بسمل تیغ جفا نہ لے بات ہے دل میں ابھی یہ وفا
کہ یقین ہے ہو مرا جائے حنا جو لگے تو نہ پائے صنم سے چھٹے

نہ ہو بستہ یہیں کمند و رسن بس ہے بھاگتا ہی رہ یہ دشت ختن
تیری چشم ہوا سپہ جو سایہ فگن کبھی پاے غزال رم سے چھٹے

نہ کیوں سب کی ہو صحبت سیاہ سے ہم کہ وہ معدن شفقت لطف و کرم
کرے نالۂ شوق جو ہم کو رقم تو سیاہی نہ نوک قلم سے چھٹے

مجھے رہ میں ملے تھے وہ باندھے کمر چلے جاتے تھے باغ کو وقت سحر
نہیں لاتا پکڑ مجھے کس کا تھا ڈر یہ فریب کے قول و قسم سے چھٹے

ہوے خوف سے گوشہ گزیں گھس گیا سینہ پلنگ فلک کا جل بس
شب ہجر میں یار و بغیر ہوس مرے نالے جو شیر اجم سے چھٹے

تم جو غافل رہے الفت کے گرفتاروں سے
سر پٹک مر گئے زندان کے دیواروں سے

زینت پاے جنوں اس نے زیادہ کیا ہو
آبلے سب گہر سفتہ بنے خاروں سے

منزل ملک عدم ضعف نے طے ہونے نہ دی
قافلے چل بسے ہم پیچھے رہے یاروں سے

خوش قدان مردوں کو ٹھوکر سے جلاتے ہیں
حشر برپا ہے انہیں لوگوں کی رفتاروں سے

داغ دل سوز جگر کاوش غم درد فراق
بیشتر مرتے ہیں عاشق انہیں آزاروں سے

مشعل آتش دل گرچہ نہیں تو بھی ہوس
داغ سینے کے چمکتے ہیں فزوں تاروں سے

کیا کیا نہ رنج ہم پہ تیرے بن گزر گئے
اب جلد آ کہیں کہ بہت دن گزر گئے

کسریٰ کے طاق پر یہ لکھا تھا کہ اب نہ در
اس منزل خراب کے ساکن گزر گئے

تھے موسم شباب میں وحشت کے ولولے
اب کیا مزا جنوں کا کہ دن گزر گئے

دیکھیں جو تیرے چشم کی سحر آفرینیاں
لاکھوں ہی اپنی جان سے کاہن گزر گئے

رخصت کے وقت ہم نے ہوس آہ تو نہ کی
صدمے ہماری جان پہ لیکن گزر گئے

دامن میں کہا بھر کر لوں لخت جگر ہم نے
یہ باغ محبت کے پائے ہیں ثمر ہم نے

یاران گزشتہ سے ملتے ہیں کوئی دم کو
اب دوش پہ باندھا ہے اسباب سفر ہم نے

صیاد گیا لے جب گلشن میں قفس اپنا
ستاروں [illegible] کی حسرت سے نظر ہم نے

منظور نہیں ہم کو معشوق کی رسوائی
رو رو کے [illegible] [illegible]

سمجھانے سے یاروں کے سمجھے نہ ہوس ہم تو ——— الفت میں کیا آخر جی کا ہی ضرر ہمنے
کیا فقط قید میں گلشن کا سماں بھول گئے ہم تو جوں بلبل تصویر فغاں بھول گئے
عہد گل میں جو ترے حسن نے دکھلائی بہار گل فروشوں کی خریدار دوکاں بھول گئے
آخر کار ملا صاف یہی قاصد کو جواب طاق پر رکھکے مرے خط کو بتاں بھول گئے
سرکشی کرتے ہیں اتنی جو نہالان چمن کیا مگر آفت تاراج خزاں بھول گئے
درد دل کہنے گئے اس سے جو ہم بات ہوس ——— سیکڑوں حرف خوشامد کے میاں بھول گئے
گر اسکی تیغ ابرو سے ہمارا کام ہو جاوے تڑپ دل کی مٹے جھگڑا چکے آرام ہو جاوے
نہال قد کو اس کے گر نزاکت سے بھی لغزش ہو نسیم نوبہاری مورد الزام ہو جاوے
قفس سے چھوٹنے کی ہے خوشی پر ساتھ یہ ڈر ہے ہماری ناتوانی پھر نہ ہم کو دام ہو جاوے
سنے گر نغمہ سنجی مجھ گرفتار محبت کی قفس پر عندلیب زار بے آرام ہو جاوے
سیہ طالع جو مجھسا میہمان شاہ خاور ہو تو اسکی طالعونکی صبح روشن شام ہو جاوے
نہ کچھ بیقراری میری قاصد اس سے تو ظاہر میں ڈرتا ہوں نہ ترک نامہ و پیغام ہو جاوے
نسیم صبح مت جا خوابگہ میں اسکی کہتا ہوں کہیں ایسا نہو تو مفت میں بدنام ہو جاوے
ہوس جو کچھ تو سمجھا ہے وہی سچ ہے قیامت ہے ——— خیال پختہ مغزاں جنوں گر خام ہو جاوے
سخن بلاکشاں کا جس میں بیاں نہووے ہرگز پسند اپنے وہ داستاں نہووے
سویا ہے صبح ہوتے وہ مست خواب راحت گلشن میں عندلیبو شور و فغاں نہووے
میں نغمہ سنج گذروں گر راہ سے چمن کی تا حشر کوئی بلبل رطب اللساں نہووے
دل کی جگہ بدن سے ایک دوشا عیاں ہے پہلو میں دل کی جاگہ اخگر نہاں نہووے
میں تو ہوس فقط مشتاق روے جاناں ——— گر عقل ہو تو مجھ سے وہ بدگماں نہووے
آشیاں تو ہو چکا برباد تیرے ہاتھ سے اب کہاں جا کر بنیں صیاد تیرے ہاتھ سے
فصل گل آئی قریب اور ہم اسیر دام ہیں دیکھئے کب ہوں رہا صیاد تیرے ہاتھ سے
تجھ سوا پیارے ہوس کا کون ہے فریاد رس ——— کس سے یہ جا کر کرے فریاد تیرے ہاتھ سے
ہے ہوا ایسی ہی واں کی عجب اسکا کیا ہے تیرے کوچے میں اگر ستاہے صیاد مجھے

جس گھڑی ہاتھ میں ساقی نے لیا جام شراب — کیا ہی میخانہ میں میخوار سے میخوار الجھے
تیری تصویر جو گل ہاتھ میں تھی مانی کے — مشتری اس سے ہزاروں سر بازار الجھے
جب ہوا سے کبھی تا طرہ طرار الجھے — اس کی شوخی سے بہلا کیونہ دل اپنے الجھے
باغ کے جانے کو وہ کیوں نہ آزادی ہے ہوس — شجر تاک سے جب مست کی دستار الجھے
شمع سے فانوس کے جوں نور پیراہن میں ہے — داغ دل سے یہاں چراغ طور پیراہن میں ہے
واں ملا جاتا ہے عطر فتنہ ہر شب وقت خواب — اور یہاں آب دم سا طور پیراہن میں ہے
دیکھ تو اے عاشق لیلی کہ تیرے واسطے — صرف تو کی نرگس مجنون پیراہن میں ہے
کیا کہوں حسن بدن کا اس کے میں یا فروغ — صاف تو یہ ہے کہ شمع طور پیراہن میں ہے
اس کو بھی لکھ کر سنا دے ہاں کلک ہوس — اور جو تجھکو غزل منظور پیراہن میں ہے
یوں نہاں اپنا تن رنجور پیراہن میں ہے — بوئے گل غنچہ کی جوں مستور پیراہن میں ہے
ملے کپڑوں میں بسا لے اس کے اے یعقوب تو — بوئے یوسف گر تجھے منظور پیراہن میں ہے
صبح کے مانند ہے چاک گریبان سے عیاں فقط — کب صباحت حسن کی مستور پیراہن میں ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان مخمور لکھنوی شاگرد مصحفی

پوچھئے کیا ہو عدم میں سر کیا ہاتھ لگا
کمر یار کا مضمون نیا ہاتھ لگا

دست رنگیں وہ دکھاتا ہے میں جب کشتہ ہوں
قتل کرنے سے مرے آپ کے کیا ہاتھ لگا

بیوفائی کا ترے تجھ سے عوض لیوین گے
کوئی معشوق اگر اہل وفا ہاتھ لگا

کہنا بیہوشی میں ساقی کا مجھے آتا ہے یاد
خم مے ڈھلکے ہے مخمور ذرا ہاتھ لگا

صورت کا ترے انسان دیکھا نہ تھا سو دیکھا
نور خدا نمایاں دیکھا نہ تھا سو دیکھا

سینہ کو سوزش عشق نے مجمر بنا دیا
داغ دل حزیں کو سمندر بنا دیا

ساقی جو لایا شیشۂ مے فرط شوق سے
میں اپنے دونوں ہاتھوں کو ساغر بنا دیا

ترسیم جائے تا نہ عروس خیال یار
گلہائے داغ سے اسے زیور بنا دیا

ادھر رشک مہ کے آنچل دوپٹہ کے عکس نے
اک آسمان تازہ زمیں پر بنا دیا

یاد آئی بادہ نوشی جو مخمور باغ میں
ساقی نے برگ تاک کا ساغر بنا دیا

شگفتگی پہ گل کے عندلیب زار آیا
بے ہوش باش کہ پھر موسم بہار آیا

جب آنکھوں میں ترے نشہ کا خمار آیا
کنار بحر عجب ابر لہلہا [illegible] آیا

یہ بیقراری ہوئی شب کہ کوئے جاناں میں
ہزار بار گیا میں ہزار بار آیا

بے ہوش باش کہ مخمور ترے بالیں پر
شیشہ لئے ہوئے ساقی [illegible]

سامنے سے ناقہ لیلے جو آکر رہ گیا
بید کے مانند مجنوں تھرتھرا کر رہ گیا

واں تو وہ عربدہ جو تلوار آزما کر رہ گیا
یاں لہو کیا کیا رگوں میں جوش کھا کر رہ گیا

شمع کے شعلہ کا جب گلگیر نے بوسہ لیا
کیا ہی پروانہ لگن میں تلملا کر رہ گیا

ناتوانی کا بہت احسان ہے نہ تڑپا یار مجھے
ایک ہی تلوار قاتل کی میں کھا کر رہ گیا

وہ لب میگوں جو یاد آئے مجھے مخمور رات
میں لب ساغر سے لب اپنا لگا کر رہ گیا

خون سے خنجر دھلوا [illegible] کیا
مجھ پر نہ وار [illegible] یار کی تلوار [illegible]

محشر بپا ہے خواب میں فتنوں کے بے خلل
اے سرو تند غضب تیری رفتار نے کیا

آنکھوں سے دل میں آیا خیال اوس کی چشم کا
نقل مکان یہ مردم بیمار نے کیا

مجھکو بھی ساتھ اپنے ڈبویا ہزار حیف
اچھا سلوک دیدۂ خونبار نے کیا

آیا دو چند مجھکو نظر حسن روئے یار
عینک کا کام روزن دیوار نے کیا

گلزار نقش سم سے کہلا میری خاک پہ
کار نسیم یار کے رہوار نے کیا

مخمور باہر آ نہ سکا میکدے سے میں
احسان یہ مجھپہ نشۂ سرشار نے کیا

یوسف کا مول بھی نہ خریدار نے کیا
سودا اوس کو تیری گرمی بازار نے کیا

تن سے جدا سر ابروئے خمدار نے کیا
کیا ہاتھ صاف یار کی تلوار نے کیا

ٹہرا جو اپنے کوچہ میں اکدم وہ رشک حور
طوبے کا کام سایۂ دیوار نے کیا

ضائع گیا نہ کوہ پہ فرہاد کا لہو
گلگون لباس لالۂ کہسار نے کیا

قلقل صدائے قم ہوئی مخمور مستوں کو
کار مسیح ساقی میخوار نے کیا

حال اوس پر نہ کہلا کچھ میری بیماری کا
منحصر جسپہ مدار اتھا مجھ آزاری کا

سوجہتا ہی نہیں کچھ تیرے تصور سے مجھے
ایک ساعالم ہے بیہوشی و ہشیاری کا

بادہ نوشوں کی نہ کس طرح بن آئے مخمور
ابتو اس شہر میں قدغن نہیں میخواری کا

یار بن بہاتی نہیں دل کو نوائے عندلیب
تیری گذر سے ہے بیٹے صدائے عندلیب

کس گل کی یہ بو ایسی تھی اے باد صبا مست
یوں آتی ہے گلشن میں جو اکبار ہوا مست

حوروں نے پلائے مے کوثر کے پیالے
میں گلشن جنت میں بھی دنرات رہا مست

یہ بادۂ غفلت سے چہکے تھے وہ تہ خاک
سو بار پہنکا صور پہ کوئی نہ اُٹھا مست

...شوں سے الگ کرتے ہیں انگور کے دانے
کیا قہر ہے یاں مست سے رہتا ہے جدا مست

بیوجہ نہیں کچھ میرا مخمور تخلص
پی تھی جو مے عشق ازل ہی سے ہیں مست

...ا ہو کل وہ عزیز پہ تلوار کہینچکر
اک آہ رہ گیا میں دل افگار کہینچکر

ہے تو اپنے قتل میں کوشش بہت سی کی
آیا وہی نہ خنجر خونخوار کہینچکر

ظالم خبر بھی تو نے نہ لی اور مرگیا
کیا کیا اذیتیں ترا بیمار کہینچکر

ڈر ورحشت ابھی ڈر سے لگا کانپنے وہین
اس بد دماغ نے کبھی سونگھا نہ گو صبا
جاتا نہ تھا وہ لگئے مخمور کو بزور

کیا لطف ہو گر بہم ہو معشوق و فصل و زر
ہے ربط مجھے یار سے مثل گل و بلبل
منہ دور سے ہے تیرے موحد ہوے ہر یار
ہے حلقۂ گیسو میں تیرے یون دل روشن
نرگس کا یہ عالم ہے تری آنکھونکے آگے
دیتی ہین مجھے لطف کرنجی تیری آنکھین
جون مصحفی مخمور ہے اللہ کی قدرت

چمن مین کھینچے ہے بلبل کا تیرے ساز کی آواز
آنکھون سے نارنگی ہے نہ کانون سے تو کہ
توڑا تو تہاران مین قفس کو یہ یہ ڈر ہے
نہ حور کو اللہ نے دی اور نہ پری کو
جاتا نہ مست پہلو سے وہ صبح شب وصل
اس درجہ نقاہت ہے کہ لب تک نہین آتی
جیون تار کھنچی جاتی ہے قالب سے مرے جان
ہے ساقی مرے بزم طرب میں مجھے مخمور
اے فلک ہے کیا بساط و مایہ تجھ [illegible]
کوے جانان میں لیجا کے تو مرجاؤ [illegible]
کیونکہ اون مخمور بوسہ شاید کلمہ [illegible]
کیونکر میں کرون نالہ و فریاد فراموش
اس نازکے صدقے کہ میرا دل مجھے دے کر

باندھے جو اوس نے دست گنہگار کھینچکر
عطر گلاب لگئی سو بار کھینچکر
پھر مست سوئے خانۂ خمار کھینچکر

اور موسم گرما میں مکان ہوے ہوادار
وہ میرا ہوا خواہ ہے میں اوسکا ہوادار
قدرت تری معمور ہے اے داور دادار
ہو جیسے شمع میں کوئی آئینہ جلادار
جس طرح چمکیں پٹنے میں ہیرا نیا عیادار
پیروندون سے کیا طرفہ نگینے ہیں جلادار
علاج کے مرد [illegible] ہیں کہاوار

گلبانگ [illegible] نہیں وہ نازکی آواز
اس طرح کی چہچہے [illegible]
صیاد [illegible]
اس نازکی آواز [illegible]
[illegible] اون میں [illegible]
کچھ شب سے تیرے عاشق [illegible]
اللہ [illegible] نوش آوازگی [illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

مخمور مجھے بادۂ سرجوش سے چھکایا — [illegible] ساقی کی امداد فراموش

اس کے لب کے لبلاتے ہے جو یوں مستانہ شمع — [illegible] کو [illegible] لب پیمانہ شمع

بزم میں اوس آتشیں رو نے اٹھایا جب نقاب — [illegible] دیکھے تھا [illegible] پروانہ شمع

[illegible] شہرت وہ تیرے حسن عالم سوز کی — [illegible] پروانہ ہے [illegible] پروانہ شمع

ہیں وہ [illegible] مخمور [illegible] — [illegible] خانہ شمع

دل [illegible] ہے [illegible] ان میں لگی آگ — [illegible] خونیں [illegible] ان میں لگی آگ

[illegible] جگر پارۂ آتش [illegible] — [illegible] لگی آگ

سینہ [illegible] حکم نہ تھا نالہ کشی کو — [illegible] قفس [illegible] ان میں لگی آگ

ان کے جو داغوں کو گریبان میں چھپایا — جو [illegible] شمع [illegible] میں لگی آگ

[illegible] جو [illegible] قبر [illegible] پس [illegible] — اک شور مچا گور غریبان میں لگی آگ

[illegible] قطرے سے [illegible] نکلے ہے [illegible] — [illegible] تعجب ہے [illegible] ان میں لگی آگ

[illegible] کا جو مضمون لکھا تھا — [illegible] ایک [illegible] ان میں لگی آگ

[illegible] روش [illegible] نہیں معلوم — [illegible] ہوں طرز فغان نہیں معلوم

[illegible] میں گم [illegible] مدت سے — [illegible] پائے عدم رفتگان نہیں معلوم

مدت سے نہ باغبان کہ پوچھوں میں — کدھر کو گل کا گیا کاروان نہیں معلوم

ہے شرم محبت نے ایسا پوشیدہ — کہ مجھکو بھی مرا راز نہان نہیں معلوم

[illegible] آسمان پہ آہ مری — [illegible] کہ ہے برق تپان نہیں معلوم

[illegible] عقل ہے حیران کہ کشتی گرداب — [illegible] کون کرے روان نہیں معلوم

[illegible] ایک کوچہ میں مخمور — [illegible] نہیں معلوم

[illegible] کا [illegible] تمام — [illegible] تھا تمام

[illegible] — [illegible] فام تھا تمام

[illegible] میں [illegible] کو — [illegible] کا خرام تھا تمام

[illegible] عارض کی یاد میں تیرے — [illegible] نہ شام تمام

جب تک ملے نہ ساقی میکش ـــــ نہ ہو مخمور دور جام تمام

سحر شمع شبستاں ہوں میں   شام پروانۂ سوزاں ہوں میں

تلف قافلۂ نالوں کا ہوں راہ نما   جادۂ راہ بیاباں ہوں میں

دیکھہ اے گل مرے داغوں کی بہار   اک تماشائے گلستاں ہوں میں

مے غذا ہے میری دیگا مخمور ـــــ بندۂ ساقی دوراں ہوں میں

یاروں سے میں گو جدا رہا ہوں   پر دل سے تو آشنا رہا ہوں

کیونکر کہوں پارسا رہا ہوں   میخانوں میں سالہا رہا ہوں

گلشن اک مدرسہ ہے میرا ـــــ بلبل کو سبق پڑھا رہا ہوں

فکر یاروں کو مرے جیب کے سلانے کی نہیں   اور یہ کیا ہے جو تاثیر زمانے کی نہیں

بجھہ گئی دل کی ہوس یارب اے جوشش بہار   آرزو دیکھہ ہیں اب دھوم مچانے کی نہیں

آتش عشق میں جو لوگ جلا کرتے ہیں ـــــ تار و نسخ اونہیں مخمور جلانے کی نہیں

مضموں بو بہت تجھے دل مضطر میں ہزاروں   خط باندھ دیئے بال کبوتر میں ہزاروں

ہے داغ دل خلق ترے ہاتھ سے ظالم   فریاد کناں ہوئینگے محشر میں ہزاروں

کیا پرسش شمشیر کا میں اوس کے کروں وصف   سر تن سے اتارے ہے وہ دم بھر میں ہزاروں

کس طرح ملے راحت و آرام خدایا   صدمے ہیں لکھے میرے مقدر میں ہزاروں

کیا سحر فسوں گر کو میرے یاد ہیں مخمور ـــــ مر جاتے ہیں بس ایک ہی منتر سے ہزاروں

عیش و عشرت کا سر انجام کسے کہتے ہیں   بالش و بستر آرام کسے کہتے ہیں

اک ذرا عارض رنگیں سے ہٹا دو زلفیں   ہم بھی دیکھیں شفق شام کسے کہتے ہیں

اپنے زانو پہ بھی سر رکھہ کے نہ ہم سوئے کبھی   زانوئے یار پہ آرام کسے کہتے ہیں

غیر کے ہاتھ جب مجھے بھیجے ہے وہ خط کا جواب   اور پھر موت کا پیغام کسے کہتے ہیں

ساغر ہیچ بھی ہم کو نہیں ملتا مخمور ـــــ مے عشرت کا بھرا جام کسے کہتے ہیں

آمد آمد ہے یہ کس گل کی صبا گلشن میں   ہے ہر اک برگ سے گلدستۂ دعا گلشن میں

ہے ہر اک شاخ پہ انگشت حنائی کا گماں   چھا گیا ہے یہ ترا رنگ حنا گلشن میں

غنچہ و گل نے کیا پیراہن صبر کو چاک
اوس نے جب کھولدیئے بند قبا گلشن مین

کون آویگا کہ آراستہ ہے صحن چمن
رقص کرتی ہوئی پھرتی ہے صبا گلشن مین

نشہ ہے تیز چلو سیر چمن کو مخمور
ابر ہے اور نظر آتی ہے فضا گلشن مین

وصل کی شب دیکھکر وہ پیارے پیارے ہاتھ پانون
کاٹ ڈالے تیغ حیرت نے ہمارے ہاتھ پانون

وصل کی شب دوڑکے لے بلائین یار کی
مجھکو کس منت سے کرتے ہین اشارے ہاتھ پانون

پانون تھک جاتے ہین تو ہاتھون کے بل چلتے ہین ہم
ہوگئے ہین راہ مین تیرے ہمارے ہاتھ پانون

آنگئے تیری بلائین لینے کو آنکھون سے وہ
کیا ہوا رکھتے نہین ہم گر سنبھالے ہاتھ پانون

درد سر مخمور کو ہے آتی ہین انگڑائیان
توڑے ہے ساقی خمار نشہ سارے ہاتھ پانون

وہ چشم فسون ساز لگالے گئی جی کو
سرمے کے لگانے کی ادا لے گئی جی کو

عیاری الفت سے مرا بس نچلا کچھ
پہلو سے مرے کرکے جدا لے گئی جی کو

کیا کہیے کہ وہ ہوکے میں سوئے گلشن فردوس
اک حور کے کوچہ کی فضا لے گئی جی کو

چشمک بھی غضب سحر نگہ تھی استاد
کافر تری ہر ایک ادا لے گئی جی کو

چشم اوس بدمست کی میخانہ ہے مخمور
اک ساغر سرشار پلا لے گئی جی کو

کیا لطف ہو کہ ساقی ہو مطرب ہو بادہ ہو
روکے نہ باغبان در گلشن کشادہ ہو

دل وقت نزع مجھسے یہ کہتا ہے شب فراق
ہمراہ مین بھی ہون جو عدم کا ارادہ ہو

اے کاش خون دل کی مری قدر وہ کرے
اوس مست ناز کو بھی کبھی شوق بادہ ہو

سینہ پھٹتا ہے جو روکون نالہ جانکاہ کو
آسمان جلتا ہے گر منہ سے نکالون آہ کو

حسن کی آتش سے ہے محفوظ خط عنبرین
طور کا شعلہ نہین ہرگز جلاتا کاہ کو

سچ بہت بچتے ہے حسینونکو بھی اہل ظلم سے
آسمان گردش ہی مین رکھتا ہے مہر و ماہ کو

وسعت مشرب کہین کم ظرف کے آوے نہ ہاتھ
رہبرہ دریا نہ حاصل ہوئے ہرگز چاہ کو

بادۂ وحدت ہمین بھی دیگا اے مخمور وہ
لڑے جسنے کیا لبریز جام ماہ کو

قتل ہونیکی خوشی ہے ایسی مجھ دلگیر کو
ہر دہان زخم دیتا ہے دعا شمشیر کو

آمد آمد ہے بہارانکی جنون کا جوش ہے
پہاندیئے دیوار گلشن توڑنے زنجیر کو

عالم حیرت میں بھی ہوں صحبت یاراں سے دور
دیکھتے ہیں باہر مرقع سے مری تصویر کو

میری قسمت میں نہیں محمور مینوشی سوا
خط ساغر جانتا ہوں میں خط تقدیر کو

جستجو اوس حور کی مجھ مبتلا کے ساتھ ہے
روح جنت کو گئی قالب ہوا کے ساتھ ہے

آرزوئے وصل جاناں مبتلا کے ساتھ ہے
نکہت پیراہن یوسف صبا کے ساتھ ہے

مال دنیا چھوڑ جائیں گے جہاں میں بادشاہ
قبر میں بھی فقر کی دولت گدا کے ساتھ ہے

ہے یہی وقت مدد اے ناخدائے بحر عشق
میری کشتی لطمۂ موج فنا کے ساتھ ہے

پاس ہے ہم بغل مثل نسیم و بوئے گل
میرا دامن بھی گریبان قبا کے ساتھ ہے

آرزو محمور دید چشم مست یار کی
گور تک مجھ کشتہ شرم و حیا کے ساتھ ہے

گریہ کے مضمون لب تقریر سے ٹپکے
سوا اشک سیہ خامۂ تحریر سے ٹپکے

ہم وحشیوں کے حال پہ بھلا کون ہو روتا
ہاں اشک کی دیدۂ زنجیر سے ٹپکے

کیا غرق ندامت ہوا قاتل کہ دم ذبح
دو قطرے لہو کے بھی نہ خنجر سے ٹپکے

انگور کے سایہ تلے میں مست رہا بیٹھا
شاید کوئی دانہ میری تقدیر سے ٹپکے

اوس چشم خماریں کا کروں وصف جو محمور
ریتی کی طرح مے میری تقریر سے ٹپکے

جو بنا کے مے لب پیالہ وہ بے نقاب پھرے
تو اوس کے دیکھنے کو دیدۂ حباب پھرے

سیاہی شب مرقد سے تنگ آئے ہیں
خدا کرے کہ ادھر روئے آفتاب پھرے

بہت مفارقت دوستاں سے تنگ ہے جی
عدم کا قافلہ یارب کہیں شتاب پھرے

ہے جس گلی میں تیرا گھر پئے نظارۂ حسن
پیالہ لے کے گدائی کا آفتاب پھرے

بنے نہ خاک سے سرگشتہ کے اگر محمور
نہ دور بزم میں یوں ساغر شراب پھرے

جب دست عزیز سے تیرے پا میں حنا لگی
اک آگ تھی کہ بس میرے سینہ سے آ لگی

آہ اوسے دیکھکر مجھے کہتی ہے بیکسی
اے نامراد کس کی تجھے بددعا لگی

آخر مریض غم نے تیرے دی تڑپ کے جان
تاثیر کی دعا نے نہ کوئی دوا لگی

بنتی ہے زلف آئینہ رہتا ہے ہاتھ میں
ہم کو بھی اس زمانہ کی بادِ ہوا لگی

محمور ہے دعا ہے مستوں کا دل خنک
مے کی صراحی برف میں رہو سے لگی

جان جاتی ہے شبِ ہجر نہ یار آتا ہے   نہ تو موت آتی ہے نہ دل کو قرار آتا ہے
کیا چلی جاتی ہے ناقہ کو بڑھائے لیلیٰ   پیچھے پیچھے ترے مجنوں کا غبار آتا ہے
حشر برپا ہے تڑپنے سے میرے مدفن میں   بن ترے چین کسے زیر مزار آتا ہے
اک ذرا غمزۂ سفاک کو روک اے ظالم   روز دو چار کو یہ جان سے مار آتا ہے
ہے ہوا سرد چلو سیرِ چمن کو مخمور —— گل نے مژدہ کہ ایام بہار آتا ہے

زمیں پر گر پڑی بجلی جو فرطِ بیقراری سے   گرا تھا تار زر یہ کس کے دامن کی کناری سے
پڑا جب سے چمن میں اس دلِ غمناک کا سایہ   کھلا غنچہ نہ کوئی جنبشِ بادِ بہاری سے
نہیں مجنوں نہ پیچھے رہ گیا ہو ضعف کے مارے —— جو لیلیٰ دیکھتی جاتی ہے پھر پھر کر عماری سے

آیا نہ خبر لینے جو صیاد ہماری   وہ بھی مگر اب بھول گیا یاد ہماری
یا گوشۂ عزلت ہے کبھی اٹھتے نہیں ہم   یا خاک پڑی ہوتی ہے برباد ہماری
اس ہستیِ موہوم پہ کیا ناز کریں ہم   ہے ایک کفِ خاک سے بنیاد ہماری
نکلے یہی قبر سے مخمور کی آواز —— لے جلد خبر لے ستم ایجاد ہماری

حلقوم پہ خنجر کی کب دھار نہیں چلتی   کس دن مری گردن پر تلوار نہیں چلتی
کیا چھپ کے کوئی جائے کوچے میں ترے شبکو   یہ راہ تو دن کو بھی اے یار نہیں چلتی
تا خاک مری اوڑ کر کوچے میں ترے جائے   کمبخت ہوا ایسی اکبار نہیں چلتی
کیا نزع کے دم کہیئے اوس سے کہ زباں اپنی   زنہار نہیں چلتی زنہار نہیں چلتی
کچھ کم نظر آتا ہے مخمور نشہ تیرا —— کیا کیجئے گلابی اب میخوار نہیں چلتی

ان روزوں اس کے رہتی ہے زنجیرِ در کھلی   شاید رہِ وشد آمدِ بادِ سحر کھلی
دیکھا کہ پاس یار نہیں دم نکل گیا   سوتے سے آنکھ اپنی جو وقتِ سحر کھلی
اک بت کے غم میں مر گئے ہم بل بے ربطِ عشق   یہ بات آجتک نہ کسی شخص پر کھلی
باندھے فلک نہ کیونکہ کمر بند کہکشاں   زیبندہ پیر کے نہیں لگتی کمر کھلی
ہمکو تو گریہ کرتے ہی گذری شبِ فراق   مخمور رمئے یار پہ کب چشم تر کھلی

غم ہو تو امید رکھ خوشی کی —— رونا بھی دلیل ہے ہنسی کی

عالم حیرت میں بھی ہوں صحبت یاران دور
دیکھتے ہیں باہر مرقع سے مری تصویر کو

میری قسمت میں نہیں مخمور مینوشی سوا
خط ساغر جانتا ہوں میں خط تقدیر کو

جستجو اوس حور کی مجھ مبتلا کے ساتھ ہے
روح جنت کو گئی قالب ہوا کے ساتھ ہے

آرزوئے وصل جاناں مبتلا کے ساتھ ہے
نکہت پیراہن یوسف صبا کے ساتھ ہے

مال دنیا چھوڑ جائیں گے جہان میں بادشاہ
قبر میں بھی فقر کی دولت گدا کے ساتھ ہے

ہے یہی وقت مدد اے ناخدائے بحر عشق
میری کشتی لطمۂ موج فنا کے ساتھ ہے

پاس سے ہلتا ہوں ہم بغل مثل نسیم و بوئے گل
میرا دامن بھی گریبان قبا کے ساتھ ہے

آرزو مخمور دید چشم مست یار کی
گور تک مجھ کشتہ شرم و حیا کے ساتھ ہے

گریے کے مضمون لب تقریر سے ٹپکے
سوا اشک سیہ خامۂ تحریر سے ٹپکے

ہم وحشیوں کے حال پہ کھا کون ہو روتا
ہاں اشک کی دیدۂ زنجیر سے ٹپکے

کیا غرق ندامت ہوا قاتل کہ دم ذبح
دو قطرے لہو کے بھی نہ خنجر سے ٹپکے

انگور کے سایہ تلے میں مست رہا بیٹھ
شاید کوئی دانہ میری تقدیر سے ٹپکے

اوس چشم خمارین کا کروں وصف جو مخمور
ریتی کی طرح مے میری تقریر سے ٹپکے

جو ہنس کے مے لب یا وہ بے نقاب پھرے
تو اوس کے دیکھنے کو دیدۂ حباب پھرے

سیاہی شب مرقد سے تنگ آئے ہیں
خدا کرے کہ اودھر روئے آفتاب پھرے

بہت مفارقت دوستان سے تنگ ہے جی
عدم کا قافلہ یارب کہیں شتاب پھرے

ہے جس گلی میں تیرا گھر پئے نظارۂ حسن
پیالہ لے کے گدائی کا آفتاب پھرے

بنے نہ خاک سے سرگشتوں کے اگر مخمور
نہ دور بزم میں یوں ساغر شراب پھرے

جب دست غیر سے تیرے پا میں حنا لگی
اک آگ تھی کہ بس میرے سینہ سے آلگی

آوارہ دیکھکر مجھے کہتی ہے بیکسی
اے نامراد کس کی تجھے بد دعا لگی

آخر مریض غم نے تیرے دی تڑپ کے جان
تاثیر کی دعا نے نہ کوئی دوا لگی

بنتی ہے زلف آئینہ رہتا ہے ہاتھ میں
ہم کو بھی اس زمانہ کی بارے ہوا لگی

مخمور ہے دعا یہ ہے مستون کا دل خنک
مے کی صراحی برف میں رہے سدا لگی

جان جاتی ہے شب ہجر نہ یار آتا ہے
نہ تو موت آتی ہے نہ دل کو قرار آتا ہے

کیا چلی جاتی ہے ناقہ کو بڑھائے لیلیٰ
پیچھے پیچھے ترے مجنوں کا غبار آتا ہے

حشر برپا ہے تڑپنے سے مرے مدفن میں
بن ترے چین کسے زیر مزار آتا ہے

اک ذرا غمزۂ سفاک کو روک اے ظالم
روز دو چار کو یہ جان سے مار آتا ہے

ہے ہوا سرد چلو سیر چمن کو مخمور
گل نے مژدہ کہ ایام بہار آتا ہے

زمیں پر گر پڑی بجلی جو فرط بیقراری سے
گرا تھا تار زر یہ کس نے دامن کی کناری سے

پڑا جب سے چمن میں اس دل غمناک کا سایہ
کھلا غنچہ نہ کوئی جنبش باد بہاری سے

کہیں مجنوں نہ پیچھے رہ گیا ہو ضعف کے مارے
جو لیلیٰ دیکھتی جاتی ہے پھر پھر کر عماری سے

آیا نہ خبر لینے جو صیاد ہماری
وہ بھی مگر اب بھول گیا یاد ہماری

یا گوشۂ عزلت ہے کبھی اٹھتے نہیں ہم
یا خاک پڑی ہوتی ہے برباد ہماری

اس ہستی موہوم پہ کیا ناز کریں ہم
ہے ایک کف خاک سے بنیاد ہماری

نکلے یہی قبر سے مخمور کی آواز
لے جلد خبر اے ستم ایجاد ہماری

حلقوم پہ خنجر کی کب دھار نہیں چلتی
کس دن مری گردن پہ تلوار نہیں چلتی

کیا چھپ کے کوئی جائے کوچہ میں ترے شب کو
یہ راہ تو دن کو بھی اے یار نہیں چلتی

تا خاک مری اڑ کر کوچہ میں ترے جائے
کمبخت ہوا ایسی اکبار نہیں چلتی

کیا نزع کے دم کہیے اوس سے کہ زباں اپنی
زنہار نہیں چلتی زنہار نہیں چلتی

چلہم نظر آتا ہے مخمور نشہ تیرا
کیا کیے گلابی اب میخوار نہیں چلتی

ان روزن اس کے رہتی ہے زنجیر در کھلی
شاید رہ شد آمد باد سحر کھلی

دیکھا کہ پاس یار نہیں دم نکل گیا
سوتے سے آنکھ اپنی جو وقت سحر کھلی

اک مدت کے غم میں مر گئے ہم پر یہ راز عشق
یہ بات آجتک نہ کسی شخص پر کھلی

باندھے فلک نہ کیونکہ کمر بند کہکشاں
زیبندہ پیر کے نہیں رکھنی کمر کھلی

ہم کو تو گریہ کرتے ہی گزری شب فراق
مخمور روئے یار پہ کب چشم تر کھلی

غم ہو تو امید رکھ خوشی کی
رونا بھی دلیل ہے ہنسی کی

اوڑ جائے ہوا پہ جون سلیمان　　تصویر جو کھینچیے اوس پری کی
ہر ایک نفس کی آمد وشد　　دیتی ہے خبر رو اروی کی
بار دنیا اوٹھا یا جس پر　　جرات تو دیکھو آدمی کی
نقروں میں ہے فن شعر مخمور ـــــ آنکھیں دیکھی ہین مصحفی کی
چاہیے اتنا ہو استغنا گدا کے واسطے　　ہاتھ بھی اپنے نہ پھیلائے دعا کے واسطے
خاکساری پیشہ کر گر چاہیے روشن دلی　　آئینہ پر خاک ملتے ہین صفا کے واسطے
اے دل بیمار جیتے جی نہ لے احسان غیر　　نالہ جانکاہ کافی ہے عصا کے واسطے
ہو مبارک تجھکو جاہ و سلطنت اے شاہ حسن　　فقر کافی ہے فقیر بینوا کے واسطے
میں لقاے مخمور بہتیرا کرون انکار سے ـــــ وہ بت بدمست آیا ہے خدا کے واسطے
جان مری مثل ہوا اکدن ہوا ہو جائیگی　　جون حباب بحر یہ ہستی فنا ہو جائیگی
یا رب ویرانہ گلشن کی فضا ہو جائیگی　　موج گل میرے لئے دام بلا ہو جائیگی
گر یہی ہے یار کے رنگ طلائی کی دمک　　ہے یقین زنار زنجیر طلا ہو جائیگی
گر خیال عارض گل رنگ میں مر جاؤنگا　　مجھکو قبر تنگ باغ دلکشا ہو جائیگی
قید خانہ ہوگا میخانہ فراق یار میں　　موج مے میرے لئے زنجیر پا ہو جائیگی
بادہ نوشی کی نہ دے مخمور کو تکلیف آج ـــــ تیری آنکھوں ہی سے سیری ساقیا ہو جائیگی
آمد بہار کی ہے گلستان کے در کہلے　　مرغ اسیر باغمیں پہرتے ہیں پر کھلے
ناچیز کو کرے جو وہ رزاق سرفراز　　مور و مگس کے واسطے تنگ شکر کھلے
میخانہ میں کہے ہے یہی اشتیاق سے ـــــ مخمور منہ لگائے خم سے اگر کھلے
نکہت تری جہونکے ہین نسیم چمنی کے　　چرچے ہیں چمن میں تری گل پیرہنی کے
صیاد نے بلبل کو چمن سے جو نکالا　　یاد آئے مجھے رنج غریب الوطنی کے
طیاری ہو مینا سے و جام کی مخمور　　ایام قریب آئے ہین توبہ شکنی کے
کہے جو نالہ سوزان تو دل کے داغ جلے ـــــ ہوائے تند سے گہر میں میرے چراغ جلے
شراب شعلۂ جوالہ تہی مگر مخمور ـــــ کہ میکدہ میں نجانے کیطرح ایاغ جلے
خدا کے فضل و کرم پر نگاہ کرتے ہین　　فقط گنا ہگار ہین لاکھون گناہ کرتے ہین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتخاب دیوان عیشی شاگرد مصحفی

ہے قصور اے ہمنشیں سرتاسر اپنی دید کا
ورنہ ہر ذرے میں تاباں نور ہے خورشید کا

گر حصول مدعا ہو ورنہ ہو ہم شاد ہیں
وقف برق یاس ہی خرمن یہاں امید کا

باغ فانی کے گلوں پر ہے یہ رنگ دلپذیر
ہوگا کیا عالم بہار گلشن جاوید کا

دل میں آتا ہے نظر وہ جس نے دل پیدا کیا
جلوہ میرا ہے جمال اس جام میں جمشید کا

ہمنشیں پابند مست رہ نیست کا ورہست کا
ہے یہ سارا کھیل مژگان کے کشاد و بست کا

ہست و بود کون و امکان ایک گرہ پر باد ہے
کیا تماشا دیکھئے ہستی کے بند و بست کا

نے بیاباں تک گئے ہم نے گریباں ہی پھٹا
ابھی وحشت میں ہاں یہ ضعف پا و دست کا

خوشۂ انگور ہے میرا دل پُر آبلہ
جب سے عالم بہا گیا ساقی کی چشم مست کا

زخم تیر عشق سے عیشی وہی آگاہ ہے
ہے جو زخمی اُس خدنگ بے کمان شست کا

مقبول گوش گل بھی میرا فغان نہ ٹھہرا
ہم رتبہ عنادل میں خستہ جان نہ ٹھہرا

مثل غبار چھوڑا پیچھے سبک رووں نے
اوٹھیں ہی اوٹھیں جبتک ہم کاروان ٹھہرا

سو سو کئے تامل عقل گرہ کشا نے
لیکن بجز تو ہم اوس کا دہان نہ ٹھہرا

مرغان بوستان سے بیفائدہ تھی کاوش
وہ دن سے گل زیادہ اے باغبان نہ ٹھہرا

تھا بسکہ بے تعلق مانند نکہت گل
دوش نسیم پر بھی میں کچھ گران نہ ٹھہرا

کیا خضر دشت پیما جب سامنے ہمارے
آوارہ گرد یوں میں یہ آسمان نہ ٹھہرا

اللہ ری نزاکت افراط ہوئے گل سے
گلزار میں وہ رشک صد گلستان نہ ٹھہرا

سب کو رقیب کہیے کس کس سے رشک کیجیے
خورشید وار اوسکا جلوہ کہاں نہ ٹھہرا

پردہ جو رخ سے اوٹھا اوس رشک مہ کے عیشی
رتبہ قمر کا ہرگز بیش از کتان نہ ٹھہرا

کیا دبا صرصر گلوں کا تیرے دامن زیر پا
زندہ گیا عالم دل مرغان گلشن زیر پا

ساقیا اتنی تو مے پلوا کہ ہنگام خرام
گوشۂ دستار اوبھی جائے دامن زیر پا

چشم عبرت کیون نہ خون روئے کہ ہنگام خرام — ہر قدم کس کس کا آجاتا ہے مدفن زیر پا
طرفہ بازار جہان میں جنس نامعقول ہون — برق بھی لائی کبھی میرا نہ خرمن زیر پا
رقص کا میلہ سا کرکے محفل عشاق میں — سینکڑون دل ملگیا وہ شوخ پُرفن زیر پا
مجکو اس وادی میں پہنچایا عشق نے عیشی جہان — رنگ تعقیدہ سے ہے ہرگام گلشن زیر پا

دل گرفتہ ہون کرونگا ہو کے میں آزاد کیا — مجکو یکسان ہے چمن کیا خانہ صیاد کیا
ایک عالم کردیا برباد جس کے حسن نے — نقش ایسا کھینچا تھا صانع ایجاد کیا
ہچکیاں آتی ہیں ہمکو شیشے کی طرح — میکشون کو آج ساقی نے کیا ہے یاد کیا
تا کجا یہ امتحان طاقت صبر و شکیب — جان جان آخر دل عشاق کی بنیاد کیا
خون ہوا عیشی رگون سے چشم تر کی موج زن — تھا خیال نوک مژگان نشتر فصاد کیا

کس آگ سے مرا دل اندوہگین جلا — جو شمع سان میں تا نفس واپسین جلا
شعلے ہیں میری آنکھ مین تجھ بن بھرکے ہوے — دیں کیون نہ اشک گرم سر آستین جلا
پردہ اوٹھا کے پھر لیے کینے بام پر — او برق حسن خرمن ماہ مبین جلا
سر تا قدم جلایا مجھے اور شمع سان — کاٹے زبان اگر کہون او نازنین جلا
بوئے کباب آتی ہے سینے سے ہر نفس — عیشی مگر میرا دل حسرت قرین جلا

پھر کیا چشم نے شوق لب جانان پیدا — پھر ہوے اشک کی جا لعل بدخشان پیدا
لذت درد کا کشتہ ہون میری ہر رگ مین — قطرۂ خون کے عوض کاش ہو پیکان پیدا
رنگ تاثیر بھی نالونکو وہی دیتا کاش — جیسے سینے میں کیا یہ دل نالان پیدا
تب ملے آبلہ پائی کا مزہ جب نکلے — ساتھ ہی آبلہ کے خار مغیلان پیدا
داغ تنہائی سے جلنے کو ہوئے ہم عیشی — صورت شمع سر گور غریبان پیدا

کون پابند جنون فصل بہار ائین تھا — اس برس ننگ جوانی تھا جو زندان میں نہ تھا
دفن کس عارض روشن کا ہوا یہان کشتہ — نور یہ شمع سر گور غریبان میں نہ تھا
بے اثر عشق کچھ اپنا ہی ہوا ہے ورنہ — بیوفائی کا یہ شیوہ کبھی خوبان میں نہ تھا
بسکہ میں درد کا جویا ہون میری تلوون کا — آبلہ کب طلب خار مغیلان میں نہ تھا

چشم پوشی ہے عبث مجھسے کہ مانند سرشک   دیکھنا مجھکو کہ ایک جنبش مژگان میں نہتا
تہمت جیب عبث مثل سحر ہے مجھپر   نام کو تار کبھی میرے گریبان میں نہتا
اب بھی اوس رخ سے اُٹھے پردہ تو سو ہاتھہ کٹین   معجز حسن فقط یوسف کنعان میں نہتا
پہنچے ہم لیک پا آبلہ دار آخر کار   خار بھی اپنے نصیبون کا بیابان میں نہتا
عیشی اس میکدہ میں کب ہمین لائی تقدیر ——— دُرد بھی جبکہ خم بادہ پرستان میں نہتا

لذت چشم تماشا کو ہمین یہان کیا کیا   یاد آویگا کوئی دن ہمین گلستان کیا کیا
اول شام خبر موت سنے لی ورنہ ہمین   رنج کیا جانے دکھاتی شب ہجران کیا کیا
یان اگر ہوتے ہمارا قدم آبلہ دار   پیاسا کے رنج سہین خار بیابان کیا کیا
سننے کے قصہ میری سوز شب تنہائی کا   شب جلی شمع سر گور غریبان کیا کیا
آمد عشق ہی میں صبر نے رخصت مانگی   آس سے رکھتا تھا توقع دل نادان کیا کیا
بگڑ گئے ہوئے طفلان پریرو عیشی ——— میں بیان اپنے جنونکے کرون احسان کیا کیا

دشمن و دوست سے الفت ہے زبس کام اپنا   محتسب بھلا دے جو ساقی سے گرے جام اپنا
شعلہ رویونکا رہا لبکہ تصور ہمکو   جلگیا سینہ مین خون دل ناکام اپنا
دیکھکر عیشی آوارہ کی سرگردانی ——— بھول جاوے یہ چلن گردش ایام اپنا

تنہا میں اس جہانکی منزل میں رہ گیا   اور داغ ہمرہان سفر دل میں رہ گیا
یہان دست و پا کبھی ضعف سے ہلنے نپائے اور   وہ خواہش تپیدن بسمل میں رہ گیا
اٹھتے ہی تیرے بزم سے اوٹھا یہ غلغلہ   پہلو تہی کا دل کشاکش محفل میں رہ گیا
رویا میں یاد کرکے بہت ماجرا کے دل   پروانہ جلکے رات جو محفل میں رہ گیا
عیشی مشابہت رخ جانانہ تھی اُسے ——— پر داغ عارض مہ کامل میں رہ گیا

دل جب تک اوسکی کاکل پیچان سے دور تھا   میں تیرہ روز حال پریشان سے دور تھا
گلچین کا دل جلا نہ کبھی اوس کے حال پر   تاثیر آہ بلبل نالان سے دور تھا
حیف یا نہ اوس کے دامن دلسے غبار کین   جوش سرشک دیدۂ گریان سے دور تھا
رکھا بہمن بادہ مصلی ہزار حیف ——— عیشی یہ تجہسے صاحب ایمان سے دور تھا

ہوا سرمایۂ صد الاماں ناسور سینہ کا / بنا صبح قیامت مرہم کافور سینہ کا
چراغ کعبہ و دیر اسکے شعلہ سے ہوا روشن / تجلی گاہ کس کا ہے الٰہی طور سینہ کا
جلا سینہ سے کون آرام جان و دل ہوا عیشی —— کہ ہے اب ہر سر مو غیرت ساطور سینہ کا

سیر گلشن گر دل پر جوش وحشت مانگتا / پہلے میں درد آشنا بلبل سے رخصت مانگتا
جستجو لائی ہے اوس صحرا میں مجکو تشنہ کام / غول سے ہے خضر جس وادی میں شربت مانگتا
مزرع امید کی خشکی لگی ہمت کو بھول / آسماں سے یہ نہ میں باران رحمت مانگتا
گر دل دیوانہ کی مقبول کرتا حق دعا / میں لٹانے کیلئے گلزار جنت مانگتا
کام کا ہوتا نہ ہوتا دونوں یکساں تھے مجھے / کیا دعائے واشد باب اجابت مانگتا
کشت پر اور تھی کہ اے ابر تر جلوہ گری / یہاں ہے ہر دانہ دعائے برق آفت مانگتا
چھا گئی ہے اسکو تیری یاد میں خود رفتگی / آئینہ ہے دام مجھسے رنگ حیرت مانگتا
ہوں جلا اس داغ کا عیشی کہ ہے تاثیر سوز —— میرے ہر ذرہ سے خورشید قیامت مانگتا

کہتا ہوں اب عرض میں سرگرم بیان بند / ہے شعلہ فانوس میرے منہ میں زبان بند
ناکامی قسمت اپنی تب بزم میں آئی / خشت سر خم کرچکے جب بادہ کشان بند
تا کے کوئی ہر سال کے صدمے سہے ایکاش / ہو سلسلۂ فصل گل و عہد خزاں بند
پھر آنکھ نہ دیکھا کبھی جلوہ تیرا ہر چند / اکدم نہوئی چشم ہوس آئینہ ساں بند
یاں صورت نے دم ہے تن زار میں عیشی —— زنہار نہونگے لب فریاد و فغاں بند

ہوا رشک رگ گل آتش کا تار تار آخر / دکھائی دیدۂ خونبار نے میرے بہار آخر
وفاداری میری کب اس جفا کاریکے قابل تھی / ستمگر تونے سمجھا ہوگا کیا یا اعتبار آخر
یہ قسمت دیکھئے صیاد جب آزاد کرنیکو / لگا پر کھولنے میرے ہوئی فصل بہار آخر
اسیر دام ہستی کو نہیں طول امل لازم / کہ ہوجانی ہے پلمیں یہ حیات مستعار آخر
نہ آیا آہ وہ بیرحم وقت نزع بھی عیشی —— چلے ہم خاک میں باحسرت دیدار یار آخر

نے کبھی روئے نہ پٹکا سر کو گاہے سنگ پر / مفت اپنا خون ہوا ہم تہمت سنگ پر
کیسے مشتاق نوا ہیں گوش ہائے اہل بزم / کیا مصیبت پڑ گئی مرغان خوش آہنگ پر

آرزو مند ہم آغوشی رہا میں نامراد — کیوں نہ آوے رشک مجھکو اوس قبائے تنگ پے
خواہش دل ہے یہ اوس مطرب پسر کو دیکھکر — تار کی جاگہ لگا دیجئے رگِ جاں چنگ پر
عیب تشبیہ دیوان رنگین کے مرے ہر حرف کو ـــــ خندۂ دنداں نما ہے صفحۂ ارژنگ پر

ہیں زلفِ تابدار کے زندانیوں میں ہم — رہتے ہیں اوس لیے سخت پریشانیوں میں ہم
نے سر بزیر تیغ ہلایا نہ دست و پا — تھے کتنے باادب ترے قربانیوں میں ہم
خورشید پر نہ فخر کریں کیوں کہ ہیں ملے — اوس آستانہ کی خاک کو پیشانیوں میں ہم
خون اوس کے ہاتھ میں دم تکبیر بھر گیا — محشر تلک رہینگے پشیمانیوں میں ہم
چپ غم نے کر دیا ہمیں علیشی وگرنہ تھے ـــــ اوستاد عندلیب غزلخوانیوں میں ہم

تبسم سے ہمیں لب آشنا اپنے کہو برسوں — ہنسے تھے نقش سالگاہ سوتے ہیں لہو برسوں
نہ اپنے نے ہمیں پوچھا نہ بیگانے نے وحشت میں — برنگ گل رہا چاک گریبان بے رفو برسوں
کسی کی نرگس مے رنگ کی گردش جو یاد آئی — رہے زندان میکش مست بے جام و سبو برسوں
جھٹا ہے دل مشتاق کا کب داغ جھٹتا ہے — کرے گو گریہ طوفان تلاطم شست و شو برسوں
جلایا ہے ہمیں ان گلرخوں کے داغ نے علیشی ـــــ ہماری خاک سے آیا کریگی گل کی بو برسوں

یہی وحشت ہے تو اکدن لگا کر آگ گلشن میں — پڑے ہونگے لپیٹے منہ کسی صحرا کے دامن میں
یہی ہے سوزش داغ جنوں تو جل بجھینگے ہم — برنگ اخگر افسردہ اکدن کنج گلخن میں
کرے کیا امتیاز کفر و دین چشم حقیقت میں — وہی تسبیح کا رشتہ ہے زنار برہمن میں
جلایا زمزمہ نے اس کے دل ہم دردمندوں کا — لگا دے آتش گل کوئی بلبل کے نشیمن میں
سوثر کب دل نااہل میں ہو تربیت علیشی ـــــ ہنوز ہے خار سرمے سے بصارت چشم سوزن میں

سخن کے عجائب لکنت میں دکھاتے ہیں — نزاکت سے زبان پر حرف کیا کیا لڑکھڑاتے ہیں
ستم اک آسمان کے واسطے عزیزوں کے سہتے ہیں — خزاں کے ہم یہ صدمے گلکی خاطر سے اٹھاتے ہیں
لب جاں بخش پر جانان کرے شاید مسیحائی — اسی امید پر سے ہزاروں زہر کھاتے ہیں
رہنما مبادا منزل ہستی میں رہ جاوے ـــــ اٹھو علیشی عدم کو قافلے یاروں کے جاتے ہیں

سے زرگس یہ راہ خوشحال کاروان — ہم ناتوان رہ گئے دنبال کاروان

فریاد کس کے ہاتھ سے کیجیے کہ جادہ وار
راہ وفا میں ہم ہوئے پامالِ کاروان

کوئی نہ رفتگانِ عدم سے پھرا ادھر
معلوم کس سے کیجیے احوالِ کاروان

دور شک مہر بھی ابھی سفر میں شریک ہے ——
عیشی نہ ہے سعادت و اقبالِ کاروان

اپنا کیا ذکر بہت و بود کریں
بے نمودی کی کیا نمود کریں

درد راحت ہے کیا طبیبوں سے
زخم کو دل کے مشک سود کریں

دی نہ رخصت علو ہمت نے
کہ غم نقص و فکر سود کریں

حق میں عیشی کی مانیو نہ کبھی
ہیں یہ جو گفتگو حسود کریں ——

رات نہاتا تھا وہ لعبتِ شنگ آب میں
کشمکشِ موج سے ماہ تھا تنگ آب میں

نالہ کس آشفتہ کا گرم اثر ہے کہ آج
جا کے سمندر چھپا چاہیے نہنگ آب میں

طینتِ بد کو ہو مرشدِ کامل سے سود
چل نہ سکے خضر سے کشتیِ سنگ آب میں

دامنِ دریا میں ایک آگ سی لگتی رہی
رات جو اوترا تھا وہ شوخ فرنگ آب میں

بزم سے اوٹھا جو یار رندوں نے پھینکا ہمیں
شیشے ہے سنگ پہ کاسہ تنگ آب میں

گریہ نے فرصت نہ دی پلک کے دیدار کی
ڈوب گئے لیکے ہم دل کی امنگ آب میں

سامنے عیشی کے دیکھ چھینٹے نہ از طرف ——
ڈوب مریگا عبث ہوکے یہ تنگ آب میں

یہ لوٹتا ہے دل پہ غم و ہوس خون میں
کہ صورت رگِ گل غرق ہے نفس خون میں

میں ایک شب کہیں گلشن میں جا کے رویا تھا
نہالِ گل سے ہے ڈوبے کئی برس خون میں

ہمارے نالۂ حسرت میں بلبلوں کی طرح
پڑے تڑپتے ہیں مضمون پیش و پس خون میں

یہ گل کس آبلہ پا کا کھلا کہ وادی کے
تمام ہوگئے رنگین خار و خس خون میں

ادب نے اپنے ہی رخصت نہ دی کہ قاتل کا
بوقتِ قتل ڈبوئیں سمِ فرس خون میں

ہوئے اسیر تماشائے رنگِ گل معلوم
ہجوم گریہ ڈبوئے اگر قفس خون میں

الٰہی کیجیو عیشی کی جانکی تو خبر ——
بھرا ہے آج سرِ دامنِ عسس خون میں

تا فلک کس دن سر آہ سحر کھینچتا نہیں
پر ترا دل سوئے رحم اے فتنہ گر کھینچتا نہیں

زیست کی امید کیا ہو کہوں کہ سینہ میں مرے
ایک بھی پیکان بے لختِ جگر کھینچتا نہیں

سرگرانی اتنی بیمار محبت سے نکر
ایک دم ہے اب اسکو بستر کھینچتا نہین

تخم ریزی مزرع ہستی میں کس امید پر
کار نخل آرزو یان تا ثمر کھنچتا نہیں

مجھسے صدمہ انتظار وصل کا پوچھو کہ یان
روز کب وعدہ کا تا روز دگر کھنچتا نہین

مرحلہ پیری کا بھی طے ہوگیا عیشی اب
فکر منزل کیا کہ آگے یہ سفر کھنچتا نہین

رونقین آبادیان کیا کیا چمن کی یاد ہین
بوئے گل کیطرح ہم گلشن کے خانہ برباد ہین

جلوہ فرمائی کا مژدہ کس نے بھیجا ہے کہ آج
دیدہ و دل ہوگئے صرف مبارکباد ہین

کس کی مژگان نے بہائے ساتھ کاوش کی شروع
خون کے قطرے رگوں میں نشتر فصاد ہین

یان رضائے محبوب کی منظور خاطر ہے فقط
وصل ہو یا ہجر ہو ہر امر میں ہم شاد ہین

کرچکا عیشی طواف خانۂ کعبہ کا قصد
جب تلک ہندوستان کے بتکدے آباد ہین

بہکا کدھر کدھر کو پھرا میں کہان کہان
افسوس مجھکو چھوڑ گیا کاروان کہان

خود رفتگی اللہ کہین کیا جانے لیگئی
مانند نالہ جرس کاروان کہان

تا چند سر کو پھوڑیئے دیوار باغ سے
رونق چمن کی لیگئی باد خزان کہان

مانند سایہ تا فلک اپنا عروج ہے
افتادگی سے پہنچے ہم آخر کہان کہان

نالہ سو بے اثر ہے دعا ہے سو نا قبول
کیا جانئے آگیا تھا وہ نامہربان کہان

لانا ادہر نہ بوئے گل اے موج باد صبح
میں کم دماغ اور یہ بار گران کہان

بے رحم باغبان ہے اور بیوفا بہار
باندھا تھا ہمنے آکے عبث آشیان کہان

بلبل زبان نکھولیو عیشی کے روبرو
اے بد دہن وہ مرغ پریشان کہان

یہ بھی رونا ہے کہ جسمیں سر مژگان تر ہو
شکل گل خون سے نہ جبتک کہ گریبان تر ہو

زلف جانان سے مرا دل کہ کرون انگشت
جنبش باد بہاری سے پریشان تر ہو

لطف کیا بادیہ گردی میں ہو جب تک اے قیس
خون پا سے نہ سر خار مغیلان تر ہو

اوسسے کتے جو دیکھا بلبلون نے سیر گلشن کو
کیے سو شکر کے سجدے بچھا کر گلکے دامن کو

محبت پیشہ ہون میرا جگر خوناب ہے تا ہم
اگر گرتے زمین پر دیکھتا ہون اشک دامن کو

یہی انداز ہے گر حسن کی سحر بیانی کا
کرینگے دیر میں ہم سجدہ اوس طفل برہمن کو

جنون نے پاے وحشت آشنا باہر نکالے ہین — مرے دامن سے ٹانکو عرصۂ محشر کے دامن کو
گریبان گیر گردون ہے غبار راہ محرومی — کسکی خاک سے جھٹکا کسی ظالم نے دامن کو
نقاب یار جب خلوت سرائے ناز مین اوٹھا — بنایا عکس رخ نے برگ گل ذرات روزن کو
نہ کیا نازنینان چمن کا سانحہ عیشی — جہان سے اوٹھ گیا مین چھوڑ کر آباد گلشن کو

گل گران گوش و چمن صورت حیرانی ہے — کس گلستان مین ہین حکم غزلخوانی ہے
اوس بیابانکا مین آوارہ ہوا ہون جسکی — موج صرصر کی دم تیغ مین برّانی ہے
محفل عیش مین کیا خاک لگے جی اپنا — جام مے یار بن اک کشتی طوفانی ہے
رنگ حسرت ہے رس بوئے چمن پر تجھ بن — نکہت گل نگہ دیدۂ قربانی ہے
کف افسوس بہم ملتے ہیں مژگان لیکن — آخر اس دید کا انجام پشیمانی ہے
قطع کر رشتۂ اسباب تعلق عیشی — ترک جمعیت دل بے سروسامانی ہے

گل وہ کہا دن کہ مین محو تماشا ہووے — امتحان کا اوسے کچھ ذوق تو پیدا ہووے
پاک طینت مین نہ تاثیر کرے طبع خسیس — دامن گل نہ کبھی گرد سے میلا ہووے
جائے کیون ہاتھ سے سررشتۂ جمعیت دل — ہاتھ مین گردو سر زلف چلیپا ہووے
ہم کو بھی یاد کرو بزم عدم میں یارو — ایک بستر کی کہیں خالی اگر جا ہووے
آمد عشق ہے کر جمع دلا ہوش وحواس — نذر سلطان کو بہلا کچھ تو مہیا ہووے
ناز وانداز میں وہ شوخ لگا کرنے تمیز — عیشی اب دیکھئے احوال مرا کیا ہووے

پر خطر راہ ہے اور رخت سفر بھاری ہے — خضر توفیق ازل وقت مددگاری ہے
غفلت کار میں اوقات تعلق کر صرف — مرغ تصویر کو کب رنج گرفتاری ہے
درد سے زخم جگر کے بھی رہا مین محروم — کسقدر سبز قدم مرہم زنگاری ہے
روح کو گور ہوئی کنج سیہ خانۂ غم — کون ماتم میں مرے صرف عزاداری ہے
ہون میں وہ سبزہ کہ دہقان کو سیرابئ سحاب — جلوۂ برق درخشانکی طلبگاری ہے
بختیاری ہے جسے ہو مرض عشق نصیب — لاکھ دردونکی دوا ایک یہ بیماری ہے
نالۂ مرغ چمن سنکے میں خون روتا ہون — بسکہ دل شیفتۂ لذت غمخواری ہے

غافل کا رزدہ دام گہ ہستی میں   خواب صیاد یہان جنت کی بیداری ہے
گوہر اشک ہون یکتا ہون کہان میں علیشی   نامرادی سے مجھے چشم خریداری ہے

خامشی پردہ در بیتابی ہے ہمارے راز سے   بے صدا نغمہ بلند آہنگ ہے اس ساز سے
نا پرندہ قفس ہون میں گرفتاری لقب   آشنا ہی سے نہ تھے میرے پر کبھی پرواز سے
محشر آشوب عالم ہے بپا اشت غبار   ہو گیا پامال میں کس کے خرام ناز سے
دیکھیے ہوتی ہے طے کیون کر یہ منزل یا نصیب   کوسون پیچھے رہ گئے ہین زنگ کی آواز سے
کون سا دن تیرہ بختی کا نہ دکھلایا ہمین   ملگئے سرمہ نے تیری چشم فسون پرداز سے
رائگان نالے دعائے صبح گاہی بے اثر   ساز شین کرنی پڑین ہین طالع ناساز سے
جو دہنے کی اگر طاقت نہی علیشی ہمین   جی لگانا فرض کیا تھا اوس بت طناز سے

نالہ کھینچون گر گلستان میں دل بیتاب سے   سبزۂ خوابیدہ کو بیدار کر دون خواب سے
فرش کلیہ گر قدم رکھتا ہے وہ نازک مزاج   پاؤن اپنے پوچھتا ہے چادر مہتاب سے
کشتئ مستک نظر آتی ہے طوفانی مجھے   حلقۂ مجلس نہین کم بارہا گرداب سے
خاک کے نیچے بھی ہرگز کچھ نہ پایا ہمنے چین   آبلے ہین دل میں داغ فرقت احباب سے
درد کی لذت کا علیشی کسقدر گستہ ہو نہیں   پونچھتا ہون زخم دل کو چادر مہتاب سے

نہ پہنچا ساتھ یاران سفر کے ناتوانی سے   میں سر ٹپکا کیا اک سنگ سخت جانی سے
اوٹھان شوق وصل کو طور تجلی پر   مزا دیدار کا ملتا ہے بانگ لن ترانی سے
مرید مرشد ہمت ہون میں میری طریقت میں   کفن بھی ساتھ لینا ننگ ہے دنیائے فانی سے
وہ سرگرم بیان سوزش داغ محبت ہون   حذر کرتا ہے شعلہ بھی میری آتش زبانی سے
ہمارے غنچۂ دل کو تبسم کی نہ دی فرصت   رہا مجھکو یہ شکوہ گلشن یاد خزانی سے
مضطرب عشق کا ساغر دیا ہے مجھکو ساقی نے   نہ اوٹھونگا میں صبح حشر کو بھی سرگرانی سے
ہمیں وہ راہ بتلائی ہے فقر عشق نے علیشی   نشان زندگان پیدا ہے جسمیں بے نشانی کے

یہ تصور نے ترے جلوہ گری دکھلائی   کہ میرے اشک میں دیتی ہے پری دکھلائی
منعم جان جوانی میں بہ بلند غم عشق   پھر بند ہیگے گل داغ جگر ہی دکھلائی ✦

کیا اوداسی ہے گلستان میں کہ پھرتی دم سحر
آج ویسی ہے نسیم سحری دکھلائی

باغ تک آتے ہی آتے نہ رہے گل نہ بہار
نخل امید نے کیا بے ثمری دکھلائی

مئے عیشی ہے جو پوچھا دل پرخون کا حال
ایک صراحی مے گلگون کی بھری دکھلائی

نالہ کب ہم نوا انکا بلند آہنگ ہے
یان شکست شیشۂ دل بھی شکست رنگ ہے

صلح کس سے تھی کہ دل وابستہ تھا آرام سے
کس سے اب جھگڑا کہ ہر دم عافیت سے جنگ ہے

کل یہ ایک واماندہ با صد یاس بیٹھا جادہ پر
ق
رو کے کہتا تھا ابھی جانا کئی فرسنگ ہے

ضعف دامن گیر ہم تنہا بیابان پرخطر
نے غبار کاروان ہے نے صدائے زنگ ہے

وادی مجنون میں کل عیشی مجھے آیا نظر
کشتۂ وحشت ہیں اب وہ صاحب اورنگ ہے

یہ ہم پہنچا ہے اوسکو رتبۂ دیوانگی
جس کے نظارہ سے مجنون بھی بہایت دنگ ہے

پڑھ کے سمجھاتا ہے یہ مطلع اوسے باچشم نار
اوس کے یاروں میں جو اہل دانش و فرہنگ ہے

خویش و بیگانہ کو تیرے نام سے ان ننگ ہے
آہ عیشی زندگی کا یہ بھی کوئی ڈھنگ ہے

سر مژگان پہ لگے لخت جگر دیکھ چکے
یہ بھی ہم نخل محبت کے ثمر دیکھ چکے

چشمۂ خون جو کسی نے نہ سنا تھا گاہے
ہم وہ تیرے سبب اے دیدۂ تر دیکھ چکے

ضعف یہان ہم پہ قوی دست ہے اور منزل میں
یار آسودہ ہوئے رنج سفر دیکھ چکے

دیکھو عیشی کہیں بدنام نہو بیٹھ کے یان
بزم خوبان سے اوٹھو ایک نظر دیکھ چکے

بے اثر نکلیں جو کیں ناصح نے تدبیریں کئی
رات توڑین تیرے دیوانے نے زنجیریں کئی

حق بجانب آپکے ہے جاہیئے سو کیجیے
واقعی مجھسے ہوئیں ایسی ہی تقصیریں کئی

آستین و جیب عیشی سے نکالے شیخ نے
بت کئی پتھر کے اور کاغذ کی تصویریں کئی

تصور میں میری کس شوخ کی رنگیں ادائی ہے
کہ رنگ اشکہائے چشم خون پالا حنائی ہے

وہان صیاد ظالم سان پر خنجر چڑھاتا ہے
اسیر دام یان پابند امید رہائی ہے

برنگ سبزہ بیگانہ ہم گلشن میں رہتے ہیں
نہ الفت باغبان سے ہے نہ گل سے آشنائی ہے

جہانمیں خفتگان خاک کی کیا خوب گذری ہے
نہ فرق بادشاہی ہے نہ تمیز گدائی ہے

اوٹھایا سر دل بیمار نے کیون اپنے بالیں سے
مگر شاید کسیکے پاؤن کی آواز آئی ہے

نہ کرنا لذت شمشیر ابر دعام اے قاتل ـــ یہ عیشی ہی تمہارا لائقِ تیغ آزمائی ہے

محو کون آج یہ سیر سبزہ زار میں ہے — لرزتی سی جو چمک رخنۂ دیوار میں ہے
جیسے وہ رشک گلستان پئے گلگشت آیا — ہر دم ایک تازہ خلل رونقِ گلزار میں ہے
جی نہ کس طرح لگا بیٹھے وہیں ہے کہ عجیب — دلکی تالیف کا افسون نگہ یار میں ہے
موسم گل میں نہ کچھ پوچھو خبر عیشی کی — اول فصل سے درد خانۂ خمار میں ہے

یہ نہ فرماؤ کہ گھر جاوینگے — ہم تو اس بات میں مر جاوینگے
عشق کے رنج ہی نہیں تو ہم — الجھن جی سے گذر جاوینگے
کم ہوئی بانگ جرس ہی یارب — ہم سے واماندہ کدہر جاوینگے
ننگ سے ہاتھ اٹھا کر آخر — نام ہم عشق میں کر جاوینگے
لوگ کیا سنکے کہ آتے گے دم نزع — آپ بالین سے اگر جاوینگے
تا چمن دوش صبا پر صیاد — میرے اوکھڑے ہوئے پر جاوینگے
اہل آمادہ کر اسباب رحیل — کل رفیقان سفر جاوینگے
خوبرویوں سے نہ مل اے عیشی — صاف دل لیکے مکر جاوینگے

چشم کس ترک کی شمشیر لیئے پھرتی ہے — کہ قضا حسرت تکبیر لیئے پھرتی ہے
کوئی اس فصل میں دیوانہ ہوا ہے شاید — کہ ہوا ہاتھ میں زنجیر لیئے پھرتی ہے
قیس سرگشتہ خدا جانے کہاں ہے کہ صبا — خبر لیلی دلگیر لیئے پھرتی ہے
آج گلزار میں ہے جشن جلوس شہ گل — نفس باد مزامیر لیئے پھرتی ہے
وقت تشویش ہے جمعیت خاطر کی صبا — نکہت زلف گرہ گیر لیئے پھرتی ہے
پھول یوں ہو گئے برباد کہ اب بلبل زار — آرزوئے گل تصویر لیئے پھرتی ہے
گل نے کیا بے ادبی کی ترے آگے کہ نسیم — تازیانے کے تعزیر لیئے پھرتی ہے
بادہ نوشان خرابات مغان مژدہ کہ آج — مغفرت دفتر تقصیر لیئے پھرتی ہے
ضعف ہر چند کہ زنجیر قدم ہے عیشی — گردش خامۂ تقدیر لیئے پھرتی ہے

شعلہ جالکے تن عریاں مستور پیراہن میں ہے — ہر سر مو برگ گل جلوہ پیراہن میں ہے

سازِ کیا پوشش سے مجکو شعلہ فانوس دار — جسم عریانی طلب مجبور پیراہن میں ہے
کسکی آہ آتش افشان ہے اثر پیرائے سوز — ماہ تابان مل رہا کافور پیراہن میں ہے
بوئے گل ہوں میری عریانی کے درپے ہو نہ چرخ — اب کب رہنا مجھے منظور پیراہن میں ہے
ایک مجسم ناتوانی ہے یہاں سر تا قدم — لوگ کہتے ہیں تن رنجور پیراہن میں ہے
سوز دل سے پڑ گئے ہیں بسکہ یکسر آبلے — چشم عاشق خوشہ انگور پیراہن میں ہے

اپنی وحشت کے بھی ظاہر طرز و عنوان ہو گئے — ابکی فصل گل میں سا ہم بھی زیب زندان ہو گئے
بندہ گیا کس کا لقا در جو دل مشتاق کے — آبلے آئینہ دار چشم حیران ہو گئے
شام فرقت کی بیان میں کیا کروں تاریکیاں — روز یاں رشک شب گیسوئے جاناں ہو گئے
تجھکو اے سنگ گران جانی خدا غارت کرے — عاقبت ہم بار دوش اہل عزیزاں ہو گئے
استخوان ہی کچھ فقط یاں خنجر پہلو نہیں — خون کے قطرے بھی رگ تن میں میری پیکاں ہو گئے
بسکہ اشک آتش آگئیں چشم عاشق سے گرے — تار ہائے آستین سرو چراغان ہو گئے

کہیں صیاد چھیڑے ہاتھ کا ہے باغبان ڈالے — چمن میں کیا سمجھ کر کوئی طرح آشیان ڈالے
ہو سطح فلک پر صبح تارے تیری فرقت میں — اگر دو چار قطرے میری چشم خوں فشاں ڈالے
بنا کر مجھکو سر سے تا قدم ایک ضعف کا پتلا — قضا نے دوش پر کیا کیا مرے بار گراں ڈالے
سر دم تک جاذب محبت ساتھ رہ اس کے — مبادا راہ میں طرح اقامت کاروان ڈالے
بچھڑ کے باغبان گل کو مبادا آہ و نالہ سے — چمن میں شور محشر بلبل آتش زبان ڈالے
وفاداری وہ دکھلاؤں کہ خود کھینچے پشیمان ہو — خدا سے چاہتا ہوں دن تو بلکہ امتحان ڈالے
ہجوم ناتوانی کم نہیں تسخیر عاشق کو — کوئی کیوں پاؤں تیں ایسے گڑے ...

ہم چمن میں جو کبھی نالہ و افغان کرتے — شور بھولے سے نہ بہر مرغ خوش ...
ضعف نے کی ہوس دل ہی میں رکھی ورنہ — موسم گل میں نہ ہم چاک گر ...
کاش لے جاتے دیوار چمن تیر نہ طرح — دور سے ہم بھی تماشائے گلستان ...
دی اجل نے نہ اماں ورنہ دکھاتے وہ وفا — کہ تجھے تیری جفاؤں سے پشیمان کرتے
حسن کا عیب تھا ناز کا نقصان نہ تھا — یاد بھولے سے کبھی گر ...

مجھ سبک روح کا اتنے ہی میں تھا کام تمام — ایک اشارہ نہ بجز غمزہ بے مژگان کرتے
کوس رحلت کی صدا آنے لگی عیشی اور — ہم ابھی ہیں راحلہ و زاد کا سامان کرتے

بحرِ الفت میں ڈبو ناخدا یاں درکار ہے — لنگر یاں کشتی کو جائے بادباں درکار ہے
حسرت پیغام میں تو بھی نہ دیں فرقت نے دے — یا دوا ماندگی بھی لے مژدگان درکار ہے
دل نکالے بیٹھے ہیں ہم اوس کے مہر کے قصر تک — آہ کی تاثیر کو بھی نردبان درکار ہے
یاں مذاقِ جان میں لائے خضر آب حیوان تلخ ہے — اپنی گردن کو دمِ تیغ رواں درکار ہے
حاصل تحریر ہے یاں ذکر سوز داغ عشق — کلک عیشی کو سمندر کی زباں درکار ہے

خوے وزدی زلف نے اس طرح ہر اس کار کی تھی — آنکھ مرہون سدا ابروئے دلدار کی تھی
محفلِ عیش میں تھا لبکہ یہیں تجہ بن دلتنگ — موج مے بادہ گلے پر میرے تلوار کی تھی
حشر تک قطرہ سمر صر کے ملا نہ پہنچے کہاں سے — خاک یہ کس کی محبت کے گنہگار کی تھی
تیری اعجاز نمائی سے خدا سمجھے مسیح — موت ہی زیست دوبارہ دلِ بیمار کی تھی
آب گل اشک کی بہا آنکھ سے ٹپکا عیشی — یاد دلکو میرے کسکے گلِ رخسار کی تھی

ہر گام پائے سعی میں سو خار توڑیئے — سر رشتہ جستجو کا نہ زنہار توڑیئے
دل اس نے اہل درد کا خوناب کر دیا — شیشہ ترانۂ منبع کی منقار توڑیئے
پایا یہ لطفِ مرگ کہ مقدور ہو اگر — سر رشتۂ حیات کو سو بار توڑیئے
ترکِ مرادِ دل ہے مروت کا مقتضٰے — خاطر نہ دشمنوں کی بھی زنہار توڑیئے

بیکِ امکان سے بڑی سستی و ہشیاری تھی — ہمکو جب میکدۂ عشق میں میخواری تھی
رہے آباد تیرا خانۂ دام اے صیاد — دلکو کب سے ہوس دردِ گرفتاری تھی
کم بلبل و پروانہ میں کی عمر تلف — لبکہ عادت میری عشاق کی غمخواری تھی
… ہستی کی جو کی سیر تو مانندِ حباب — جس کو دیکھا اوسے اپنی ہی ہواداری تھی
دن عذر حشر کا کیونکر ہمیں رہتا عیشی — قابل عفو کریم اپنی گنہگاری تھی

… ہو کے محفلِ ہستی میں کب سے ہے — ہم زیر تیغ شمع نمط بے سبب سے ہے
پہنچے طلب تھکے ہیں کہاں آکے یا نصیب — دو چار کوس منزلِ مقصد کے جب سے ہے

ہر جام رشکِ ساغرِ جمشید ہے ہمیں — آباد ساقیا تری بزمِ طرب رہے
فرسنگِ اول رہِ الفت نہ طے ہوا — گردش میں عمر بھر سے پائے طلب رہے
بجا ہے اوس سے گرمیِ صحبت کی آرزو — غلیشی نگاہ گرم سے بھی جس کو تپ رہے
جلائے طور او سوزِ نہانی — اوٹھائے کون نازِ لن ترانی
کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل — نسیمِ صبح تیری مہربانی
شراب صاف کا دے جام ساقی — کہ یہ ہے زلالِ زندگانی
وہ منزل ہے ہمیں درپیش جسمیں — نشانِ رفتگان ہے بے نشانی
نہ پیری میں ستائے محنتِ عشق — اوٹھا لی تھی ترے صدمے جوانی
کیا خاکِ درِ میخانہ مجھکو — جزاک اللہ دورِ آسمانی
شبِ غم میں سوا جل جلکے غلیشی — سنا ہے شمعِ محفل کی زبانی

ہستی کا جو اپنی مجھے مختار بناتے — فقط سو بار مٹاتا میں جو سو بار بناتے

انتخاب دیوان غافل شاگرد مصحفی

شانہ سے یہ موگیسوئے سفاک کا ٹوٹا — یا رشتۂ جاں عاشق غمناک کا ٹوٹا
دم ٹوٹ گیا بادہ پرستونکا چمن میں — گلشن میں اگر خوشہ کوئی تاک کا ٹوٹا
مت باندھ سر بسمل بیتاب کو اسمیں — کیا لطف جو حلقہ تری فتراک کا ٹوٹا
نظارۂ خوبان سے یہ آنکھیں ہوئیں سیر — رشتہ نہ ہماری نگہ پاک کا ٹوٹا
وہ موج سبک سیر ہوں اس بحر میں غافل — دل جس سے نہ خار و خس و خاشاک کا ٹوٹا
بیخبر موت سے اپنی ہے یہ نادان کیا — آکے یاں بھول گیا آپ کو انسان کیا
چشم انصاف سے ٹک دیکھ کے بتلا اے کبک — چہرۂ یار ہے کیا مہ تابان کیا
کچھ ہما خاک سے نے کچھ مور و مگس نے کھایا — تشنۂ خون تھا ترا خنجر براں کیسا
نہ زمیں ہوتی ہے شق اور نہ فلک پھٹتا ہے — نالہ کرتا ہے تو غافل شب ہجران کیا
رات جیب سے یہ جو داطرۂ عبا نانہ ہوا — اک تو دیوانہ تھا میں اور بھی دیوانہ ہوا

اس سے کیا اور مرا مرتبہ ہوویگا کہ میں / پیرِ مغانہ ہوا راہبِ بتخانہ ہوا
یاد آیا کوئی میخوار لے کیا ساقی / آبدیدہ جو ترے ہاتھ میں پیمانہ ہوا
قصۂ درد مرا جس نے سنا ہو غافل ___ کب پسند اُس کے بھلا اور کا افسانہ ہوا

آفتِ جان نہ فقط یار کا انداز ہوا / جی کے دشمن ہیں سبھی غمزہ ہوا ناز ہوا
کونسا وصل کا اسلوب تھا میرے انکے / ان بتوں سے تو مرا کام خدا ساز ہوا
بوئے گل آتی ہے ابتک مرے پیراہن سے / وصل کی رات لپٹنا ترا غماز ہوا
حالِ دل جس سے چھپاتا تھا میں اپنا غافل / وہی مونس وہی ہمدم وہی ہمراز ہوا
عہدِ پیری میں بھی غفلت نہ گئی اپنی دریغ ___ خواب میں ہم رہے اور صبح کا آغاز ہوا

آکے سجادہ نشین قیس ہوا میرے بعد / نہ رہی دشت میں خالی کوئی جا میرے بعد
میان میں اُس نے جو کی تیغِ جفا میرے بعد / خون گرفتہ کوئی کیا اور نہ تھا میرے بعد
دوستی کا بھی تجھے پاس نہ آیا ہے ہے / تو نے دشمن سے کیا میرا گلا میرے بعد
گرم بازاری الفت ہے مجھی سے ورنہ / کوئی لینے کا نہیں نام وفا میرے بعد
منہ پہ لے دامنِ گل روئینگے مرغانِ چمن / باغ میں خاک اڑائیگی صبا میرے بعد
اب تو ہنس ہنس کے لگاتا ہے وہ مہندی لیکن / خون رلائیگا اُسے رنگِ حنا میرے بعد
سُنکے مرنے کی خبر یار مرے گھر آیا / یعنی مقبول ہوئی میری دعا میرے بعد
ذبح کرکے مجھے نادم یہ ہوا وہ قاتل / ہاتھ میں پھر کبھی خنجر نہ لیا میرے بعد
برگِ گل لاتی صبا قبر پہ میرے نہ نسیم / پھر گئی اتنا زمانے کی ہوا میرے بعد
تہِ شمشیر بھی سبقت ہے مقتل میں مجھے / دیکھئے اب کسے لاتی ہے قضا میرے بعد
شرطِ یاری یہی ہوتی ہے کہ تو نے غافل ___ بھول کر بھی نہ مجھے یاد کیا میرے بعد

نے گریبان ہی میں حالت ہے نہ دامن میں تار / اے جنوں چھوڑا ہے تو نے نہ پیراہن تن پر
عشقِ بت میں ہم آپ زنار سمجھے لئے جنون / پیچ سے گردن کے وہ [illegible] گردن میں آیا
کیا کہوں میں کاٹ شمشیرِ نگاہِ یار کا / صاف نکلے ہے غافل [illegible]
شانہ تو چھٹا زلفِ پریشان سے اُلجھکر / سمجھا نہ یہ دل کا گل [illegible] سے اُلجھکر

لیتا ہے خبر کون اسیران بلا کی — مر مر گئے تاریکی زندان سے الجھکر
آئی نہ قیامت کہیں جلدی ہوں شتابان — گھبرائے ہے جی اب شب ہجران سے الجھکر
اے تیر فگن بس ہے یہی مجھکو تمنا — چھوٹے نہ رگ جان ترے پیکان سے الجھکر
مت بحث رقیبان کج اندیش سے غافل — بے قدر ہوا ہے سفیہان سے الجھکر

نکلو اے بلبل مبارک ہو یہ سامان بہار — دم کی دم مثل صبا ہیں یہ تو مہمان بہار
سبزۂ بیگانہ ہوں اس گلستان دہر تک — نے سزاوار خزان ہوں نہ شایان بہار
جبکہ گھڑی فوج سنان گلشن میں صف آرا ہوئی — کام آئے سب سے پہلے سرو میدان بہار
دیدۂ خونبار کو تعلیم گریہ دے اسے — شبنم گل سے ابھی پیدا ہو طوفان بہار
آب و رنگ گل بہا ہے گریۂ خونین سے ہے — دیدۂ پر خون ہے اپنا سامان بہار
ترک جان سے اسقدر حاصل ہوئی انکو خوشی — ہنس رہی ہیں مثل گل زخم تیر [illegible]
کیا توقع رکھیے اے غافل کسی سے چلتے وقت — ایک مشت خار نے کھینچا [illegible] بہار

دیکھیے بخشیں جو مرا حال تو کھائے افسوس — [illegible] ہوکر [illegible]
جس کمان ابرو پہ سو جان سے قربان ہوں تمام — ہدف تیر وہ اور [illegible] افسوس
جس کے دیدار کی حسرت میں ہوئی آنکھ سفید — [illegible] دم وہ [illegible] افسوس
آہ آوارہ پھرے دشت طلب میں غافل — اور [illegible]

کیوں نہ سب مہک جاوین شہر سے بیابان تک — شانہ پھر لگا [illegible] تک
رفتہ رفتہ رسوائی اپنی دور پہنچے گی — چاک جیب جا [illegible] ایک دامان تک
تھا جو مانع گریہ شب کو بیم رسوائی — اب لے پہنچے [illegible] نوک مژگان تک
چند روز ہے یونہی گر تغافل صیاد — مر ہی جائیں گے ہم تو موسم بہاران تک
اپنے بعد کی غافل کچھ بھی ہے خبر تجکو — خون میں تر [illegible] دامن سے ہو گیا گریبان تک

کیونکہ یہ تلف اشک سے مژگان میں لگی آگ — شبنم سے [illegible] نیستان میں لگی آگ
نہ اس سے دھوان نکلے ہے نہ شعلہ اٹھے ہے — [illegible] دل نالان میں لگی آگ
آتش جو جا سے تن پر داغ کی بھڑکی — دامن سے بجھائی تو گریبان میں لگی آگ

شاخیں شجر سدرہ سے آہو نے رگڑ کر　　وہ شعلہ نکالا کہ بیابان میں لگی آگ
اللہ رے گرمی مے انگور کی غافل　　اک جام کے پیتے ہی دل جان میں لگی آگ

قفس بلبل کا سوئے گلستان لانے سے کیا حاصل　　وہ اگلے چہچہے پھر یاد دلوانے سے کیا حاصل
نہیں کچھ دیدۂ عاشق سے کم عکس ان کی آنکھیں　　ہم نے آئینہ دیکھا تو شرمانے سے کیا حاصل

کس نے نگاہ ہوش ربا کی تھی سوئے گل　　پانی کے چھینٹے دیتی ہے شبنم پڑے گل
… کو ادائے غنچہ سے معلوم … ہے　　مرغ چمن پہ لائیگی آفت بوئے گل
… گلستان میں کس سے کہیں … سرگذشت　　پاتے ہیں ہم تو مرغ چمن میں بھی خوئے گل
… قد پہ میرے پھول رکھے کیوں نسیم نے　　مجکو تو اس کے ہاتھ سے ہے آرزوئے گل
غافل بقول مصرعہ استاد یار بن　　نشتر سی کچھ … میں گھٹی ہے بوئے گل

جلوہ برق کم سنا ہیں ہم　　ہے … ہستی … کیا ہیں ہم
… ل میر بھی نہیں مجال سخن　　اس رسائی … ہیں ہم
… مزاج یار … ہو　　… آئینہ باصفا ہیں ہم
… ن میں … کہتا ہے　　قہر ہیں فتنہ ہیں بلا ہیں ہم
مختصر ہے کیا ہیں غافل　　پیرو آل مصطفیٰ ہیں ہم

… جا … پردہ چہرے سے اٹھا دیویں　　ہر ساکن محفل کو پروانہ بنا دیویں
… کے تاروں کو کب بزم میں جا دیویں　　جو شمع مجالس کو آہوں سے بجھا دیویں
… خوبان کے اعجاز نرالا ہے　　زندوں کو کریں مردہ مردوں کو جلا دیویں
… لوگو … سے کیا رکھیں امید جواب خط　　جو خط بھی کبھی ہم کو لکھیں تو مٹا دیویں
… ہے جو ہم مجرم الفت ہیں　　تلوار وہ بت کھینچے اور سر نہ جھکا دیویں
… زیں موزوں مرغان چمن غافل　　ہم طرز فغاں اپنی جبتک نہ سکھا دیویں

… جی جان اٹھانے کی نہیں　　تو نہ آئیگا تو کیا موت بھی آنے کی نہیں
… ذرا دیکھ تو بے پروائی　　پیرہن چاک ہے اور فکر سلانے کی نہیں
روز شب اس کی اطاعت ہی میں رہنا غافل　　یار بگڑے گا تو کچھ بات بن آنی کی نہیں

مبتلا رنج مکافات میں فرزانے ہین ٭ پرستش حشر سے فارغ ہین جو دیوانے ہین
کس کی آمد ہے جو ساقی نے تکلف یہ کیا کہ گلابی ہین سبو سر کی پیمانے ہین
آمد آمد جو سنی ہے تری اے غیرت شمع ہجم آج مرے بزم میں پروانے ہین
اب بھی باز آئے اگر غیر کے ملنے سے وہ شوخ وہی باتیں وہی چرچے وہی یارانے ہین
مہر و مہ منگتے ہین خیرات کے ساغر غافل ـــــ اندلون اپنی تصرف میں تو وہ پیمانے ہین

کوئی تو ہے مجلس آرائے طرب زیر زمین آگے پیچھے جو چلے جاتے ہین سب زیر زمین
گور ہی شاید ہماری منزل مقصود تھی رہ گئے چلنے سے جو پائے طلب زیر زمین
ملک ہستی سے جو اے غافل گئے سوئے عدم ہم کو اک خلقت نظر آئی عجب زیر زمین
ایک سی تو قبر وان دیکھی گدا و شاہ کی ـــــ قیصر و جم کا نہین کرتے ادب زیر زمین

ہے کسے شوق شہادت میں خیال گردن شمع سان ہے ہمیں سر اپنا وبال گردن
تیرہ بختی کو مری جب سے ملا حسن قبول خال رخسار کہین ہے کہین خال گردن
پردہ شب میں کوئی نور سحر چھپتا ہے کب نہان جعد میں ہو حسن وجمال گردن
گر خوشی قتل میں ہے اُنکی تو ہین اسمین بھی خوش نہ غم سر ہے مجھے اور نہ ملال گردن
استعارے میں یہ جائز ہے اگر اے غافل ـــــ باندھیے طوق طلائی کو ہلال گردن

بہار آئی ہے مے بھر لیے ساتگینون مین کہ لطف بادہ کشی ہے انھیں مہینوں مین
گمان شعلۂ فانوس ہو نہ تنگیے کو جو دیکھے دست حنائی اُن آستینوں مین
بلند ہے وہ مرا بام فکر اے غافل فلک بھی زینۂ اول ہے جسکے زینوں مین ـــــ

اسی پہ پڑتی ہے آنکھ اپنی نازنینوں مین ملے ہے جس سے شباہت تری حسینوں مین
شب فراق مین بہلائین کس سے دل اپنا نہ ہمدم یہان کوئی ہے نہ ہمنشینون مین
جہان جہان عرق افشان وہ ماہرو گذرا چمک رہے ہین ستارے سے اُن زمینوں مین
بتون کے ناز اُٹھاتے ہین جو کہ اے غافل ـــــ عوض دلون کے ہین کیا سنگ اُنکے سینوں مین

افشان ہنوز ہے سنبل مشکین یار مین تارے چھٹک رہے ہین یہ صبح بہار ہیں
نقش قدم کی طرح ترے رہگذار مین آنکھیں مری سپید ہوئین انتظار مین

مینا سے سبز رنگ ہمارا جو سرو ہے — غنچے سے کم نہیں ہے گلابی بہار میں
اللہ ری شرم حسن کہ مجنون کو دیکھکر — چھپ چھپ گیا ہے ناقہ لیلی غبار میں
اے غیرت مسیح خبر اس کی جلد لے — غافل تڑپ رہا ہے ترے انتظار میں

تر اشک خون سے گوشۂ داماں ہے اندنوں — کیا آب و رنگ پر یہ گلستاں ہے اندنوں
باہر نہیں اپنے جامے سے دیوانگان عشق — از بسکہ جوش فصل بہاراں ہے اندنوں
ہے موسم بہار جنون خیز اسقدر — سو جا سے گل کا چاک گریباں ہے اندنوں
بیدار بخت ہمسا زمانے میں کون ہے — بالیں خواب زانوئے جاناں ہے اندنوں
غافل ہے بسکہ غلبۂ دین محمدی — آگے جو گبر تھا وہ مسلماں ہے اندنوں

کیا برباد ظاہر کرکے تونے آسماں مجکو — شرار سنگ کے مانند رکھنا تھا نہاں مجکو
غنیمت ہے یہ باہم بیٹھنا اے بت کوئی دم میں — خدا جانے فلک پھینکے کہاں تجکو کہاں مجکو
تماشا ہو جو شب کو اس گلی میں لوٹ کے سوکے — نہ ٹوکے پاسباں مجکو نہ روکے درباں مجکو
تماشائے گلستاں کی نہیں پروا کچھ اے غافل — دکھائی فکر رنگیں نے بہار بوستاں مجکو

خاک پر مارے ادب سے نہ گرائے آنسو — ہم نے چہرے ہی پہ مل مل کے مٹائے آنسو
رحم تجکو تو دم ذبح نہ آیا مجھ پر — دیدۂ جوہر خنجر میں بھر آئے آنسو
ضبط گریہ نہوا یار کے آگے مجھ سے — میں نے کتنا بن مژگاں میں چھپائے آنسو
آتش داغ جگر بجھ نہ سکی کیا ان سے — تا بہ دامن جو گئے آنکھ چرائے آنسو
قصۂ غم کو مرے شمع شبستاں سنکر — اتنا روئی کہ لگن میں نہ سمائے آنسو
یک بیک آ جو گیا سامنے وہ مہرلقا — غافل اسوقت نہ ہم پونچھنے پائے آنسو

کہاں تلک کوئی مجنوں صفت خراب پھرے — کہیں وہ لیلی محمل نشیں شتاب پھرے
نکل اس گلی سے نہ ہم خانماں خراب پھرے — اگر پھرے بھی تو بادیدۂ پر آب پھرے
بدل بہار سے جاوے خزاں گلشن عمر — جو پھر بھی جائے تو دم شباب پھرے
ہاں جس کا کہ بیداری میں رہے سر دم — اسی کی آنکھوں میں صورت سیا خواب پھرے
بس فنا بھی یہی آرزو تھی غافل کی — غبار بن کے ترے ہمرکاب پھرے

رُلاتے ہیں ستارے آنکھ اُن مخمور آنکھوں نے
کیا ہے شرم کے پردے کو شاید دور آنکھوں نے

کیا ہے قتل اک عالم کو جنکے لال ڈورے نے
خداوندا بچا نا مجکو ان مخمور آنکھوں سے

نہیں اے شمع اُسکی بزم میں گر حکم رونے کا
تو ہم آنسو نہ گرنے دینگے تا مقدور آنکھوں سے

نگاہ یار ہم سے آج بے تقصیر پھرتی ہے
کسی کی کچھ نہیں چلتی ہے جب تقدیر پھرتی ہے

مرقع ہے مری آنکھوں میں کیا یاران رفتہ کا ✻ جو نظروں کے تلے ہر ایک کی تصویر پھرتی ہے

تری تلوار کا منہ ہے پھر جائے تو پھر جائے
ہماری آنکھ کب قاتل نہ شمشیر پھرتی ہے

کبھی تو کھینچ لائیگی اسے گور غریبان تک
نہ مدت سے ہماری خاک دامنگیر پھرتی ہے

بیان کس منہ سے ہووے یار کی شیرین کلامی کا
زبان پر اپنی اتبک لذت تقریر پھرتی ہے

مقام عشق میں شاہ و گدا کا ایک رتبہ ہے
زلیخا ہر گلی کوچے میں بے توقیر پھرتی ہے

فراق گل میں تو اتنا عبث نالان و مضطر ہے
بہار رفتہ پھر اے بلبل دلگیر پھرتی ہے

در باب اثر تک اکدن جاتے نہیں دیکھا
خدا جانے کہاں یہ آہ بے تاثیر پھرتی ہے

خدا شاہد ہے اس کا پھر نہیں ملتی نہیں ملتی
طبیعت جس سے اپنی اے بت بے پیر پھرتی ہے

ہم اس لیلی کے دیوانے نہیں اے غافل جو صحرا میں
بغل میں لیئے مجنون کی تصویر پھرتی ہے

چمن کو حسن جانان سے یہ کیا آتی ہے
ناز کرتی ہوئی جو باد صبا آتی ہے

صبح کس طرح سے ہوگی شب دیجور فراق
نہ تو نیند آتی ہے مجکو نہ قضا آتی ہے

کس طرح قافلہ ملک عدم کو ڈھونڈھیں
نقش پا ملتے ہیں نہ بانگ درا آتی ہے

چھوڑ جاتا ہے وہ جب گھر میں اکیلا مجکو
در و دیوار سے رونے کی صدا آتی ہے

اس چمن میں کوئی دل کس سے لگائے غافل
کون سے گل میں یہاں بوئے وفا آتی ہے

اُٹھائے رشک سے زمیں اگر پردہ اُٹھاتا ہے
گل خورشید سے اکدن نہیں مجکو ملاتا ہے

گنے جاتے ہیں ہم بھی اس گل رعنا کی کشتوں میں
بسنتی چادر مدفن ہی گلگون شامیانہ ہے

جہاں بات اس شعلہ رو کی چلی ہے
تو پھر شمع کیا ہے جلائے جلی ہے

جلایا تھا تونے پتنگے کو جس میں
اسی آگ میں شمع تو بھی جلی ہے

دورنگی ذرا باغ دنیا کی دیکھو
جو روتی ہے شبنم تو ہنستی کلی ہے

ترا دیوانہ جب سے اُٹھ گیا صحرائے وحشت سے ✻ بگولے کیطرح سے ڈھونڈھتی زنجیر پھرتی ہے

کہیں آنسوؤں سے نہ دھو ڈالیں آنکھیں ابھی خاک اُس در کی منہ سے ملی ہے
کھدا ہوا ہے نام شیر خدا کا —— مرا دل ہے غافل کہ نادِ علی ہے

غازے سے فروزاں رخ پر نور ہو جائے ڈرتا ہوں پری سے تو کہیں حور نہ جل جائے
دکھلائیں ترے روئے عرقناک کا عالم گر شبنم گل بات سے کافور نہ ہو جائے
جب ذکر چلے اس رخ پر نور کا غافل —— خاموش چراغ شجرِ طور نہ ہو جائے

جس کے دل پہ ہوں لگنے ناوک مژگاں کتنے قتل کرتے ہوئے سے تم بھی ہو ناداں کتنے
شور زنداں میں ہے نئے خانۂ زنجیر میں غل —— اک ترے مرتے ہی اُجڑ ہو گئے ویراں کتنے

اذیت محبت گوارا کریں گے ولیکن نہ شکوہ تمہارا کریں گے
اٹھائے کوئی نازِ مشاطہ کب تک ہمیں بال تیرے سنوارا کریں گے
جو بالیں پہ آیا دمِ نزع قاتل نہ بولیں گے نے کچھ اشارا کریں گے
بھرے ہیں مری چشم تر میں جو آنسو یہی سازِ دل آشکارا کریں گے
جہاں پر فرشتوں کے جلتے ہیں غافل —— وہاں کس طرح ہم گزارا کریں گے

نالے کے سوا بات نکلتی نہیں لب سے ڈر ہے کہ اٹھا دیں نہ مجھے بزم طرب سے
ہر طرح وہ عاشق کے تئیں مار رکھے ہے شوخی سے تغافل سے ترحم سے غضب سے
کیا لطف ہے غافل جو غزل کہہ گئے موزوں —— کوئی بھی تو مضمون الگ باندھتے سب سے

مے خوردہ جو وہ نرگسِ شہلا نظر آئے تو صبح گلستاں کا تماشا نظر آئے
اٹھ جائے جو غفلت کا در چشم سے پردا اس آئینۂ دل ہی میں کیا کیا نظر آئے
ہم بے طلب یار سمجھیں کبھی غافل —— ہم کو در فردوس بھی گر وا نظر آئے

زخم گردن پہ مرے طوق گریباں بن جائے بے سری آئے تو وہ بھی سر و ساماں بن جائے
گلشن دہر میں خاک کروں گلچینی ہاتھ جس گل کو لگاؤں گل حرماں بن جائے
لحد میں بھی خیال آئے جو رونے کا مجھے خاک اڑ اڑ کے مری ابر بہاراں بن جائے
لوٹتا جائے اگر دامن جاناں اسیر سبزۂ تربت کا مرے خار مغیلاں بن جائے
یار بن جام اگر ہاتھ میں لوں اے غافل —— موج مے میرے لیے خنجر براں بن جائے

گلے پہ ہاتھ سے اپنے رواں شمشیر مرنے کی — نہ بن آئی جو کچھ مجھ سے تو تدبیر مرنے کی
جو چھیڑا ہوگا خوباں نے تو بولا ہوگا کچھ میں بھی — مثال ساز کس دن خود بخود تقریر مرنے کی
گلستاں میں جہاں اک برگ گل نہ ہاتھ آیا — نگہ کی طرح سیر گلشن تصویر میں نے کی
خجل ہو کر جاتی آہ یوں نالے سے کہتی ہے — نہ کچھ تاثیر تو نے کی نہ کچھ تاثیر میں نے کی
کٹی اوقات عشرت ہی میں اے غافل مری اب تک — جہاں میں شاد کس دن خاطر دلگیر میں نے کی

نہ لکتے داغوں کی طرح زخم بھی پنہاں کرتے — وہ نہ سمجھے ہم کہ جو قاتل کو پشیماں کرتے
ہمنے یہ درد محبت میں مزا پایا تھا — مرتے مرجاتے پہ لیے اس کا نہ درماں کرتے
مانع سیر عدم تار نفس ہیں اپنے — کٹتی زنجیر تو ہم قصد بیاباں کرتے
نفس چند نہ باقی تھے مری زیست کے کاش — اب بھی آجاتے وہ اکدم کو تو احساں کرتے
تو نہ ملنے دیا پھرتے جو نہ اے غافل — بیٹھکر گریہ سر گور غریباں کرتے

باز آ کہیں اب بھی ستانے سے کسی کے — حاصل تمہیں کیا ہوگا اٹھانے سے کسی کے
ابنود علاقہ مرے لاشے پہ ہوئے — ایسا ہو جی اٹھو نہیں آنے سے کسی کے
ٹھکرا کے نہ چل خاک کے سوتوں کو تو اے شوخ — ہرگز یہ نہ جاگینگے جگانے سے کسی کے
پھر مجھ سے لپٹتا رہا ہے نہ آئیگا تمھارے — مجکو نہ کرو قتل سکھانے سے کسی کے
نالے مرے سنکر یہ کہا یار نے غافل — نیند آتی نہیں شور مچانے سے کسی کے

ہمنے جو دل میں ٹھانی تھی وہ بات کر گئے — نام فراق سنتے ہی جی سے گذر گئے
اب ان سبک روؤں کا نشان قدم ملے — جو اس چمن سے مثل نسیم سحر گئے
غافل یہ مہرباں نہ ہوا وہ شباب میں — کہنے کو بات رہ گئی اور دن گذر گئے

شب کو جس بزم میں وہ ماہ فرنگ آتا ہے — پہلے واں شمع کے آنے سے پتنگ آتا ہے
چشم بیمار تری سرخ جو خونخوار سی ہے — بادہ نوشی سے کب آنکھوں پہ یہ رنگ آتا ہے
ضبط کرتا ہوں تو لگتی ہے پڑی بال میں آگ — نالہ کرتا ہوں تو صیاد بہ تنگ آتا ہے
جان لینے کی تو ہیں یاد ہزاروں گھاتیں — دلفریبی کا بھی مجکو کوئی ڈھنگ آتا
مبتذل بسکہ فن شعر ہوا اے غافل — کوئی شاعر مجھے کہتا ہے تو ننگ آتا ہے

فقط

انتخاب دیوان شہیدی شاگرد مصحفی

قلم پیدا کیا کیا طرفہ بسم اللہ کی مد کا / سر دیوان لکھا ہے میں نے مطلع نعت احمد کا
چمن پیرائے کون فراش ملکی بزم رنگین میں / بہار آفرینش ایک بوٹا اس کی مسند کا
وہ اس عالم میں رونق بخش تھا ہو رونکی تشبیہ / گیا جنت میں سایہ بنکے طوبی اس سہی قد کا
وہ ہر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل / نواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدد کا
ٹھنگے جس گھڑی عشرت کے سامان بزم جنت میں / کھلیگا حال امت کو ترے احسان بے حد کا
تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھے / قفس سے جسوقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
خدا سے چوم لیتا ہے شہیدی کس محبت سے —— زبان پر میرے جس دم نام آتا ہے محمد کا
ہزار مرتبہ دیکھا ستم جدائی کا / ہنوز حوصلہ باقی ہے آشنائی کا
ادب نہ دادی وحشت کے مجھے ترک ہے —— جنون میں ہوش رہا ہے برہنہ پائی کا
لذت قتل سے آگاہ جو قاتل ہوتا / اپنے خنجر کے تلے آپ ہی بسمل ہوتا
تنگ گر سینے اون کے عوض دل ہوتا / کار عشاق نہ اس مرتبہ مشکل ہوتا
عام ہیں اوس کے تو الطاف شہیدی سب پہ —— تجھے کیا ضد تھی اگر تو کسی قابل ہوتا
آسمان سپہر پہ ہے مرے دود آہ کا / کاکل بنا ہے عارض زیبائے ماہ کا
زاہد دو روزہ میں کئے کس خوشی سے عمر / گر مجھکو غم نہ ہو طرب گاہ گاہ کا
بربار دہ ہو گیا میں شہیدی بقول میر / خانہ خراب ہو جیو اسد قلی جاہ کا
… بھی دیتا جو حق سے کر کے منت مانگتا —— پر فزون قسمت سے کیا میں اہل غیرت مانگتا
… کے بدلے مے پرستی کو سوئے خانہ گرد / گر مرا ساقی دعا سے ابر رحمت مانگتا
… زیادہ لطف حاصل ہے کہ ٹھہراتے جو وصل / سو خوشامد کر کے میں شب بھر کی مہلت مانگتا
… ق میں ہے بانناموس دو عالم سر کے / ضعف سے ہستی تو میں تھوڑی سی طاقت مانگتا
… کے رخصت کیا مجمل بیٹھا ہوں ملکی بزم میں / کاش پہلے اپنے دل سے میں اجازت مانگتا
… مشکل تجھسے چاہتا / حسن گر ہوتا مصور تیری صورت مانگتا
حشر سے پہلے شہیدی تو تو بہ سچا فلاں ہیں / ورنہ مشکل ہوتی گر داد محبت مانگتا

تجھ سے وہ نہیں عشاق کا دستور کرون کیا — کر اوس کے ستم کا ہون مشکور کرون کیا
لاؤن گا زبان پر تری بیداد نہ ہرگز — بے رحم تجھے خلق میں مشہور کرون کیا
ہو جائیگا جب سنکے مرا حرف تمنا — نادان ہے اوسے اور بھی مغرور کرون کیا
تھا روز مرا تجھسے بھی تاریک زیادہ — میں تیرہ اگر اے شب دیجور کرون کیا
ہر لحظہ رکھون ہاتھ میں دل انکار لیکن — یان خو سے شہیدی کے ہون مجبور کرون کیا
تو نے شب غم پاؤن نہ دامان سے نکالا — سر صبح قیامت نے گریبان سے نکالا

تا خوش کا خط پیکر دیبا نے اوٹھایا — بوسہ کا مزا ساغر صہبا نے اٹھایا
کس نے دل محزون کو ستایا تھا اک عمر — خجلت سے نہ سر زلف چلیپا نے اٹھایا
ظالم چمن آرا کو ہے گلچین کی اجازت — کیون شور عبث بلبل شیدا نے اٹھایا
بیمار محبت کو اب اللہ شفا دے — سنتے ہین کہ ہاتھ اوس سے مسیحا نے اٹھایا
ست تہ بہ سخن گو کہ پس مرگ شہیدی — تابوت مرا دوش پہ شیدا نے اوٹھایا

کیا بہار دیے ہو گی حسرت فزاے عندلیب — کثرت گل سے نہین گلشن میں جاے عندلیب

تھی جنکے سبب رونق بازار محبت — وہ اوٹھ گئے ساتھ خریدار محبت
ہر لخت جگر نو گل خندان کا ہے روکش — شاداب ہمیشہ یہ ہے گلزار محبت
ساقی سے غرض مجھکو نہ صہبا کی تمنا — ہون بادہ ساقی سے میں سرشار محبت
ہنستی تھی مری عقل پہ رسوائی عالم — رو رو کے کیا اوس سے جب اظہار محبت
ان شعلہ رخون نے مجھے کیا کیا نہ کیا پیار — یہ یان بھی شہیدی ہین پرستار محبت

ہے سورہ والشمس اگر روے محمد — واللیل کی تفسیر ہوے موے محمد
کس وضع اوٹھاتے ہوے ہین بار دو عالم — ظاہر میں تو نازک سے ہین بازوے محمد
رضوان کے لئے لیچلو سوغات شہیدی — گر ہاتھ لگے خار و خس کوے محمد

بار ہوئین سالا ہو لیلی کی بڑھائی زنجیر — عشق نے پاؤن میں مجنون کے پنہائی زنجیر
سیکھے ہے کوئی ضبط جنون ان کے انداز — برسون پابند رہے پر نہ بلائی زنجیر
وجد میں تھا در و دیوار لوا عشا نہ کا — رات بھر اون کے اسیرون نے ہلائی زنجیر

نازپروردۂ سلطان جنون ہون آخر — چاہیے تھی مرے پاؤن میں طلا کی زنجیر
جرم الفت کے مقید پہ لعذیت ہے خاص — گرم ہی گرم پنہا دیتے ہیں تائی زنجیر
پا گرفتار ہون تابا ہتہ جو ہے اُسکی زلف — خواب میں آج شہید کی نظر آئی زنجیر

گر نہیں ہے باغبان گلشن میں طغیان بہار — جام عمر بلبلان بھر دیگا طوفان بہار
ہر گل خود رو کو ہے تشویش سامان بہار — اُنکے وحشی کا جنون شاید ہے مہمان بہار
اس کے باغ حسن کی رہتی ہے گلچینی ہوس — چاک ہوگا مثل گل ہو جائے دامان بہار
لالہ پر عارض نے ڈالی ہے اب لب رنگین خرام — تیری گرد راہ سے طرح گلستان بہار
زلف دلکش سے معطر ہے اگر مشکوی باغ — روئے مہوش سے منور ہے شبستان بہار
جام گل پر بادہ نکلے شاخ مینا رنگ سے — تیری چشم مست گر ہو میرسامان بہار
بہر استقبال گل ملک عدم کو ہم چلے — ہمصفیرون کو مبارک لطف عنوان بہار
وصل کی شب گریۂ عاشق میں ہے کچھ اور لطف — اے شہید کی خوشنما ہوتا ہے باران بہار

تیرے پر سے جھڑنے لگے شرر تڑپ تو بلبل بلبل — جلیگا قفس جلیگا قفس جلیگا قفس جلے گا قفس
ترے غمزہ کا ہون بریدہ دست جنگجو مرے قتل پر — نہ کرو کس نہ کرو کس نہ کرو کس نہ کرو کس
مرا دل برنگ حنا ہے خون ترے پاؤن تک مجھے کیا گزر — نہیں دسترس نہیں دسترس نہیں دسترس نہیں دسترس
کوئی کاروان جو نکل گیا سوئے نجد قیس تو بول اٹھا — وہ بجا جرس وہ بجا جرس وہ بجا جرس وہ بجا جرس
تو شہید کی ابر سے سی کہہ دے مشت بیتے ہیں جس جگہ — وہین جا برس وہین جا برس وہین جا برس وہین جا برس

خوابان کام جان ہین تن آسانیون میں ہم — تا زندگی رہین گے پشیمانیون میں ہم
جانی سخندر کو رسوا دان ہند نے — پھینکینگے اپنا سر سر صفا پانیون میں ہم
دو قسم آدمی ہین جفا کار و باوفا — گرا تو لون میں وہ ہے تو ہین تانیون میں ہم
چھٹپن سے ہے مزاج میں سودائے عاشقی — کاکل صفت پڑے ہین پریشانیون میں ہم
جنگ جدل رہیگی شہید کی تمام عمر — ایرانیون میں یار ہے تورانیون میں ہم

ہے تیرا تصور میں ترے آٹھ پہر ہم — دن رات ہین ہمخانۂ خورشید و قمر ہم
جلوہ سے ترے عالم اشراق کو ہے فیض — مشہود ہوئے ہون مجتہد علم نظر ہم

فردوس کی گلگشت کو بھی چلتے ہیں رضوان
دوزخ پہ ذرا سینک لیں یہ دامن تر ہم

تو چاند سے بہتر ہے کہ رونق ترے منہ پر
پاتے ہیں فزوں شام سے بھی وقت سحر ہم

ہر وضع کے انسان سے ملاقات ہے ان کو
سب خلق مدارات کے قابل ہے مگر ہم

دیکھے ہیں مگر بکھرے ہوے بال کسی کے
کچھ آج شہیدی کا عجب حال ہے درہم

لاکھ بد ہوں آپ ہمکو نہ دیں آزار ہم
خار ہیں پر وادی تصویر کے ہیں خار ہم

دوستو گر ہے کج خلقی ہو کہنا تم معاف
فرقت جاناں میں اپنے جی سے ہیں بیزار ہم

جملہ تن گر ہو دہن قاتل کے چومیں ہاتھ کو
تیری قسمت کو کہاں سے لائیں اے سوفار ہم

گھر ہمارے آج وہ خورشید پیکر آئے گا
دیکھتے ہیں شام میں کچھ صبح کے آثار ہم

اسقدر ظالم نہیں ہیں قابل آزار ہم
اب ترے دشمن سہی آخر کبھی تھے یار ہم

جلد اوس کان ملاحت کی ہے آ اُسکی خبر
اب دوا کرتے ہیں تیری اے دل بیمار ہم

بدگمانی ڈالتی تھی دل میں اک ناسور سا
دیکھتے تھے بند جب وہ روزن دیوار ہم

دیکھئے کیونکر نبھے صحبت ہماری یار کی
جس قدر وہ پاک دامن اوس قدر میخوار ہم

آکے میرے گھر میں اونکو شام سے نیند آ گئی
اے شہیدی رکھتے ہیں کیا طالع بیدار ہم

کاش اوٹھیں محفل سے آپ یہ ستم دیکھا کریں
ہر کسی سے وہ لڑائیں آنکھ ہم دیکھا کریں

اوس کو مارا اُسکو باندھا اسکو زخمی چھوڑ کر
جلد یا وہ مہ غزالان حرم دیکھا کریں

کہتے ہیں وہ دیکھنا ہمکو بہت اچھا نہیں
اُن سے کہدو آپ ہی آئینہ کم دیکھا کریں

پوچھنا کیا ہے اگر تم ہم کو یاد کیا کرو
روز و شب تصویر تیری اے صنم دیکھا کریں

طرفہ صحبت ہے ہماری شکل سے بیزار تم
روز و شب خواہش ہے تمکو دمبدم دیکھا کریں

کاش بھر دے کوئی وہ جادو کا کاجل آنکھ میں
جس سے ہمکو تم نہ دیکھو تم کو ہم دیکھا کریں

اے شہیدی نام پھر چھیڑ یونکے میلے کا نہ لیں
وہ اگر اپنے شہیدوں کے الم دیکھا کریں

غم میں اکسیر بھرے پیر مغان رکھتے ہیں
چاہتے ہیں جسے تا زیست جوان رکھتے ہیں

شاہد و مے سے یہ محروم ہوں میں دنیا سے
اتقا کا مرے زہاد گمان رکھتے ہیں

شور محشر کو سمجھتے ہیں فسانہ اپنا
بخت بیدار عجب خواب گران رکھتے ہیں

اسی دو سطر میں ہو ختم کتاب آداب — لب خاموش سے طرز بیان رکھتے ہین
اس غزل پر بھی شہیدی کوئی منصف نہوا — آہ کیا بغض و حسد اہل جہان رکھتے ہین
روز و شب یاد تری یار کیا کرتے ہین — سبق عشق کی تکرار کیا کرتے ہین
عاشقون پر اسقدر ظلم و ستم اچھا نہین — دیکھ اے ظالم کہے دیتے ہین ہم اچھا نہین
کی ہے وحشت کے دنون مین ہمنے اک عالم کی سیر — یار کے کوچے سے کچھ باغ ارم اچھا نہین
رحم آتا ہے مجھے اس نوجوانی پر ترے — اے شہیدی رات دن کا رنج و غم اچھا نہین
نکلا کئے وہ چہرہ کو چمکا کے ہمیشہ — رہ رہ گئے حیرت زدہ للچا کے ہمیشہ
اک عمر سے صحبت ہے ولے جب ہوا ان سے — سر نیچے کئے سنتے ہین شرما کے ہمیشہ
قسمت میں ہے کیا نخل تمنا کی الٰہی — پھل اوس کے نہیں خاک مین گدرا کے ہمیشہ
گم گشتہ الفت کے ہون آرام کا قائل — سائے میں رہا شہپر عنقا کے ہمیشہ
احباب سے دیکھی نہ وفا ہمنے شہیدی — شرمندہ ہوئے شفقت اعدا کے ہمیشہ
نہان وہ شوخ ہر برو دل فگار میں ہے — مقام حور کا فردوس کے انار میں ہے
کہانیون میں جو ہمنے سنا وہ جھوٹا ہین — یہی ہین ایک جہان اوس پری کے پیار میں ہے
رقم کرین غزل تازہ طرز میر میں ہم — شراب کا مزہ اس آب خوشگوار میں ہے
متاع شوق کہ نایاب روزگار میں ہے — رواج کیون نہین اس کا دیار یار میں ہے
جہان کو اوس کے لب و چشم نے کیا کیفی — کوئی سرور میں ہے اور کوئی خمار میں ہے
نہ شمار میں شعرا کے نہ آدمیوں میں یکتا — شہیدی ایک لب اعدا کے شمار میں ہے
تنہا نہ خوار اہل زمین تیرے واسطے — افلاک بھی ہین خاک نشین تیرے واسطے
دن کو جلائے مہر تو شب کو ستائے ماہ — کس کس کو مجھسے لاگ نہین تیرے واسطے
لازم ہے یار تجکو مری بیکسی پہ رحم — عالم ہوا ہے بر سر کین تیرے واسطے
سب طالب اپنے اپنے ہون مطلوب سے بہم — ہین نامراد ایک ہمین تیرے واسطے
مت وہ ستائے ان تجکو شہیدی قلق نہ کر — مضطر ہے یار پردہ نشین تیرے واسطے
عشق مین کمتر ہنسے اور بیشتر رویا کئے — ایک شب کا لطف برسون یاد کر رویا کئے

ذوق ہے رونیسے یا تنگ وصلکی شب میں بھی ہم — یار کے پاؤن پہ رکھکر اپنا سر رو یا کئے
اُنکے دیوانون کو بھی کیا ضبط ہے اوقات کا — دو پہر ہنستے رہے گر دو پہر رو یا کئے
رونے میں کل رات غفلت اسقدر طاری ہوئی — یار آکر پھر گیا ہم بے خبر رو یا کئے
دیکھے جانے کا شہیدی حادثہ ایسا نہین — کچھ نہ سُنتے آہ اگر ہم عمر بھر رو یا کئے
در پردہ ستم ہمپہ وہ کر جاتے ہین کیسے — گر لیجئے گلا صاف مکر جاتے ہین کیسے
آنے میں تو سو طرح کی حجت تھی شبِ وصل — دیکھین گے پر اب اوٹھکے سحر جاتے ہین کیسے
رنجش کا مری پاس نہین آپ کو مطلق — برہم تجھے ہم دیکھ کے ڈر جاتے ہین کیسے
غصہ میں نیا رنگ نکالے ہین پریرو — جون جون یہ بگڑتے ہین سنور جاتے ہین کیسے
اس صاحب عصمت کو یہی سوچ ہی ہر صبح — بیوجہ مرے بال بکھر جاتے ہین کیسے
ایام مصیبت کے تو کاٹے نہین کٹتے — دن عیش کے گھڑیون میں گذر جاتے ہین کیسے
وہ وقت تو آنے دے بتاوینگے شہیدی — بن کے کسی شخص پہ مر جاتے ہین کیسے
شہیدی چشم کی زائل ہو دیدار عزیزان سے — اُڑایا ہےنے یہ نسخہ پیراہن پیر کنعان سے
سنا میں نے کہا بلقیس نے ہنسکر سلیمان سے — برابر ہو نہ تسخیر پری تسخیر انسان سے
کفن سر سے بندہا ہے ہاتھ میں کا فوجنت کا — شہیدی کوے قاتل کو چلے ہین طرفہ سامان سے
وہ فتنہ کرکے ستم جب دعا میں لیتا ہے — سپہر شاد ہوا اوسکی بلائیں لیتا ہے
نظر پڑا ہون اگر خواب میں ترے پہلو — رقیب وردِ جگر کی دوائین لیتا ہے
گلی میں اوس کی ہے اہل دول کی آمد رفت — بطور بندہ کے کچھ ہم بھی لا ئیں تا ہے
عاشق کی تیرے سب تجھے طبیعت نہیں پھرتی — گر جور اور آئے تو نیت نہیں پھرتی
سنتے ہین پھرا کرتے ہو تم رات کو گھر گھر — افسوس ہماری کبھی قسمت نہیں پھرتی
محفل میں وہ گل جیسے پھرے عطر لگا کر — اس لطف سے گلزار میں نکہت نہیں پھرتی
فصل وحشت نہ فقط تنگ ہے زندان ہمسے — ناز کیا کیا نہین رکھتے ہیں بیابان ہمسے
ہی رونا ہے شہیدی کہ بقول بیتاب — ہنکے بولا نہ کبھی وہ گل خندان ہمسے
چودھوین کا چاند نکلا ہے گھر گھر چاندنی — سیج دیگی آج میخوار ونکو شب بھر چاندنی

ذبح کرتی ہے مجھے بے تیغ و خنجر چاندنی
کس قدر بے رحم ہے اللہ اکبر چاندنی

سیر دریا کو نہ آتا گر شب مہتاب تو
ڈوب مرتی تیرے غم میں ہو کے مضطر چاندنی

میرے زخموں پہ نمک سے مشک بہتر مشک سے
سودۂ الماس بہتر ہے بہت بہتر چاندنی

غافلوں کو خضر بتلاتا ہے رستہ شہر کا
جانب صحرا ہو دیوانوں کی رہبر چاندنی

وصل کی شب کیا نکالوں اپنے دل کا میں غبار
خوف ہے مجھکو نہ ہو جائے مکدر چاندنی

عمر گذری گر شب تاریک میں کچھ غم نہیں
دیکھ لیں گے لے شہیدا روز محشر چاندنی

منزل سفر عشق کی زنہار نہ ٹوٹے
جب تک کہ قافلہ سالار نہ ٹوٹے

اس پند سے دل ناصح دیندار نہ ٹوٹے
بت توڑنے میں کعبہ کی دیوار نہ ٹوٹے

بے فکر ہے بند نقاب رخ جانان
ہے کبھی قفل در گلزار نہ ٹوٹے

جب تک نہ گوارا ہو تجھے نزع کی تلخی
پرہیز ترا اے دل بیمار نہ ٹوٹے

ہر روز ہو جب سنگ بران عشاق کا چورنگ
اے شوخ کہاں تک تری تلوار نہ ٹوٹے

سر پھوڑوں جو دیوار سے کہتا ہے وہ ظالم
بس بس مرے گھر کی کہیں دیوار نہ ٹوٹے

بیجا ہے تری گرمی بازار کا شکوہ
کیوں جنس گرانی پا کے خریدار نہ ٹوٹے

اے دست جنوں جیب دری ہوش سے کرنا
ناخن ترا الجھ کر کہیں زنار نہ ٹوٹے

دشت میں ہوگا منزل مقصد کا پہونچنا
پر آبلہ پا میں سر خار نہ ٹوٹے

آساں ہے شہیدی کی اگر دلشکنی ہو
پر شرط ہے یہ خاطر اغیار نہ ٹوٹے

الجھے ہے عشاق سے فرصت نہیں ملتی
جانا ہے اپنے تئیں رخصت نہیں ملتی

تو ہے اگر زہر ملا دے شکر اس میں
بے زہر شکر میں مجھے لذت نہیں ملتی

ہے شکل پری قیس کے فتنے سے مشابہ
لیلیٰ کی پر اس شوخ سے رنگت نہیں ملتی

تا قدم بت ہے مرا جامۂ احرام
بے خوار ہوئے عشق میں لذت نہیں ملتی

سجدے سے سایہ فگن ہو سر او پر
تکلیف ہما سے مجھے دولت نہیں ملتی

جانے کی رہ یار سے حاصل ہوئی ہر چند
پر اس دل مضطر سے اجازت نہیں ملتی

ناجی حسب دید کی ہم مانے منت
افسوس شہیدی کی تربت نہیں ملتی

مشام جبل میں نسک گلگی ہنوز بو بھی نہیں گئی ہے
ابھی دماغ خدا ہے غنچہ زلیسنم جو بو بھی نہیں گئی ہے
نہ عشق سر مے کلنے مستی کا نہ شوق غمزہ کلنے ہنسی کا
گمان ہو کر تمکو آرسی کا مسودہ بہ بو بھی نہیں گئی ہے
یقین ہیں مجکو قیس کہ یان کے حال سے اسکو آگہی ہے
نکالکے مکتب سے لیلی اپنے کنارہ جو بھی نہیں گئی ہے
شہید ہی اتنی گمان پرستی نشہ میں سب بھول بیٹھے مستی
ہوئی ہے اس سے تمکو مستی جو تا گلو بھی نہیں گئی ہے

رباعی

قایل ہوے اک صنم کے وہ بھی نہ ملا
مائل ہوے اک صنم کے وہ بھی نہ ملا
ہم تجھسے تمام عمر میں اے اللہ
سائل ہوے اک صنم کے وہ بھی نہ ملا

قطعہ

اک روز وقت پاکے جو کی میں نے اس سے عرض
آزردہ خاطرون کے ستانے سے فائدہ
بوسے کہ واقعی بڑے بیدادگر ہین ہم
ہے کسی کے دل کو لگانے سے فائدہ

انتخاب دیوان تنہا

یان آنے میں عرصہ جو مری جان لگایا
وان باتون میں کسنے تجھے نادان لگایا
پانون میں تڑپ کر ترے بسمل نے یہ دیکھا
آنکھون سے ترا گوشۂ داماں لگایا
آویزون کی جا محمل لیلے کے جرس میں
جا قیس نے اپنا دل نالان لگایا
ہم بھی کوئی طوفان ہو برسات کا موسم
تم نے ابھی اے دیدۂ گریان لگایا
پاتا نہیں اوس کے تئیں اب آپ میں کوئی
کیا جانے تنہا نے کدھر دھیان لگایا
ذکر یہ پہلا تھا شب ہم نشین کسیکا
جی میں خیال گذرا میرے وہیں کسیکا
سینہ پہ ایک پرزا اب جیب کا نہیں ہے
دیکھا تھا ہاتھ میں نے بے آستین کسیکا
لالہ کے پھول رنگین نکلے ہین خاک سے جو
دل خون ہوا ہے شاید زیر زمین کسیکا
کیا کیا نہ سوچ جی میں آتے ہین گر کسی سے
روٹھا ہوا ملے ہے آنا زمین کسی کا
تنہا کہیں توقع کس بات کی کسی سے
ہان سچ تو ہے یہ بھائی کوئی نہیں کسیکا
کہین آلودہ بخون دیکھ کے دامان تیرا
مجکو ڈر ہے کوئی پکڑے نہ گریبان تیرا
صدقہ اوس کشتے کی ہمت کے کہ وہ بعد از قتل
ہاتھ سے دے نہ کبھی گوشۂ داماں تیرا

غنچۂ گل اوسے دیکھ اپنا لہو پیتا ہے
لبلبہ سیراب ہوئے خون سے ہے پیکان تیرا

کیون کیسون کے تئین تو نے کیا سودائی
میں تو دیوانہ ہون اے زلف پریشان تیرا

وہ نہ کر بات کہ جس بات سے محشر میں میان
ہاتھ ہو میرا اور گوشۂ دامان تیرا

اب تو چپ رہ کہیں از بہر خدا اے تنہا
آسمان تک تو گیا نالہ و افغان تیرا

کبھو اس پری نے منہ سے جو سر نقاب اوٹھا
مرا دل بھی منہ کو دوڑا بصد اضطراب اوٹھا

مرے دل کی سب امیدین وہین خاک مین گئین مل
مجھے اوس نے جب دکھا کر قدح شراب اوٹھا

مجھے اسد م اپنے دلکی نظر آ گئی خرابی
کسی سرزمین کا تختہ جو بھرے سے آب اوٹھا

جو لگا کے ٹھوکر اوس نے میرے پیر آرہ سی کی
مرے جی کو پڑ گیا یہ عجب اک عذاب اوٹھا

میرے پاس ہی وہ بیٹھا میں یہ خواب میں تو دیکھا
یہ یہ ڈر سے مجھکو تنہا کہین ہو نہ خواب اوٹھا

نہ پوچھ مرے آتے ہی تو کیون یکبار اوٹھ بیٹھا
کسی نے دلمیں چٹکی لی تو میں ناچار اوٹھ بیٹھا

بگاڑا تھا ترا صیاد کیا بلبل نے بتلا ٹک
جو تجھ بلبل سے تو دینے لگے آزار اوٹھ بیٹھا

میں سوتا اوسکو پایا تھا پس از مدت سو کیا کہیے
مرے پاؤن کی آہٹ سے وہ ہو بیدار اوٹھ بیٹھا

لپٹ کر اوسکا سالون کا جو سونا مجھکو یاد آیا
تو بے چینی سے بستر میں سو سو بار اوٹھ بیٹھا

رکھا سینہ پہ اوس کے ہاتھ سونے میں جو میں تنہا
تو کچھ کچھ سوچ اپنے دل میں وہ عیار اوٹھ بیٹھا

ہو کر خفا جو مجھسے وہ یکبار اوٹھ گیا
مجلس سے میں بھی رات کو ناچار اوٹھ گیا

یہ اختلاط شیخ و برہمن ہوا کہ بس
آخر کو فرق سبحہ و زنار اوٹھ گیا

مرتکی پھر سن کے وہ کہنے لگا کہ ہائے
دنیا سے آج اپنا خریدار اوٹھ گیا

بیٹھا تھا ذبح کرنے گلا جب نہ کٹ سکا
خنجر کو تب وہ سر سے مرے مار اوٹھ گیا

ہائیں یہ جبکے جاکے تو بیٹھا تھا کل میان
دنیا سے آج وہ ترا بیمار اوٹھ گیا

بیع و شرا کا لطف رہا کیا اخیر عمر
تنہا مزہ ہے زیست کا سب یار اوٹھ گیا

سودے کو تو تب آیا کہ جب شام ہو گئی
لگ اپنے اپنے گھر گئے بازار اوٹھ گیا

مشتاق بڑا خون ریزی میں جو صحبت کہ وہ سفاک ہوا
جتا یا سامنے سر اوس کا آوینہ فرق اک ہوا

چھپتی پھر کہان تھی یہ شوخی یون دوڑ گلے سے لگ جانا
جون جون کہ وہ قد چالاک ہوا او وہ بھی کچھ بیباک ہوا

جب اسنے کہا آکے قدم اس خاک پہ ہو گئی برہم   تب خاک سے ہم سمجھو اونکی سرسبز نہال تاک ہوا
جس وقت کہ با صد ناز و ادا ہاتھوں میں لگا لی سننے حنا   وہ دست نگارین اور بہی تب دل لینے میں چالاک ہوا
لے ہاتھ میں ٹک دامن کو اوٹھا یہ بھی ہے کوئی چلنے کی ادا   خاک اسکی تو یون برباد نہ کر جو راہ میں تیری خاک ہوا
کہتے ہیں گیا تھا انکو تو سے بیٹھے غیر کی مجلس میں   اس بات کو سنکر یار و دل تنہا تو بہت غمناک ہوا

اے پری کس لیے پھر تو نے چھپایا مکھڑا   تیرا صانع نے تو تصویر بنایا مکھڑا
صدقے اس مکھڑے کے آئینہ بھی ٹک تو دیکھو   ہم نے آ غصہ میں کیا خوب بنایا مکھڑا
بل بے گرمی جو میں آ گئے سے کہیں آ نکلا   دیکھکر مجھکو وہ شال میں چھپایا مکھڑا
ٹکٹکی باندھ کے میں بیٹھ گیا غرفے سے   شب جو اوس رشک پری کا نظر آیا مکھڑا
کل صنم کو ترے ہاں ہم نے بھی دیکھا تنہا   سچ تو ہے حور نے کب اس کا سا پایا مکھڑا

کیا وضع ہے کہ ہوتے ہو تم ہر گھڑی خفا   اتنا تو آدمی سے نہ ہو آدمی خفا
لگ جاؤ ابھی آپ سے آکر میرے گلے   پھر عہد ہے کہ تم سے نہ ہونگے کبھی خفا
کیا اوس کے روبرو کہیں غنچہ نے منہ کیا   بلبل چمن سے باد صبا کیون چلی خفا
یہ طرفہ انجمن ہے کہ جس انجمن کے بیچ   صورت سے اپنی اپنی ہیں بیٹھے سبھی خفا
سب کچھ ہو کے اے دل اندوہگین خفا   پر اتنا پاس رکھہ کہ ہو نہ وہ کہیں خفا
اسوقت ترے روبرو رکھدیجیے آئینہ   سوتے سے تو اوٹھا ہے کچھہ اے نازنین خفا
کیا خاک اسکی زیست ہو وہ کیونکہ خوش رہے   رکھتی ہو جسکو نت تری چین جبین خفا
بیتابیون سے اس دل بیتاب کے ہین نت   دامان تنگ جیب بجان آستین خفا
گر مجھسا دلگرفتہ زمانے سے اوٹھ گیا   ہر دم رہینگے ساکن زیر زمین خفا
ناقے کو لیگئی کشش عشق سوئے نجد   ناحق ہے ساربان سے محمل نشین خفا
قاصد نے ایکدن یہ کہا اس سے راہ میں   تنہا سے کیا رہوگے میان تم تہین خفا
تب اوس نے یہ کہا ہے اُسیکا مزاج تند   تنہا سے ترے سر کی قسم میں نہین خفا

وہ روٹھہ کر جو میرے یکبار گھر سے نکلا   میں بھی اُسے منانے ناچار گھر سے نکلا
تیر ادا کا ہم نے دل کر دیا نشانہ   زو پر لگا ہے جب وہ سوفار گھر سے نکلا

کسکی کشش ہوئی یہ کیوں سر کے بال کھولے | تاریک شب میں جو تو اے یار گھر سے نکلا
سو پُرزے میں نے اوسدم اپنا کیا گریبان | دامن جب اوس کا تہامنے اغیار گھر سے نکلا
سُن شور عاشقوں کا کیا کہئے کس ادا سے | تنہا وہ ہاتھ میں لے تلوار گھر سے نکلا

کرتا ہے جو یہ دامن قاتل کا ارادا | کیا جانئے کیا ہے ترے بسمل کا ارادا
مچلائی سے مت پوچھو کہ کیا جی میں ہے تیرے | پہچانتے ہو تم تو مرے دل کا ارادا
دربان ہمیں در تلک آنے نہیں دیتا | پہر اوسپہ ہے ہم کو تری محفل کا ارادا
تو دامن محمل سے تو اے قیس لپٹ جا | پہر آگئے جو ہو صاحب محمل کا ارادا
تنہا تہہ تیغ اوس کے تو سر رکہہ دے نہ الجھ | معلوم تو ہو جائے گا قاتل کا ارادا

ہو ویگا کوئی لطف و عنایت کا دیوانا | تنہا ہے فقط آپ کی صورت کا دیوانا
نشتر سی چبھے ہے رگ گل جسکے بدن میں | گل کیوں نہوا اوس گل کی نزاکت کا دیوانا
احوال مرا پوچھے جو مجنوں تو کہوں میں | سودائی محبت کا ہوں الفت کا دیوانا
دیوانہ کوئی مجھسے کب پوچھے کہ میں تو | ہوں سرزنش سنگ ملامت کا دیوانا
تبدیل قوافی سے غزل اور بھی تنہا | لکہہ میں ہوں ترے خامہ کی سرعت کا دیوانا

ایک سر ہے سو وہ ہے تری چوکھٹ کا دوانا | اور دل ہے ترے پاؤں کی آہٹ کا دوانا
کل پڑتی نہیں اوس کو لحد میں کسی کروٹ | مرتا ہے جو اوس پیا کی کروٹ کا دوانا
مجمع میں پری زادوں کے کیا کام ہے میرا | ہوں میں تو گل اندا موں کے جمگھٹ کا دوانا
باتیں نہ بنا اتنی کہ مدت سے ہے پیارے | تنہا تری باتوں کی بناوٹ کا دوانا

ہر عضو ترا کیا ہی خوش اسلوب بنایا | صانع نے بنایا تجھے پر خوب بنایا
دانستہ ستم مجھپہ یہ مانی نے کیا ہائے | نقشہ تری تصویر کا محبوب بنایا
یہاں تک وہ رہا دور میاں مجھسے کہ آخر | طالب کو ترے عشق نے مطلوب بنایا
یوں اور بھی محبوب ہیں دنیا میں کروں کیا | مجھکو ہی مری طبع کا مرغوب بنایا
کوچہ میں لگا جانے جو اوس شوخ کے تنہا | دانستہ میں اپنے تئیں مجذوب بنایا

اُس نے نہ پڑھا کچھ بھی میرا مضمون تمنا | گردنپہ عبث میں نے لیا خون تمنا

آئینہ ہی مفتون نہیں کچھ حسن پر اوسکے — ہے آئینہ میں یار بھی مفتون تمنا
غواص نگاہِ کرم یار خدا را — لیجو خبر غرقۂ جیحون تمنا
نقش قدم ناقۂ لیلےٰ نے بنایا — اس بادیہ میں مجھکو تو مجنون تمنا
تنہا ہوا کارگر اوس پر کوئی ہر چند — برسون ہی میں پڑھتا رہا افسون تمنا

صبدم چمن مین تنہا وہ نونہال گذرا — بلبل کے دلپہ صدمہ اسدم کمال گذرا
کوچہ میں اوس کے ہو کر مجھ پاس تو نہ آنا — میں تیری دوستی سے باد شمال گذرا
جو دل سے آتی خواہش دل ہی مین ہم نے رکھی — ہرگز نہ اپنے لب پر حرف سوال گذرا
آئینے مرے شب کے بدظن جو ہو گیا تو — کیا جانے تیرے دل میں کیا اجتماع گذرا
اوسوقت ہم کو سوجھا ہم بھی ہین جیسے ناسے — جب عرش سے بھی آگے اپنا خیال گذرا
اللہ رے عداوت کی اوسنے وہی ضد سے — جس بات سے کہ اپنے دلپر ملال گذرا
آیا تری گلی میں ناگاہ کل جو تنہا — پڑھتا ہوا یہ مطلع وہ حسب حال گذرا
ظالم نہ تجھکو اس کا کچھ بھی خیال گذرا — فرقت کا تیری صدمہ ہمپر کمال گذرا

تنِ عاشق پہ گر صد چاک ہم نے پیرہن دیکھا — وہی پھر بعد مردن اوس دوانے کا کفن دیکھا
کہاں وہ زمزمے یا بلبلوں کے اور [illegible] — نہ غربت میں کسی شب ہم نے وہ عیش وطن دیکھا
کسی صورت نہیں تسکین پاتے ہیں ترے دیوانے — کچھ ان لوگون میں بھی میں نے عجب دیوانہ پن دیکھا
کسی صورت نہ نکلا کام اپنا سخت حیرت ہے — رہے ہشیار بھی ہم اور دیوانہ بھی بن دیکھا
غزل اک اس زمیں میں اور بھی تو پڑھ سنا تنہا — کہ میں مطبوع تر اکثر ترا سادہ سخن دیکھا
وہاں کس روز رہتا جو آکے یاں رنج و محن دیکھا — چمن ہم نے قفس دیکھا قفس ہم نے چمن دیکھا
لگی تھی آگ جب اوسدن نہ لی اوس کی خبر آکر — ہمارا داغ دل یاروں نے بعد از سوختن دیکھا
وداعِ موسمِ گل کی خبر شاید صبا لائی — قفس میں جو گرفتار قفس کو نعرہ زن دیکھا
چمن میں آکے جو جا ہا گیا بادِ صبا تو نے — نہ بلبل کا جگر دیکھا نہ گل کا پیرہن دیکھا
ستارے صبح تک آپس میں چشمک زن جو رہتے ہیں — خدا جانے انہون نے کس کا حسن انجمن دیکھا
مروت میں [illegible] کسی کا [illegible] کس کس کا [illegible] — رقیب اپنا ہے تنہا جسنے ہر ایک [illegible] دیکھا

بہاری میں گئے شگفتہ نے زیادہ وسیع دہن غنچہ کیا　　ہوئی غنیمت ہی ہے تمہا خزاں میں نئے چمن نرگیا

جو شکوہ سمجھو تو کسکا کہیے کسی سے کہیے تو کس کو کہیے　　وطن سے ہم آپ اپنے نکلے کریں شکایت وطن نہ کیا

چھپے سے ہوئے جان کس میں بھوکے کاٹے بھی دستہ　　رہے نہ آرزو یہ دل میں یکم نے طلب ازین نہ کیا

بنا کی صانع نے شکل ایسی نہ ہے لطافت ہے بجلی　　پری نے جسکی جھلک نہ کبھی ملک نے جس کا بدن نہ دیکھا

کسی بھی دنیا میں ہوئے ڈوبا جو زندگی ہو تو نکلے جیتا　　مرے او جیلتا بھی ہم نے تنہا غریق چاہ ذقن نہ دیکھا

اگر شعر بنا ہے یہ دل بیتاب آتش کا　　مہیا ہے ہمارے پاس بھی اسباب آتش کا

وہ میرا شعلہ خو آتش کا پرکالہ ہو بہو کا سے　　کہ جسکو دیکھکر ہوتا ہے دل بیتاب آتش کا

مبارک سرخ میں یون ہے صباحت اوس کے پنڈے کا　　پہن نکلا ہے گویا پیرہن مہتاب آتش کا

لگا دی آگ ساقی نے لنڈھا کر شیشے کو　　بہایا اس نے شب محفل میں کیا سیلاب آتش کا

سنا جس دن سے ہم نے طور کا قصہ ادسی دن نے　　ہمارے دل پہ ثابت ہو گیا آداب آتش کا

دماغ اونکے میں دود آہ جو پہونچے ہے اونکو　　ترے سودائی اکثر دیکھتے ہیں خواب آتش کا

پسینا وہ سکے رہے آتش پر آن کر دیکھے　　نہ دیکھا ہو کبھی جس نے کہ تہا آب آتش کا

نہ اوڑھ اندنون ارغوانی دوپٹا　　رنگا میری خاطر سے دھانی دوپٹا

دوشالہ وہ نازک بدن کیونکر اوڑھے　　کرے جس کے سر پر گرانی دوپٹا

وہ سب ترک کیا ہے ان آنکھوں سے شکو　　جو تم دے گئے تھے نشانی دوپٹا

ذرا سر تو ڈھانپو نہیں اوڑھتا ہے　　تمہاری طرح کوئی جانی دوپٹا

مبادا وہ آرام میں اوسکے سر سے　　نہ اوٹھ جائے دیکھا ارغوانی دوپٹا

رہی نعش عاشق نہ عریان فلک نے　　اوڑھایا آ دے آسمانی دوپٹا

شب وصل ہے پیارے اعلیٰ کرے　　تو کھول از رہ مہربانی دوپٹا

کوئی رنگ رنگوا دو پیارے پہ تم کو　　پھبے ہے بہت موتیانی دوپٹا

بدن وہ چھپائے تو تب پھر کسی سے　　اگر اوڑھتے ہے جوانی دوپٹا

وہ کل اوڑھ آیا جو عقابات تنہا　　نہ دیکھا کوئی اوس کا ثانی دوپٹا

اوس شوخ ستمگر کا جب عہد شباب آیا　　تب چاہنے والون کو جینے کا جواب آیا

قسمت نے قفس میں مجلس سال نہیں رکھا　　اوس سال ہی شدت سے گلشن میں گلاب آیا
کہا تو نے کہا اوس سے کل کہتے ہیں اے پیارے —— تنہا تری مجلس سے باچشم پر آب آیا
زنصیب ہوئے شکوہ ہی مجھکو ذرا نہ اسیری کا کچھ ہو خدا نگلا　　کبھی آئی چمن سے نہ سوے قفس کچھ آشنائی باد صبا نگلا
جو وہ عشق بتاں کو نہ کرتا عیاں جو وہ جاتا نہ دشت میں لڑکپن　　نہ ہر تا جنوں کا ہی میری جاں سر عاشق بچھڑ ہی پاے گلا
نہ فقیر ہیں ہم نہ امیر ہیں ہم نہ امیر ہیں ہم نہ فقیر ہیں ہم　　غم زلف دوتا کے اسیر ہیں ہم ہیں کچھ ہیں شاد گدا نگلا
دیا دست عقل نے جو ساغر مے گیا سنزل رگ رگ وہ گر رہیں لکھو　　جو گلا ہو تو تیری ہی تیغ سے ہے کہے کشتہ کو کٹ سے فنا گلا
ترا لوس کنار یہ مل ہے چلے تو خیال کو اوسکے لگا لے گلے —— اوسے تنہا بغل میں تنگ نہ لے جب آپ ہو تنگ قبا سے گلا
گرچہ تسکین دو خاطرِ ناشاد ہیں سب　　پر حقیقت میں اعامین تری جلاد ہیں سب
تو تو بیٹھے کو منہ اپنے سے اوٹھا محشر میں　　تیرے جان باختہ آمادہ فریاد ہیں سب
غنچہ ہائے دل چاک الم اندوہگان　　صدمہ ہجر سے نشگفتہ ہی برباد ہیں سب
کیا کریں جا کے اسیرانِ قفس سوے قفس　　یہ تو یکسر گرد خاطر صیاد ہیں سب
مژدہ ای بادہ کشاں مے غم خانہ عشق　　جتنے میخانہ ہیں اس دور میں آباد ہیں سب
اوس کی جانب سے جو کچھ حضرت دل کہتے ہو　　وہ تو ایسا نہیں یہ آپ کے ایجاد ہیں سب
تو اگر اے گل تر باغ میں آجائے کبھی　　پھر تو گل ہائے چمن مورد ایراد ہیں سب
کوئی نافہم بھی ہوتا تو سمجھتا لیکن　　محنتیں میری ترے سامنے برباد ہیں سب
وصل میں اس نے جو کچھ مجھسے کہی تھیں باتیں —— ایک بھولا نہیں تنہا وہ مجھے یاد ہیں سب
نہ ہوئے کعبہ ہی ہم نے ہوا کنشت نصیب　　کسی کے ایسے نہ دنیا میں ہوویں زشت نصیب
اونہیں کا وقت ہے خوش جنکے مغز جانکو ہے　　طراوت لب جو دہو اے کشت نصیب
جہاں میں جتنے ہیں دلدادہ ہوئے اے تنہا —— سبھوں کو میرا سا معشوق خوش سرشت نصیب
دشمنی سکتے ہیں کیوں اتنی مری خاک سے آپ　　روندتے ہیں جو اسے توسنِ چالاک سے آپ
آپکی زلف سے جو ساوہ ہے شانہ کے تئیں　　پوچھیے اوس کو ہمارے دلِ صد چاک سے آپ
صحنِ گلزار پہ آجاے گی زندی خزان　　باغ میں جائے مت جنتی پوشاک سے آپ
کیا غضب ہے کہ ہوں بے پردہ ہر ایک کے آگے　　رہیں پوشیدہ ہماری نظرِ پاک سے آپ

گلشن حسن پہ آجائے گی اگر روز خزان　　دور سمجھیں نہ اسے گردش افلاک سے آپ
اوسکی مرضی تو نہ تھی ہم ہی گئے از رہ شوق　　شل فرہاد لپٹ تو سن چالاک سے آپ
شکوہ کس بات کا یارون سے کرین ناحق ہم　　پر بجان آئے ہین اپنے دل غمناک سے آپ
سامنے اوس کے ہون کس منہ سے کہو ہی ہی میں　　ہم خجل ہوتے ہین اپنی نگہ پاک سے آپ
فصل گل آئے تو تو باغ میں آنا نہ صبا　　صاف کر لیں گے چمن ہم خس و خاشاک سے آپ
باغ کی سیر کو لیجا نہ مجھے اے تنہا ——— جی او لجھتا ہے مرا پیچ و خم تاک سے آپ
کیا تہا آنے کا اقرار تم نے نام کو رات　　دکھائی ساہ غرض خوب اس غلام کو رات
ہجوم شوق کی مت پوچھ ہمدم　　جگہ تہی دل میں یہی کیا کیا خیال جام کو رات
بحال نشہ یہ کہ ساقی اگر نہ پکڑے ہاتھ　　تو میں نے توڑ ہی ڈالا تھا لے کے جام کو رات
گلے پہ رکھدیا اوس قاتل نے خنجر یار　　تمام کر دیا یون کار ناتمام کو رات
موا ہوا آتے ہی کنج قفس میں صد افسوس　　نہ گذری ایک بھی تجھ سے اسیر دام کو رات
خدا کا شکر کر اے دم کہ یار ہے ہمخواب ——— نصیب ہوتی ہے تنہا یہ ہر کدام کو رات
شراب پی کے جو آیا مرا شرابی رات　　مری اور اسکی ہوئی سخت بے حجابی رات
چمن میں جون گل نرگس ہو سرنگون ہم کو　　سماں دکھانے تھی یہ اوسکی نیم خوابی رات
گذر تھا اپنا بھی محفل میں خوبرویون کے　　غرض کہ خوب ہوئی سیر بے نقابی رات
جدائیون کا الم مجھ سے پوچھ اے ہمدم　　کہ میں نے ہجر کی کاٹی بہ صد خرابی رات
بدل کے قافیہ لکھ اور اک غزل تنہا ——— کہ جاتی ہے چلی باتون ہی میں شتابی رات
جب اس نے زلف مجھے کھولکر کہانی رات　　تو مجھ پہ دیولانے کے سر پہ بلا ایک آئی رات
بہت دنون سے مکدر تھا مجھ سے وہ لیکن　　مری اور اوسکی غرض ہو گئی صفائی رات
وہ میرے گھر کہیں آیا تھا بعد مدت کے　　میں کیا کہوں جو نصیبون نے کی بھلائی رات
کہ بیٹھے بیٹھے بس اک آن ہی میں اٹھ گیا　　فلک نے ساری خوشی خاک میں ملائی رات
وہ شمع رو میرے بالیں سے اٹھ گیا تنہا ——— بغیر اوس کے مجھے موت کیون نہ آئی رات
مشکل ہے یہ ہمیں کہ کبھی اپنے جی کی بات　　کہئے اگر کسی سے تو ہے تو بھی ہنسی کی بات

اوس کا نہ بولنا ہی مرے حق میں خوب تھا ۔ دیوانہ بن گیا ہوں میں سن اوس پری کی بات
کرتے تھے باتیں مجھسے مخاطب ہوئے بغیر ۔ کی تم نے مرے ساتھ ہی دشمنی کی بات
شاعر خیال کہتے ہیں اوس کی کمر کو پر ۔ آتی نہیں خیال میں میرے کسی کی بات
تنہا نہیں کسی کا زمانہ میں کوئی دوست ۔ ہے نقش میرے دلپہ میاں مصحفی کی بات
جاوں تو کس شکل سے میں بے سرو پا فیض آباد ۔ سخت دشوار ہے جانا مجھے تا فیض آباد
کوسوں ہم آئے نکل منزل مقصود کو چھوڑ ۔ دوستو ہم سے بہت دور رہا فیض آباد
دیکھیں کس روز نکلتی ہے تمنا دل کی ۔ اور کس روز دکھاتا ہے خدا فیض آباد
واسطے یوں خوبی طالع نے نکالا ہمکو ۔ ورنہ رکھتا تھا عجب آب و ہوا فیض آباد
بھولتا دلسے نہیں شام اودہ کا عالم ۔ یاد آتا ہے مجھے صبح و مسا فیض آباد
بسکہ مصروف ہیں ہم یاد میں تیری شب و روز ۔ ہم کو یکساں ہے وہ کیا لکھنؤ کیا فیض آباد
یہ نئی چھیڑ ہے اے تفرقہ پرداز فلک ۔ ہم جدا اوس سے ہوں اور ہم سے جدا فیض آباد
دوستوں کو یہ غزل جا کے سنانا میری ۔ اب کی گر جائے تو لے باد صبا فیض آباد
دھیان رہتا ہے یہی جبسے چھٹا فیض آباد ۔ دیکھیں کس روز دکھائیگا خدا فیض آباد
دل کی بیتابی نے کیا کیا مجھے بیتاب کیا ۔ کوئی عزت زدہ جب جانے لگا فیض آباد
آب و دانہ ہی نے پابند کیا ہے ورنہ ۔ اپنے نزدیک تو کچھ دور نہ تھا فیض آباد
غم دوری میں مرا کام تو یاں تک پہونچا ۔ ہم نشیں اب مجھے مت یاد دلا فیض آباد
لکھنؤ میں ہوا آبلہ پائی کا علاج ۔ تھک کے بیٹھا ہے نہ کیوں برگ حنا فیض آباد
کیونکہ ہو چین کہ چلتے ہوئے اونسے ہمتو ۔ چھوڑ آئے طپش دل کی دوا فیض آباد
یہ بھی اک وحشت دل ہے کہ جو بک اوٹھتا ہوں ۔ میں کجا یار کجا اور کجا فیض آباد
وہ بھی ہوگا کوئی دن پوچھیں گے تو ہی ہیں ۔ رستے والو کہو کے کوس رہا فیض آباد
گو کہ ہیں دور پہ تو بھی یہ دعا کرتے ہیں ۔ یا الٰہی رہے آباد سدا فیض آباد
اتنا گھبرا نہ تو دوری کیلئے اے تنہا ۔ گر خدا چاہے تو پھر دیکھیں گے جا فیض آباد
کرتا ہے ستم ہمپہ تو آسان سمجھکر ۔ ہم کچھ نہیں کہتے تجھے نادان سمجھکر

مر جائیگا نہ زندانی ترے مارے خوشی کے ٹک کھولیو ظالم در زندان سمجھکر
کرنے تو گیا قتل مجھے اوس نے ولیکن آخر کو ہوا وہ بھی پشیمان سمجھکر
بی رند گیا رستہ میں ہیں قافلے والے جب چھوٹ گئے بے سروسامان سمجھکر
کیوں ترک ملاقات کو اوس نے کیا تنہا —— کرتا ہے جو کچھ بات تو انسان سمجھکر

شعلہ سا وہ بدن ہے وان پیرہن کے اندر یہان آگ بھڑکتی ہے میرے بدن کے اندر
گر کے شمع سے جو پروانے لوٹتے تھے تھی سیر رقص بسمل صحن گلشن کے اندر
جب دیکھکے مجھکو ماتھا چڑھاتے ہے وہ اولجھے ہے جان میری چین شکن کے اندر
صیاد سے کہتی تھی بلبل یہی کہ ظالم رکھیو نہ مرے قفس کو ایکدم چمن کے اندر
کچھ تو بھی بول ظالم گرم سخن سبھی ہین آئے ہین یا رقیبنے اس انجمن کے اندر
خاموش اسطرح سے بیٹھا ہے تو تو تنہا —— گویا زبان نہین ہے تیرے دہن کے اندر

ہے کہتے ہو یہان عزت کی یاد کی آنکر رہ گئی ہے آپ کی یہ دوستداری آنکر
ہمکو آنے سے تمھاری بزم کے کیا تھا حصول دیکھ لیتے تھے مگر صورت تمھاری آنکر
روٹھنے پر میرے کیا لازم تھا ہو جانا خفا بلکہ کرنی تھی تمھیں خاطر ہماری آنکر
طعن بدخواہان سے تو اکدم نہ ہوا دلگا قرار کی جو تیرے عہد پہ ہم نے بیقراری آنکر
تھا اگرچہ عشق میں مجنون لیک آجکل کہین کس سر پہ اوس کے جس گھڑی لیلی پکاری آنکر
جس جگہ کشتہ کا تیرے لاشہ تھا خون میں پڑا خوب برسا رویا وہان ابر بہاری آنکر
میں ہی کیا برگشتہ طالع ہون کہ تنہا آنکھ —— پھر گئی وقت مرے اوس کی سواری آنکر

جب سے ہاتھ اپنا ہوا ہے ترے دامن سے دور آستین ہوتی نہین دیدۂ گریان سے دور
شکوہ بے مہری صیاد کا کس مونہ سے کرون مجکو رکھا میری قسمت نے گلستان سے دور
آؤ ملجاؤ کہین ورنہ کہے دیتے ہین جان دینا نہین کچھ عاشق بیجان سے دور
رکھیو صیاد تو لیجائے اگر گلشن مین قفس بلبل نالان کو خیابان سے دور
تیرے کشتہ کو رکھا باز ادب نے پیچھے گرچہ ہاتھ اوس کا تھا کچھ ترے دامن سے دور
اس تمنا میں ہوا اونکی میں دل خون تنہا —— اوس سے پیکان رہا دور وہ پیکان سے دور

پیدا کیا ہے حق نے تجھے از برائے ناز
جامہ ہے تیرے قطع ہوئی ہے قبائے ناز

طفلی میں قتل خاص تھا اب قتل عام ہے
وہ ابتدائے حسن تھا یہ انتہائے ناز

نالہ پہ عندلیب کے یاد آتے ہیں وہ دن
ہم بھی کبھی تھے مورد جور و جفائے ناز

ہم خوب جانتے ہیں کہ ہر شکل سے غرض
ملنا ہمارا خاک میں تھا مدعائے ناز

دیکھا نہ آنکھ اوٹھا کبھی اللہ ری شان حسن
کیا کیا نیاز پیشہ ہوئے یاں فدائے ناز

تو ہی سمجھ کہ اب ترے تنہا کا میری جان ——— وہ حوصلہ نہیں ہے کہ بیجا اٹھائے ناز

آنا تو تغافل نکیلے کان تغافل
نکلے ہے تغافل سے ترے جان تغافل

گلزار محبت کو میری جان لٹا کر
سرسبز کیا تمنے گلستان تغافل

کیا اس سے کہے خاک کوئی حال دل اپنا
رہتا ہو جو نت سر بگریبان تغافل

بہولے سے کبھی یاد تو کر اہل وفا کو
اے بحر فراموشی و اے کان تغافل

کر اپنے کرم پر تو نگہ اے ہمہ الطاف
ہر چند گنہگار ہے شایان تغافل

وہ ہوش ربا اس سے تو یہ اس سے زیادہ
صدقے میں ترے لطف کے قربان تغافل

یک اور غزل لکھ قلم ہوش سے تنہا ——— رکھ طاق پہ نسیان کے قلمدان تغافل

ادہر بھی کبھی دیکھ تو اے جان تغافل
گھٹ جاویگی آنکھیں نہ تری شان تغافل

یہ مقتل عشاق ہے چل بچکے تو یاں سے
بھر جائے نہ خون میں زہ دامان تغافل

مجلس میں تر حسن کے ہو کیونکہ رسائی
بیٹھا ہے در ناز پہ دربان تغافل

یک جھٹکے میں پہونچائیے دامن تلک اسکو
ہاتھ آتے اگر اپنے گریبان تغافل

یہ لطف تغافل میں نکلتا ہے کہ اوسکے
سو لطف کو کر ڈالئے قربان تغافل

جانے نہیں دیتا ہے اسے غیر تلک بھی ——— گردن پہ ہے تنہا کے یہ احسان تغافل

ہیں ساتہ دن بس اسی آرزو میں ہم
وہ دن بھی ہوگا پہونچینگے جب تک نہیں ہم

سے بے مکان ہیں نہ ٹھکانا ترا ملا
کہو بیٹھے آپ کو کتنی تری جستجو میں ہم

دن گلبدن ہزاروں ہیں تنہا پہ کیا کریں ——— پاتے نہیں ہیں بوئے محبت کسو میں ہم

کر حال دل اپنا نہ تحریر کریں ہم
آلودہ بخون جو پہر تحریر کریں ہم

ہیں ہم بہت کر چکے کیا فائدہ تنہا
تدبیر کو بازیچۂ تقدیر کریں ہم

چندے رہیں گے جاکے بیابانوں میں ہم
آئے ہیں تنگ جی سے گلستانوں میں ہم

یاد آتے ہیں وہ دن کہ جو رہتے تھے قیس کے
اکثر شریک چاک گریبانوں میں ہم

ہم کو بھی قتل کر کہیں محروم رہ نجائیں
باقی رہے ہیں اک ترے زندانیوں میں ہم

دین و دل اور جان کیا نذر درد و غم
اے عشق ہو گئے تری مہمانیوں میں ہم

ہرگز نہ وقت ذبح فغاں ہم نے کی کہ تھے
اس چشم سرمہ ناک کے قربانیوں میں ہم

گر دل میں کوند جاتی ہے یہ گاہ چشم میں
حیران ہیں برق حسن کی جولانیوں میں ہم

تنہا گئی نہ خواہش دیدار بعد مرگ
محشر میں بھی رہے ہیں حیرانیوں میں ہم

تم تو فرماتے ہو کہ گھر جاویں
ہم کو کہدو کہ ہم کدھر جاویں

ہے گندھے رہنے ہی میں چین انکے
بال بکھریں تو جی بکھر جاویں

خانہ آباد چھوڑ تیری گلی
ہم کہاں اجڑے ہوئے نگر جاویں

حیف ہے آپ اس شب مہ میں
بام پر آکے یوں اتر جاویں

پر روٹھ کر گر وہ آملے تنہا
کام بگڑے ہوئے سنور جاویں

دیکھا جو اپنا چہرہ گل ہنستے آرسی میں
منہ ڈھانپ ڈھانپ سوئے بکھرا اپنا سا جبین

پایا نہ کچھ مطلق بلبل کا ہنسنے لیکن
انگشت پر پڑے تھے صیاد کی گلی میں

موج تبسم اس کی وہ فتنہ گر ہے جس سے
تلوار چل گئی ہے باہم ہنسی ہنسی میں

ہر لحظہ بددماغی ہر آن بد مزاجی قطعہ
منہ کو بنائے رکھنا رہنا بگاڑ ہی میں

اس پر بھی اس سے اب تک ہم ہیں نباہ کرتے
اپنا نباہ ہم نے دیکھا ہے کچھ اسی میں

تمکو گھمنڈ تنہا کتنا تھا دلربائی پر
پر وہ بھی تم سے نکلا اس فن دلبری میں

جب وہ گھر آکے یہ کہتا ہے کہ گھر جاتے ہیں
ہم تو خود رفتہ اسی بات میں مر جاتے ہیں

منہ پہ بالوں کے بکھرنے سے نہ گھبراؤ میاں
نچلے بیٹھو تو یہ اکدم میں سنور جاتے ہیں

کس کے آنے کی خبر دیتی ہے بیتابی دل
آتے آتے جو مرے اشک ٹھہر جاتے ہیں

بال بکھرے ہوئے جبتک تو سنوارے ہے میاں
چاہنے والوں کے یاں جی ہی بکھر جاتے ہیں

جان قالب سے نکل جاتی ہے میری تنہا — جب میں سنتا ہون کہ وہ آج سفر جاتے ہین
سہتے ہین جو گھیرے اُسے اغیار ہزارون — باندھے ہے نہ خیال اپنا دل زار ہزارون
کم گھر سے نکل جان کہ دیدار کے تیرے — مشتاق کھڑے ہین سر بازار ہزارون
ہے خانۂ صیاد کہ زندان جدائی — مرتے ہین جہان روز گرفتار ہزارون
مرجانیکا کچھ ڈر نہین ہے دل میں ہمارے — ارمان رہے جلتے ہین بن یار ہزارون
خورشید قیامت جو ہوا گرم تو وان بھی — ڈھونڈھین گے ترا سایۂ دیوار ہزارون
آنے کو وہ کہتا تو ہے ظاہر میں ولیکن — اقرار کے پردے میں ہین انکار ہزارون
آتا ہین آج اُن میں نظر ایک بھی تنہا — کل تک تو گریبان میں تھے تار ہزارون

دیتے ہین آپ کیون مجھے ہر بار گالیان — میں بھی سناؤنگا تمھین دو چار گالیان
تیرا لیا ہے جسنے بھلا کیا جو تو مجھے — آ آکے دے ہے روز ستمگار گالیان
میں نقش پا کا اُس کے جو بوسہ لیا تو وہ — دیتا گیا مجھے کہ رفتار گالیان
کیا کیجیے کہ عشق میں اوسکے سرا کی — سننی پڑی ہین اب ہمین ناچار گالیان
کیفیت اوس کی کیا کہون تنہا مین [illegible] — پیکر شراب مے سے ہے وہ میخوار گالیان

دیکھا نہ بس بگڑ ہی گئے رات بات میں — ہوتے ہو تم تو ہمسے خفا بات بات میں
کیا کہیئے بخت بد سے ہمیں یہ گمان تھا — برسون کی چھوٹ جائے ملاقات بات میں
ہوجائے ہے کہے ہر جو کچھ وہ زبان سے — ہے اندنون تو اوسکی کرامات بات میں
مدت کے بعد وصل کی شب گزرے آئے دی — مل ملاتے گذر گئی وہ رات بات میں
دل کیونکے تجھسے کہہ سکے تنہا کہ مدعا — اعجاز ہے فسون ہے تری بات بات میں

دامن سے تیرے تار زری کے جو جھڑے ہین — وہ جان پہ عشاق کی بجلی سے پڑے ہین
مالوف تھے پہلے سے میری لخت دل اتنے — سینہ سے جو نکلے ہین تو آنکھونمین اَڑے ہین
کیا دو گے جواب اسکا جو پوچھے کوئی اتنا — کس بات پہ تم ہمسے بھلا آپ لڑے ہین

ہر چند وہ بھی جانے ہے یہ طور کچھ نہین — ایک ضد سی پڑ گئی اُسے اور [illegible]
لگا ہے نگاہ لطف بھی کرنا ضرور ہے — کہتا ہے کون یہ کہ ترا ہو [illegible]

باتیں وہ کچھ سنی ہیں تجھے مری ہی کسی رات — پوچھا جو میں تو بولے یہ فی الفور کچھ نہیں

کتنا خراب سکتے ہو لیکر ہمارا دل — افسوس ہے کہ اس کی تمہیں ہنوز کچھ نہیں

تنہا کبھی چشم کی گردش کو تو نہ دیکھ — ہیں لوگ اور وضع کے یہ دور کچھ نہیں

ہر چند لذتیں ہیں بہت وصل یار میں — پر کیا کہوں کہ کیا ہے مزا انتظار میں

یہ جانتا ہوں آنہیں سکتے ہو تم مرے — پر کیا کروں کہ دل ہی نہیں اختیار میں

پھولا پھلا شگوفہ بہت دلکو پر مرے — وا شد ہوئی نہ آمدِ فصل بہار میں

معروف ہے تو کسکی رضا کا تبادلا — دن رات دیکھتا ہوں تجھے کاروبار میں

اے دل سمجھ تو دلمیں یہ ہے شرط دوستی — تنہا تو مجھکو چھوڑ چلا کوے یار میں

اگر کہے وہ جاکر رشک آتش ناک گلشن میں — تو گل ہوں رشک کی آتش سے جلکر خاک گلشن میں

غضب کرتی ہے بلبل گریباں چاک کیوں گل ہے — ذرا او اگر تو غافل دیدہ ادراک گلشن میں

[illegible] — او تمار و میت بدلنے اپنے تم پوشاک گلشن میں

[illegible] — [illegible] گلشن میں

[illegible] — [illegible] گلشن میں

[illegible] اب ہے [illegible] لیاں ہیں — اس [illegible] ساری اوڑھ لیاں ہیں

ہر لحظہ پھر گیاں ہیں ہر آن گالیاں ہیں — پیر کچھ تمھاری پیارے شیریں مقالیاں ہیں

[illegible] تک کو اس کے دیکھا مگر کہ اب — گلشن میں وجد کرتی پھولونکی ڈالیاں ہیں

[illegible] نہ تو ہوے میں نے تیری خاطر — بدنامیاں سبھونکی سر پر اوٹھالیاں ہیں

[illegible] گیا وہ گلرو گلگشت گلستاں کو — رنگ رخ خزاں پر پھر کچھ بحالیاں ہیں

دوسے نہیں ہے نسبت اوسکی کمر کو ہرگز — ہم لوگونکی یہ تنہا نازک خیالیاں ہیں

[illegible] رہیں وہ نہ نگاہیں پریشان — ہجر کی یہ آفتیں کیا تھیں ہمیں پریشان

جان تیرے بیمار کی ہرگز نکلتی ہی نہیں — وہ ہی رکنا دم کا ہے اور وہ ہی سانسیں اڑنا

رخصت سیر چمن اے ہمدم ملی تنہا ہمیں — بتیاں پھولونکی جب باقی رہیں کچھ جھڑ گیا

آہی جیتے اسے کیا کہتے ہیں — بمروت اسے کیا کہتے ہیں

مجھ پہ اغیار کو تم دو ترجیح — وائے خفت اسے کیا کہتے ہین
چشم تر گور غریبان پہ نہ کی — ابر رحمت اسے کیا کہتے ہین
جان ہی لی میری آخر تو نے — درد فرقت اسے کیا کہتے ہین
ندکھائی کبھی پھر صبح وطن — شام غربت اسے کیا کہتے ہین
میرے کہنے پہ بیلے ہے تم کو — یہ عداوت اسے کیا کہتے ہین
تو جو یون خانہ نشین ہے تنہا — ننگ وحشت اسے کیا کہتے ہین

ہر سال سے سعید ہے امسال کاروان — نکلا ہے چاہ سے مہ اقبال کاروان
کیا نفع ہے سفر میں عدم کے اوس طرف — جاتا ہے کاروان جو بدنبال کاروان
کس طرح رفتگان عدم کا ملے سراغ — ہوتا ہے جوش نقش قدم پامال کاروان
آنکھون سے اشک راہی ملک عدم ہوے — اتنا تو جانتا ہون میں احوال کاروان
لیلے نے صرف قیس کو بسمل کیا ہے — تنہا وہ شہسوار ہے قتال کاروان

نہ طاقتیں دل حرمان شعار میں آئین — نقاہتیں یہ مرے جسم زار میں آئین
میں اس میں ہون متحیر کہ رنجشین کاہون — کہان سے خاطر بے رنج یار میں آئین
کیا جو دفن اوسے تو پئے سوال جواب — ترے شہید کے حورین مزار میں آئین
شب وصال بھی نکلیں نہ ہائے کیا کہیے — جو حسرتین دل امیدوار میں آئین
میں تجھ سے کیا کرون تنہا بیان میرے دل پہ — جو وحشتین کہ شب انتظار میں آئین

یہ ظلم کیا اوس نے ایجاد گلستان مین — راتون کو لگا رہنے صیاد گلستان مین
ہے پیش نظر میرے سامان خزان ہر دم — ہمسا کوئی کم ہوگا ناشاد گلستان مین
گر اب کی بہار آئے ہر جی میں ہے جا بیٹھین — ہو کرکے دو عالم سے آزاد گلستان مین
وہ سرو روان شاید آیا تھا جو اے قمری — حیران نظر آتا ہے شمشاد گلستان مین
ہم بھی گئے تھے تنہا ہمراہ گل اوس گلکے — کیا کیا تجھے کرتا تھا وہ یاد گلستان مین

دست جنون نے کرکے گریبان کی دھجیان — جا کر اوڑائین دشت کے دامن کی دھجیان
ہوتا نہ ہاوس میں گر کہین مذکور عاشقی — کرتا نہ وہ کتاب گلستان کی دھجیان

بادِ صبا چمن میں ہے تو نرگسِ گل نہ جان — اوڑتی پہرین ہیں سیرے گریبانکی دہجیان
شاید آخر جنون نے کیا وان بھی جو صبا — ہوڑتی ہین جیب ہر گل لستانکی دہجیان
دامن سے میرے ہو کے جدا کیا ہی رو گئین — عاشق تہین سبکہ خار مغیلانکی دہجیان
ہر زخمِ تن پہ پٹی کی جا ہے کے باندہ دین — تنہا نے کرکے اپنے گریبان کی دہجیان

میرے آنیسے تمہیں ڈر ہے کہ رسوائی ہنو — میں کرون کیا اگر مجہے تاب شکیبائی ہنو
بیستون سے آج پہر آتی ہے نوحہ کی صدا — تربت فرہاد پر شیرین کہین آئی ہنو
کیا کہون تجہسے کہ کیا صدمے اوٹہاتا ہون یار — قسمت اعدا بھی تنہا سوز تنہائی ہنو

نہو چہو مجہسے مسکر احتراز کرنیکو — مزاج چاہیئے ہر اک سے ساز کرنیکو
کرو جو خاطر اہل نیاز بہتر ہے — کیا ہے منع نہیں کسنے ناز کرنے کو
غضب تو یہ ہے کہ ساتھ اپنے عزیز کولا — جو گاہ آؤ بھی تم سرفراز کرنے کو
تمہارے دلکی خوشی تب ہو جا میرے پاس — جو ہوئے روز نیا دل نیاز کرنے کو
کیا ہو قتل جسے تونے اوس کو کیا پروا — نہ آئے کوئی گر اوسکی نماز کرنے کو
یہ ناز اس نے نہین وا کیا تجہسے — کہ کسی کی شب غم دراز کرنے کو
دہی اوسکی زلف کو سنبل ہے نسبتا ہے تنہا — صد آفرین ہے ترے امتیاز کرنے کو

جسکے لوہو سے ترے تیر کا پیکان تر ہو — حیف ایسے کیلئے تیری نہ مژگان تر ہو
آبپاشی کو تو لیجائیو آنکہون کو مری — تجہسے اے ابر نہ گر گور غریبان تر ہو
کیا قیامت ہے کہ فرقت میں کسیکے گاہے — مژہ تر ہو تو بہ صد حسرت و حرمان تر ہو
الم فصل بہار ایسا ہی جانکاہ ہے آہ — اشک بلبل سے نہ کیون صحن گلستان تر ہو
اس سلیقہ کا میں کشتہ ہون دم ذبح مرے — بچ رہے پیار اگر بیان تر ادامان تر ہو
مرہون گا کسی ویرانہ میں جا کر مجہکو — یہ گوارا ہی نہین چشم عزیزان تر ہو
دلکو حاصل ہو نہی بوسے کے لینے کا مزہ — ہے یہ جب وقت کہ تنہا لب جانان تر ہو

پردۂ ضبط میں ہر چند چہپاتے آنسو — روبرو اوسکے مرے پہر نکل آئے آنسو
رات عالم میں تصور کے جو فین رونیگا — بنکے تصویر ترے سامنے آئے آنسو

مجھکو ساقی گر تری بزم کی خدمت جو ملی — سبکو بھر بھر کے قدح میں نے پلائے آنسو
میں نے چاہا تھا نہیں جذب کروں پر افسوس — آستیں میں مرے تھا نہ سمائے آنسو

جانا نہ کرو غیر کے گھر رات کو سمجھو — جس بات کو ہم کہتے ہیں اوسکا تو سمجھو
کہہ نزع میں کہتا ہے یہ بیمار تمہارا — عاشق کے ذرا اپنے اشارات کو سمجھو
اس بات میں بدنامیاں ہیں لاکھ طرح کی — ہم سے نہ کرو ترک ملاقات کو سمجھو
ہم تم جو کہا کرتے ہو تنہا یہ نہیں خوب — مظہر ہے یہ جس ذات کا اس ذات کو سمجھو

وائے قسمت سبزۂ رخسار جانان سبز ہو — اس طرح سے اپنی کشت یاس حرمان سبز ہو
سرو قمری کو لڑایا چاہے تو سر پر ترے — گر دوشالہ ہو تو اے سرو خرامان سبز ہو
ناقہ لیلے اودہر جائے تو ہاں ممکن ہے یہ — آب اشک قیس سے خار مغیلان سبز ہو
اتفاقا جا بجی نکلے گر ترا آتش عشق — زرد ہو جائے جو کیا ہی گلستان سبز ہو
میں نے دیکھی ہیں وہ گوری گوری نازک انگلیاں — سامنے اون کے بہلا کیا شاخ مرجان سبز ہو
جوش پہ فصل بہار اسمرتبہ ہے پہاڑ کر — پہینک اگر دیجئے تو ہر تار گریبان سبز ہو
مجھسے یہ پیغام وحشت ہے کہ تنہا شہر کو — چھوڑ دیجئے جن دلون کوہ و بیابان سبز ہو

گر اپنے ستانے پہ ہے آہنگ زمانہ — ہم بھی ہیں کمر بستہ پے جنگ زمانہ
ہر ایک کو ہے عار مرے ملنے سے ازبس — خالق نے کیا خلق مجھے ننگ زمانہ
جلدی سے لو آراستہ کر ساز سفر کو — دیتا نہیں حجرا سکے صدا چنگ زمانہ
نیت دیئے ایذا ہو ہر ایک شخص کے شاید — اس دور میں ہیں آپ ہی سرہنگ زمانہ
میں ایک کو پاتا ہوں یہاں ایک کا دشمن — بگڑا ہے بری طرح سے کچھ رنگ زمانہ
تھوڑا سا اگر حال دل اپنا میں سناؤں — تنگ آوے مرے غم سے دل تنگ زمانہ
ممکن ہی نہیں منزل مقصد پہ کسی کو — پہونچانے کبھی یہ فرس لنگ زمانہ
مخمور ہیں تب بادۂ عرفان کے جو لوگ — کب اونکو نشہ کرتی ہے یہ بھنگ زمانہ
تنہا مری تب خواب سے غفلت کی کھلی آنکھ — جب سر پہ مرے آکے لگا سنگ زمانہ

ہنستے ہنستے جو رکھا اوس کے میں رخسار پہ ہاتھ — اوس نے غصہ میں رکھا دہن تلوار پہ ہاتھ

شیخ جی خیر سے گھر جاؤ نہیں لڑکوں کا
دوڑتا ہے ابھی اس گنبدِ دستار پہ ہاتھ

لاگ تو ہم سے رقیبوں کو ہے پر او نہیں لگے
ڈال بیٹھے جو کبھی یار بھی دو چار پہ ہاتھ

تجھ بن آج اونکی یہ حالت ہے کہ میں مضطر ہو
دمبدم رکھوں ہوں نبضِ دلِ بیمار پہ ہاتھ

میں نے تنہا جو کیا جھک کے سلام اوس کو کبھی
اوس نے کج ہو کے رکھا ابرو کے خمدار پہ ہاتھ

مجھ پر تری کیا جانیئے کس ڈھب کی پڑی آنکھ
رونے سے جو تھمتی ہی نہیں ایک گھڑی آنکھ

وارفتہ ہیں ہم جس کے وہ انداز ہی ہے اور
کرتی ہے ہمیں قتل نہ چھوٹی نہ بڑی آنکھ

حیرانی ہی حیرانی ہے صناعِ قضا نے
کیا چہرۂ انسان پہ حسرت کی جڑی آنکھ

کیوں ہووے ہے حیرت زدہ پیدا گلِ نرگس
اس خاک میں بھی کیا کسی عاشق کی گڑی آنکھ

تنہا کو ستاتا ہے خیال اوس کا وہاں بھی
لگ جاتی ہے برسوں میں اگر ایک گھڑی آنکھ

ہوا خالی جو ستون کا سے گلرنگ سے شیشہ
تو جھنجھلا کر اونہوں نے توڑ ڈالا سنگ سے شیشہ

جو اوس کے جرعہ کش ہیں اونکو سو عالم دکھاتا ہے
بھرا ہے چرخ کا از بس کہ ہے نیرنگ سے شیشہ

وہی سرخوش ہے خمخانۂ دنیا میں جو کوئی
بھرے دل کا شرابِ دانش و فرہنگ سے شیشہ

کل اوس مطرب پسر نے بزم میں کی زور بدمستی
لڑا امردنگ کو شیشے سے اور مردنگ سے شیشہ

ہوا جاتا ہے ٹکڑے ٹکڑے دل مجلس نشینوں کا
سناتا ہے صدائے قلقل اس آہنگ سے شیشہ

ہوئے ہیں چلیں ہمراہ گریہ قافلے والے
بجائے زنگ باندھیں ریسمانِ زنگ سے شیشہ

کروں ساگر میں نہ لے شیشۂ دل کی خبرداری
بچے ہرگز نہ اوس بدمست شوخ و شنگ سے شیشہ

جزاک اللہ اے پیرِ مغاں صد مرحبا تو نے
چنا ہے طاقِ میخانہ میں کس کس ڈھنگ سے شیشہ

سفر سے جب کیا عزمِ وطن ہم کو نظر آیا
کہیں منزل سے پیمانہ کہیں فرسنگ سے شیشہ

خدا کے واسطے مطرب نہ ہرگز چھیڑنا اوسکو
کہ مجھکو یاد آتا ہے صدائے چنگ سے شیشہ

بایں رندی جو تنہا ہم میں بو تقوی کی آتی ہے
ہماری بزم میں آتا نہیں اس ننگ سے شیشہ

نہیں کہتا میں نہ تو اوس بت مغرور کو دیکھ
دیکھ تنہا پہ ذرا اپنے بھی مقدور کو دیکھ

تجھ سے احوال کہئے تا مری بیتابی کا
آئینہ کے ذرا نرگسِ مخمور کو دیکھ

اس قدر بھی تو نہ دے اوسکو غمِ فرقتِ یار
اے فلک تاب و توانِ دلِ رنجور کو دیکھ

قتل کرتا ہے ترحم سے تو مشتاقوں کو — میں بھی حیران ہوں ظالم ترے دستور کو دیکھ
کیا ہی حیران سا کھڑا منہ کو ترے تکتا ہے — غربت و بیکسیِ عاشق مجبور کو دیکھ
تو نے ان آنکھوں سے دیکھا ہے اوسے اے تنہا — حور آ جائے تو ہرگز نہ رخ حور کو دیکھ

کس طرح رہے مجھ سے وہ بندہ دامان ہمراہ — پھرتے ہیں اوس کے کئی چاک گریبان ہمراہ
قیس و فرہاد کا جب کوچ ہوا اونسے ہوئے — باندھ کر رخت سفر کوہ و بیابان ہمراہ
قتل کرنے کو جدھر جاتی ہے وہ ترک نگاہ — ہوتی ہے چشم حیا سے کے نمکدان ہمراہ
لیچلا ہے کہ جو اس میں گلونکو گلچیں — ہوئے سینکڑوں مرغان گلستان ہمراہ
کام زندان میں پہونچتے ہی مرا ہو جاتا — گر نہ آتا وہ مرے تا در زندان ہمراہ
وادیِ عشق ہے تجرید کی منزل تنہا — اس میں جاتا نہیں انسان کے انسان ہمراہ

کیا اوس نے کیا کسی کا خون ہے — لالہ کی کلی جو سرنگوں ہے
یہ چرخ پہ کس کا خون ہوا ہے — دامان شفق جو لالہ گوں ہے
اے راحت جان آکر سمجھ بن — اس دل کو نہ صبر و نے سکون ہے
بیمار کی اپنے آ خبر لے — حال اوس کا تو اب بہت زبوں ہے
کیا بیٹھ رہا ہے گھر میں تنہا — چل دشت کو موسم جنوں ہے

غصے کے تیرے صدقے چین جبیں کے صدقے — ہر بات میں نہیں ہے ہم اس نہیں کے صدقے
جو پاس بیٹھ اوس کے میری کرے سفارش — اوس آشنا کے قربان اوس ہمنشیں کے صدقے

خاطر سے تھی اسکے مجھکو بھی شدت سے آپ کی — میں دلکو تھام رہ گیا منت سے آپ کی
کچھ دھیان سرو پر بھی ہے گلشن میں کس روش — بیچ کر کھڑا ہوا ہے وہ وحشت سے آپ کی
جاتا ہے کیوں ہوا ہے خفا مہربان من — تنہا جو آ گے تھا تو محبت سے آپ کی

ہم خاک ہو کے دہر میں مثل صبا پھرے — پر تم ہماری خاک پہ اک دم نہ آ پھرے
ہرگز کسو کے پاس نہ رہا حسن کا نباہ — گو چار روز تم بھی سج اپنی بنا پھرے
کب مجھکو یہ امید تھی وہ میرے گھر کا چین — لا بیٹھے جا کے غیر سے مجھ سے نکا پھرے
آپ تھا ساتھ اوس کے بسا کہ مدفن ہی — تنہا کی قبر پر کبھی تم پھر نہ آ پھرے

کہتے ہیں جب بلبل سے گل پر فغان رہ جائے ہے — لب کے دونون ہاتھ لب پہ ناچار رہ جائے ہے
اوس کے ہوتے گر کسی کو دیکھ لیتا ہوں میں اوٹھا — گھور کر میری طرف وہ بدگمان رہ جائے ہے
لے چلے ہیں جب اوٹھا کر صیاد بلبل کا قفس — دیکھ کر خالی وہ اپنا آشیانہ رہ جائے ہے
اوس کی اک سیدھی نگہ میں ہو گیا دل لوٹ پوٹ — تیر کھا کے جیسے صید نیم جان رہ جائے ہے
قتل تو کرتا ہے قاتل جبکہ تنہا کے تئیں ——— دیکھ کر منہ کو ترے یہ مہربان رہ جائے ہے

جان ہونٹوں پہ اپنی آ پہونچی — نہ اثر تک میری دعا پہونچی
مر گئی اپنا سر ٹپک بلبل — کیسا پیغام لے صبا پہونچی
فرط خواہش میں وصل یار ہوا ——— شدت درد میں دوا پہونچی

عجب طرح کی بہار اندنون کسی پر ہے — نہ حور پر وہ لطافت نہ جانے پری پر ہے
جو رفتہ رفتہ میں اوس بت سے لگ چلا تو کہا — مزاج آپ کا شاید کہ دل لگی پر ہے
نہ غافل اب رہو یہ ارشاد مصحفی تنہا ——— بہ ہوش باش کہ عالم روا روی پر ہے

عیز سے شکوہ مرا بس دیکھی دانائی تری — میں ہوا رسوا تو کیا ہوگی نہ رسوائی تری
اب پشیمان ہوں کہ یہ کیا بات مجھ سے ہو گئی — رو برو دشمنوں کے میں نے کیوں قسم کھائی تری
اپنے کوچہ میں مجھے پھرتا جو دیکھا تو کہا — تو جو پھرتا یاں ادھر شاید اجل آئی تری
جام لے منہ سے لگا لینے مجھے تو نے دیا — مجھکو کل اتنی ادا ساقی بہت بھائی تری
سر میں تیشہ مار کر فرہاد تو کیوں مر گیا — لاش بھی آ کر تو شیرین نے نہ گڑوائی تری
ہو رہا تھا جس کا تو پھر کیوں نہ وہ تیرا ہوا ——— ہم تو اب روتے ہیں تنہا دیکھ کے تنہائی تری

رو رو کے لگے دیدۂ گریان ٹھکانے — اے کاش کہ لگ جاوے کہیں جان ٹھکانے
پوچھ عشق کا دیوانے کے ترے حال کہوں کیا — داماں ٹھکانے نہ گریبان ٹھکانے
لے خضر و مسیحا سے ہو عشق کا دادی — رہرو کو لگا دے یہ بیابان ٹھکانے
اوس گل نے پتا ایک کو اپنا نہ بتایا — باتوں میں لگے سینکڑوں انسان ٹھکانے
کہدیوں گے احوال زمانہ کا کسی وقت ——— تنہا ابھی اپنا نہیں ہے دھیان ٹھکانے
دیکھ اوسکو جب اوٹھ جاتے ہیں ہوا و سامان ہمارے — نکلیں کہو کس طرح پھر ارمان ہمارے

مت آپ خفا ہوجیئے ہم اس کو کرین کیا
بہتے ہین یہ دیدۂ گریان ہمارے

روتا ہے وہ مجھے تو یہ عزیزون سے کہے ہے
اسوقت کوئی آکے نہ دردمیان ہمارے

یہ خانۂ زنجیر ہے الفت ہی کا اب پاؤن
اوٹھتے ہی نہین سوے بیابان ہمارے

کیا تجھے کہون جی مین یہ حسرت رہی تنہا
شب آکے وہ ٹہرے بہی اک آن ہمارے

دیکھا تو ہر کوئی ہے بجان دل کے ہاتھ سے
عاشق کا ہو بچاؤ کہان دل کے ہاتھ سے

تجھکو خبر ہے یا نہین تھا کوئی دردمند
شب تیرے در پہ نعرہ زنان دل کے ہاتھ سے

واللہ تیرے پاس نہ آتا یہ کیا کرون
ہون سخت مین بہ تنگ میان دل کے ہاتھ سے

تنہا کرے نہ عشق تو پھر خوار کیون پھرے
اتنا خراب ہے وہ جوان دل کے ہاتھ سے

تنہا ابھی سے ہے تجھے انکار دوستی
اے ننگ آشنائی و اے عار دوستی

عزت نہین کچھ اوسکی یہ سودائیان عشق
رسوا ہو جو کہ سر بازار دوستی

کیا وہ بھی خوب دن تھے کہ گرمائے عشق مین
تھا سر پہ اپنے سایۂ دیوار دوستی

مین وہ اسیر ہون کہ خزان و بہار مین
نالہ مرا تھا بلبل گلزار دوستی

افسوس ہے کہ تجھسے مجھے یون جدا کیا
ٹہرا کے آسمان نے گنہگار دوستی

مرجایئے پہ دل نہ کسی سے لگایئے
تنہا رہا ہے کون سزاوار دوستی

کوچہ مین ترے ہم بھی گذر کرتے تھے گاہے
اور وان کی زمین رو رو کے تر کرتے تھے گاہے

اب گریۂ رنگین کا نہین نام بھی باقی
انکھون مین گذر لخت جگر کرتے تھے گاہے

رونا تو کسے آے تھا اس کوچہ مین لیکن
سر زانو پہ رکھہ کر مژہ تر کرتے تھے گاہے

حیران ہون تمہارے دل پہ اثر کچھ نہین ہوتا
یہ نالے تو پتھر مین اثر کرتے تھے گاہے

یاد آتے ہین وے دن کہ تری زلفون مین شانہ
ہم بیٹھے ہوئے دو دو پہر کرتے تھے گاہے

اوس مین بھی نکلتی تھی پہلی بوئے محبت
شکوہ بھی ہمارا تم اگر کرتے تھے گاہے

بے چین وہ ہو جائے تھا بس سنتے ہی تنہا
جھوٹے بھی جو ہم ذکر سفر کرتے تھے گاہے

ضد ہے مجھے یون ہزار تو اے نازنین کرے
پر قہر ہے جو آنکھ بھی شب کبھی نہین کرے

ممنون نگاہ یار کے بار دگر نہ ہون
کام اپنا اوسکی گر نگہ اولین کرے

تنہا کا ابر خامہ سے ایسا ہی دُرفشان — سرسبز کیون نہ بار و گر یہ زمیں کرے
ڈرتے ہین آہ سے مرے باشندگان چرخ — یہ شعلہ سربلند مبادا کہین کرے
مین وہ چراغ رہگذر ہو صبح ہون نسیم — خاموش جسکو جنبش یک آستیں کرے
سنتے ہین سیر اپنے کوچہ میں اسکو ہو تو تو جانا — تنہا کبھی نہ رو سوے خلد بریں کرے
دل لے جو گئے تھے کل چتون کے اشارے — سے آج جاتے تھے گردن کے اشارے لیے
کرتا ہے رفو ناصح کیا چاک گریبان کو — یان جان ہی جاتی ہے سوزن کے اشارے لیے
زندون کو کیا مردہ مردون کو کیا زندہ — اون پاؤن کی ٹھوکر نے دامن کے اشارے لیے
ظاہر تھا ترا آکر کل باغ میں یہ جانا — نرگس کی نگاہون سے سوسن کے اشارے لیے
تھی زیست فقط اپنی اوس کوچہ میں اے تنہا — عزفہ کے نظارے سے روزن کے اشارے لیے
دشمن جان مرے آخر آہ اور نالے ہوے — رفتہ رفتہ اشک بھی آتش کے پرکالے ہوے
اس شرارت کو تمھاری ہم سمجھتے ہین — مے کہین پی اور کہین تم آکے متوالے ہوے
پہ کونسا گل اوٹھ گیا ہے باغ سے تنہا جو آج — غنچے بیٹھے ہین گریبانون میں سرڈالے ہوے
آنکھ ہر طرح سے گذر تیرے کوچہ میں ہے — جب تک کہ آب و دانہ مرا لکھنؤ میں ہے
آنکھون میں پھر خیال ترا ہی ہے پیش چشم — تیری ہی آرزو دل پرآرزو میں ہے
ہرچند گلرخان جہان دلربا ہیں سب — تنہا سمجھ تو بوے محبت کسو میں ہے
جس سے کہون درد اپنا سو آہ نہیں کوئی — حالت سے میرے دل کی آگاہ نہیں کوئی
سر لحظہ میں سو کاہش اک دم نہیں آسایش — دل کس کی کرے خواہش دلخواہ نہیں کوئی
دیکھے ہین زمانہ میں معشوق بہت لیکن — بے مہر کہین تجھسا ایماہ نہیں کوئی
تنہا دو دولت کی کی سیر بہت میں نے — بے جلوۂ یکرنگی باللہ نہیں کوئی
[illegible] کی عزت ہین — جاتے ہین چلے تنہا ہمراہ نہین کوئی
[illegible] — [illegible] جنون لایا پیغام گرفتاری
[illegible] — [illegible] تھا پیغام گرفتاری
کیون دام قفس [illegible] صیاد اگر [illegible] — صیاد کی [illegible] گرفتاری

زلفوں نے تری یوں تو نہ باندھا ہی ہے آخر — ہر چند یہ دل تڑپا ہنگام گرفتاری
نہ برج قفس دیکھا نہ دام کا غم ہم نے — کہئے تو ہیں کہئے نا کام گرفتاری
جو ہیں ترے زندانی بہتر وہ سمجھتے ہیں — آرام رہائی سے آلام گرفتاری
دل زلف پریشان میں جا کر کے پھنسا اپنا — دکھلائی مصیبت نے پھر شام گرفتاری
جاتا ہے زیارت کو یہ کعبۂ زندان کی — دل نے مرے باندھا ہے احرام گرفتاری
گھبراؤں تو اے تنہا تقدیر یہ کہتی ہے — بے صبر ہو اتنا اے خام گرفتاری

نہ بہار پر وہ خزاں تھا نہ خزاں پہ تھا وہ بہار سے — میرے دل پہ صدمہ جو کچھ ہوا کہ تغافل یار سے

ادھر جنوں نے وہ الفوں سے کوہ و راغ بھرے — ادھر صبا نے گلوں سے تمام باغ بھرے
کہاں رسائی کہ تھی اونکی کہ اوس تلک پہونچیں — ہجوم شوق نے پروانوں سے چراغ بھرے
نہ کچھ ہمیں پہ ہے موقوف اور نہ کچھ ہم پر — سبھوں کے بے رعونت سے ہیں دماغ بھرے
یہی خیال ہے تنہا کہ دیکھیں ساقی دہر — ہمارا کب مئے مقصود سے ایاغ بھرے

وہ سر کبھی مقتل میں پسندیدہ ہووے — زیر سم اسپ اوسکی جو غلطیدہ ہووے
اوس کوچہ سے اے باد صبا باغ کو مت جا — آزردہ دل بلبل شوریدہ ہووے
اغیار تو کیا میری یہ مرضی ہے کہ تیرا — جامہ بھی بدن سے ترے چسپیدہ ہووے
نالیں سے مرے دور رہ اے شور قیامت — بیدار کوئی فتنہ خوابیدہ ہووے
ہے راست تو یہ ہم سے بھی پہنچا نہیں جاتا — چھپنے میں اگر دل کے وہ گرویدہ ہووے
روتا ہے جو کوچہ میں ترے دیکھ تو ظالم — تنہا کہیں یہ دل غم دیدہ ہووے

گردن یار نہیں جعد پریشان کے تلے — صبح امید چھپی ہے شب ہجران کے تلے
مست پڑ رہیے نہ پہونچیں جو چمن تک صیاد — بیٹھ کر آتا وہیں دیوار گلستاں کے تلے
داد خواہوں کی جو محشر میں لگے ہیں تا عرش — وہ چھپا لے مجھے کاش کہ داماں کے تلے
برق رخشندہ کے مانند نظر آتی ہے — موج غبغب کی چمک چاہ زنخداں کے تلے
جستجو شہر میں تنہا کی عبث ہے یارو — کسی جنگل میں پڑا ہوگا مغیلاں کے تلے

اوس غضبناک کا غصہ سے جو تن کانپے ہے — خوف سے مہر درخشاں کا بدن کانپے ہے

کس کی آمد کی خبر لائی صبا سوئے چمن　　اس روش سے جو کھڑا سرو چمن کانپے ہے
جس سے دل کانپنے لگتا ہے تمام عشق اسطرح　　صدمہ بروسے وہ غنچہ دہن کانپے ہے
کیا صبا تو نے کیا اوس کے بنا گوش کا ذکر　　اب تلک باغ میں جو برگ سمن کانپے ہے
نالہ او کتا کے تو زنہار نہ کیجو تنہا　　صدمۂ آہ سے تو چرخ کہن کانپے ہے
گر بجلیاں لگا ہے کوئی جادو سے کسی کے　　تم کیجو نگہ نکل جاوگے قابو سے کسی کے
دن جلتے کیے یوں ہائے چلے جائیں اوس رخ　　پہلو نہ میرا گرم ہو پہلو سے کسی کے
گلشن میں وہیں کرنے لگا گرم خرامی　　پھر گرز وہ دامن کو وہ لو ہو سے کسی کے
ہر چند کر شانہ نے دیئے سینکڑوں جھٹکے　　دل تو بھی نہ نکلا خم گیسو سے کسی کے
پیراہن یوسف کو وہ بو کیا کرے تنہا ——— جو مست ہو پیراہن خوشبو سے کسی کے
گرچہ اک عالم ہے بیداد تیرے ہاتھ سے　　وہ نکر جو میں کروں فریاد تیرے ہاتھ سے
کچھ نہیں شکوہ مجھے ہر آن ہر دم شکر ہے　　شاد ہوں میں یا کہ ہوں ناشاد تیرے ہاتھ سے
اوس گلی میں بھی نہ رہنے پائی اے باد صبا　　منت خاک اپنی ہوئی برباد تیرے ہاتھ سے
پھر ہمیں سوئے چمن شوق اسیری لے گیا　　جب ہوئے صیاد ہم آزاد تیرے ہاتھ سے
کم کوئی دیکھا ہے ہم نے جیسا تنہا تنگ عشق ——— اوس کا فریادی ہے تو فریاد تیرے ہاتھ سے
وصل کی شب اوس کا تن مستور پیراہن میں ہے　　بیقراری کا میرے زنبور پیراہن میں ہے
کیا جواب اسکو میں دوں وہ پوچھتا ہے اے جنون　　چاک کیسا تیرے بے دستور پیراہن میں ہے
میرے پہلو میں ہو تو راحت جان تو مری　　پیرہن کی ہر کلی ساطور پیراہن میں ہے
ہوس وحشت تو کچھ ہو ورنہ تنہا تنگ عشق ——— پاس بدنامی لئے مجبور پیراہن میں ہے
کہہ تو کس کس سے تیرا طرۂ طرار الجھے ——— اوسکے ہر تار میں ہیں لاکھ گرفتار الجھے
نہ مجھی کو نظر یار لئے پھرتی ہے　　مجھ سوا اور بھی دو چار نئے پھرتی ہے
وحشت عشق ہمیں کوچہ رسوائی میں　　کر کے سب کام سے بیکار لئے پھرتی ہے
رتبہ یوسف کا تو ایسا نہیں لیکن اوسکو　　کشش شوق گرفتار لئے پھرتی ہے
کاش یاں بیٹھے رہتے کہ ہمیں حسرت یاں　　خواہش سایہ دیوار لئے پھرتی ہے۔

تیرے کوچہ میں پھرتے ہیں وہی سرسو — گردش چرخ ستمگار لیے پھرتی ہے
جھولیاں پھولوں کی بھر بھر کے صبا گلشن میں — پھر مرغان گرفتار لیے پھرتی ہے
میں ہوں وہ جنس زبوں دہر میں تنہا جسکو — نہ کسی بر سر بازار لیے پھرتی ہے

بہ پیش دیدہ وہمان لالہ و سمن باقی است — نماند انجمن و لطف انجمن باقی است
شہید تیغ تو با خاک تیرہ یکسان شد — عجب نگر تو کہ رنگینی کفن باقی است
ہما مگن از رخ خود پردہ کہ تا بکنم — فدائے روی تو جانے کہ در بدن باقی است
تسلی دل ما گشت چون نواں کردن — تو در کنار من و جستجوی من باقی است
چو غنچہ مے کشود از گلشن اے تنہا — تمام سوختم و باز سوختن باقی است
زنالہ گرچہ مرا شب زبان بکام نشد — کنون چہ سود کہ کار من الفرام نشد
ہزار بار شب وصل درمیان آمد — ہنوز قصہ ہجریم بتمام نشد
فدائے روی تو ہرگز لبے سورندید — اسیر زلف تو ہرگز اسیر دام نشد
دریغ عمر دریں حسرتم بسر آمد — میان من و او نامہ و پیام نشد
ترحمے بکن اے بیوفا کہ چون تنہا — کسے بہ عشق تو رسوائے خاص و عام نشد

(رباعیات)

میں نے جو کہا کہ مجھ سے جانی نہ ملے — بیفائدہ کر کے سرگرانی نہ ملے
بولا تنہا بس ایسی باتو نہ سجھے — وہان ذبح کرون جہاں کہ پانی نہ ملے

یا بر ہمی شکیب سمجھے ہوتے — یا باعث چاک جیب سمجھے ہوتے
کیوں لذت خواب خار ہوتے تنہا — تم اوسکا اگر فریب سمجھے ہوتے

اللہ اے بڑھاپے کس سے پالا مجکو — دیدے ہیں صبر حق تعالیٰ مجکو
لگتا ہی نہیں ہے جی کسی جا تنہا — جینا ہی دل نے مار ڈالا مجکو

ہر رگ گل باغ جہان نازک ہے — شاخ شجر سرو رواں نازک ہے
اس باغ سے آشیاں اٹھا لے بلبل — لگتے ہی دماغ باغبان نازک ہے

فقط

فہرست کتب موجودہ دفتر رسالہ اردوئے معلی کانپور

جلد رسالہ اردوئے معلی بابت ۱۹۱۲ء و ۱۹۱۳ء مکمل مجلد ۱۲

جلد رسالہ اردوئے معلی بابت ۱۹۲۷ء و ۱۹۲۸ء و ۱۹۲۹ء مکمل مجلد ۱۲

جلد رسالہ اردوئے معلی بابت ۱۹۳۰ء مکمل مجلد ۱۲

دیوان غالب مع شرح از حسرت موہانی مع مقدمہ مفید حالات غالب و تنقید کلام غالب [illegible]

کلیات حسرت موہانی یعنی مجموعہ دواوین حسرت از حصہ اول تا حصہ ہم مع ضمیمہ کل [illegible]

انتخاب کلیات حسرت موہانی ۔ مع ترجمہ انگریزی از ہاشمی چھاپا ٹائپ قابل دید عہ

انتخاب سخن از حسرت موہانی گیارہ جلدیں

یعنی اردو زبان کے جملہ استاد صاحب دیوان شعرا کے نایاب کلام کا انتخاب حسب تفصیل ذیل ۔

انتخاب سخن جلد اول (سلسلہ شاہ حاتم) یعنی انتخاب دواوین متقدمین ۔ شاہ مبارک آبرو ۔ تاباں ۔ ماہر ۔ امیر افسر ۔ بیتاب ۔ عشرت ۔ طالب ۔ معروف و شاہ نصیر ۱۰/

انتخاب سخن جلد دوم (سلسلہ ذوق) دیوان ذوق ۔ جملہ دواوین داغ رسا ۔ جگر قیمت ۱۰/

انتخاب سخن جلد سوم (سلسلہ مومن) دیوان مومن ۔ نسیم ۔ تسلیم و حسرت موہانی قیمت ۱۳/

انتخاب سخن جلد چہارم (سلسلہ مظہر) دیوان حسرت ۔ یقین ۔ عراتین شاعر و بیان شاگردان مظہر قیمت ۱۴/

انتخاب سخن جلد پنجم (سلسلہ جرأت) دیوان حسرت ۔ شاہ جرأت ۔ دیوان جرأت ۔ غضنفر ۔ رضا ۔ رقت ۔ رضوی ۔ محنت ۔ نصرت ۔ معروف ۔ محبت ۔ جلال ۔ شائق ۔ نساخ و وحشت قیمت ۱۰/

انتخاب سخن جلد ششم (سلسلہ مصحفی) دیوان مصحفی ۔ مسرور و منتظر قیمت ۱۳/

انتخاب سخن جلد ہفتم (سلسلہ آتش) دیوان آتش ۔ صبا ۔ حنا ۔ ساہ ۔ شفق ۔ فروغ قیمت ۔ ۶/

انتخاب سخن جلد ہشتم (سلسلہ اسیر و امیر) دیوان اسیر ۔ امیر و جلیل قیمت ۱۲/

انتخاب سخن جلد نہم (سلسلہ ناسخ) دیوان ناسخ ۔ برق ۔ جلال و آرزو قیمت ۱۲/

انتخاب سخن جلد دہم (سلسلہ غالب) مجروح ۔ سالک ۔ حالی ۔ ذکی ۔ شعلہ ۔ سلی ۔ اسمعیل ۔ عہ

انتخاب سخن جلد یازدہم (اساتذہ متفرق) دیوان فغان ۔ راسخ ۔ سعادت ۔ صمیم ۔ عزت ۔ فغانی ۔ عزیز و محشر [illegible]

دیوان شاہ حاتم ۱۴/ — دیوان علی میاں کامل لکھنوی ۹/

دیوان میر و راسخ عظیم آبادی ۱۰/ — دیوان نوبت رائے نظر لکھنوی ۲/

دیوان سودا و میر درد ۱۴/ — دیوان نارشش بدایونی ۱۴/

دیوان میر سوز ۲/ — رسالہ محاسن سخن از حسرت موہانی قیمت ۶/

رسالہ متروکات سخن از حسرت موہانی ۶/ — رسالہ نکات سخن [illegible]

ملنے کا پتہ: حسرت موہانی دفتر رسالہ اردوئے معلی کانپور